جدید طرزِ بیان
اور
عملی مشقوں
کے ساتھ

احکام اِسلام کا خوبصورت مجموعہ

تفہیم الفقہ



مؤلف

مفتی محمد نعیم

اُستاذ دارالافتا جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
خطیب جامع مسجد عسکری 7 ملیر کینٹ کراچی

ناشِر

مکتبۃ النور کراچی

جدید طرزِ بیان اور عملی مشقوں کے ساتھ

احکامِ اسلام کا خوبصورت مجموعہ

تفہیمُ الفقہ

حصۂ عبادات

تالیف

مفتی محمد نعیم مستدیم

استاذ دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی

ناشر مکتبۃ النور کراچی
0333-2375446

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب: تفہیم الفقہ

نام مؤلف: مفتی محمد نعیم

ترتیب وتزئین وپروف ریڈنگ: مولانا محمد مصطفیٰ احمدانی

کمپوزنگ: استاذ دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی

برائے رابطہ: 0333-6548203
0334-3242688
maktabatunoor@gmail.com

طبع اول: ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

طبع ثانی: ۱۴۲۶ھ

طبع ثالث: صفر ۱۴۲۷ھ

طبع اربع: ربیع الاوّل ۱۴۲۸ھ

طبع خامس: جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ

طبع ششم: ۱۴۲۹ھ

اشاعت ہشتم: ۱۴۳۱ھ بمطابق اپریل 2010

اشاعت نہم/اشاعت دہم　رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ اگست ۲۰۱۰/رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ اگست ۲۰۱۱

ناشر: مکتبۃ النور کراچی
نزد جامعہ اشرف المدارس دوکان نمبر 46: گلستان جوہر بلاک 12 کراچی

ملنے کے پتے

کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی	زم زم پبلشرز کراچی
دارالاشاعت اردو بازار کراچی	مکتبہ الاحسان اردو بازار کراچی
علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی	مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
بیت القرآن اردو بازار کراچی	مکتبہ سید احمد شہید لاہور
قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی	مکتبہ العارفی فیصل آباد
ادارہ اسلامیات اردو بازار کراچی	کتاب گھر سکھر
ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی	کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
بیت الکتب گلشن اقبال کراچی	نیز شہر کے کسی بھی معروف اسلامی کتب خانہ سے طلب فرمائیں

نمبر شمار	آئینہ مضامین	صفحہ نمبر
144	**قضا نمازوں کے احکام**	166
145	قضاء کرنے کا طریقہ	166
146	صاحب ترتیب کی تعریف	167
147	نمازوں میں ترتیب واجب ہونا	168
148	قضاء عمری کا مسئلہ	169
149	**مریض کی نماز کے احکام**	173
150	مریض کا قبلہ رخ ہونا	174
151	مریض کے بستر کا حکم	175
152	**سجدۂ سہو کے احکام**	178
153	**سجدۂ تلاوت کے احکام**	187
154	سجدہ تلاوت کا مطلب	187
155	قرآن مجید میں سجدہ تلاوت کے مقام	187
156	سجدہ تلاوت کب واجب ہوتا ہے	187
257	جن صورتوں میں سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا	188
258	سجدہ تلاوت کے وجوب کی نوعیت	189
159	سجدہ تلاوت ادا کرنے کی کیفیت	190
160	آیت سجدہ کئی بار تلاوت کرنا	190
161	سجدہ تلاوت واجب ہونے کا اصول	191

☆☆☆

تقریظ

حضرت مولانا مفتی یوسف ساچا صاحب مدظلہ مفتی دارالافتاء باٹلی برطانیہ

Institute of Islamic Jurisprudence

Est. 1399 Hijrah

68 Broomsdale Road, Soothill, Batley, West Yokshire, WF17 6PJ, England.

Telephone and Fax (01924) 441230

Email: vsacha@Hotmail.com / v.sacha@ntlworld.com

هو الموفق

حامدا و مصليا و مسلما

امابعد

کتاب تفہیم الفقہ حصہ اول کے متفرق مقامات کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ راقم سطور نے زمانہ تدریس (کنزالدقائق) میں اس بات کی ضرورت محسوس کی تھی کہ اردو زبان میں کوئی ایسی کتاب تحریر کی جائے جس میں فقہی اصول وکلیات کو واضح کر کے اس کی روشنی میں فقہی جزئیات وفروعات کی وضاحت کی جائے تا کہ مدارس عربیہ کے درجۂ اولیٰ ووسطیٰ کے طلباء اور جامعات وکلیات کے اردو داں طلباء اس سے بسہولت وآسانی استفادہ کر کے علم فقہ میں ایک حد تک بصیرت کے ساتھ مسائل فقہیہ سے واقف ہوسکیں۔

الحمدللہ اس دیرینہ تمنا کو حضرت مولانا مفتی نعیم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی تالیف فرما کر پورا کیا۔ مولف سلمہ نے جس اسلوب اور ترتیب سے کتاب کے ابواب اور مضامین کو مرتب کیا ہے، اور مسائل کو اوقع فی النفس کرنے کے لئے مثالوں، پہیلیوں، تمرینات اور بعض جگہوں میں جداول سے کام لیا، جن کا استفادہ میں خاص دخل ہے، امید ہے کہ مدارس عربیہ کے طلباء بالخصوص اور اردوداں حضرات بالعموم مستفید ہو کر فقہی معلومات میں ترقی حاصل کرینگے۔

اللہ تعالیٰ مولف سلمہ کی اس محنت وکاوش کو قبول فرمائیں اور ان کے علم وعمل میں ترقی عطا فرمائیں اور مزید خدمت دین کی توفیق عطا فرمائیں

وصلى الله على خير خلقه محمد و اصحابه واتباعه اجمعين الى يوم الدين.

احقر یوسف بن مولانا محمد ساچا عفی عنہ

خادم دارالافتاء باٹلی، برطانیہ

مورخہ ۹ ذوقعدہ ۱۴۲۵ مطابق ۲۱ دسمبر ۲۰۰۴

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ نحمدہ ونُصلی ونُسلم علی رسولہ الکریم.

أمّا بعد!

جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد سے دورۂ حدیث اور جامعہ دار العلوم کراچی سے تخصص فی الافتاء سے فراغت کے بعد ناچیز راقم الحروف نے جامعہ اشرف المدارس کراچی میں جب تدریسی سفر کا آغاز کیا تو پہلے ہی سال درجہ اولیٰ کی کتاب ''نور الایضاح'' کی تدریس ذمہ میں آئی۔

بنامِ خدا کتاب کے آغاز کے بعد جلد ہی میرے دل میں شدت کے ساتھ یہ احساس پیدا ہوا کہ ایسے ہونہار عزیز طلبہ جو ابھی عربی زبان سے ناواقف اور نابلد ہیں ان کو ابتدا ہی سے ایسی کتاب کے سمجھنے کا پابند بنانا جو عربی میں فقہ حنفی کا متن ہے ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ ڈالنے کے مترادف ہے۔ کتاب کے آغاز ہی میں اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ سال بھر کی کاوش کے بعد یہ کتاب ان کے گوش گزار تو کی جا سکتی ہے اور فقہ اسلام سے ہلکا پھلکا انس بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے اس فقہی بصیرت کا پیدا ہونا مشکل ہے جو ان کی عملی زندگی میں راہنمائی کر سکے اور فقہ حنفی کی مرکزی کتب کے سمجھنے میں زیادہ مددگار ثابت ہو سکے۔

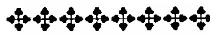
چنانچہ اسی مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے اور طلبۂ عزیز میں خاص فقہی ذوق پیدا کرنے کے لئے حنفی فقہ کی عظیم الشان کتاب ''بدائع الصنائع'' کو خاص طور پر بنیاد بناتے ہوئے، دیگر عربی اور اردو کتب سے استفادہ کر کے ''تفہیم الفقہ'' کے نام سے کتاب کی تالیف شروع کر دی۔ روزانہ جتنے صفحات تیار ہو جاتے اگلے دن سبق میں وہ حصہ پڑھا دیا جاتا۔ خاص خاص مقامات کو نقشوں اور جدول کی مدد سے پڑھایا جاتا رہا۔ اور ساتھ ساتھ عملی مشقوں کے ذریعے مسائل کو ذہن نشین کرانے کا عمل جاری رہا۔ باذوق اور ہونہار طلبہ نے اس مسودے کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ مکمل جماعت روزانہ فوٹو اسٹیٹ کے ذریعہ استفادہ کرتی رہی۔ دوسری بڑی جماعتوں کے بعض طلبہ بھی ان بکھرے ہوئے صفحات سے استفادہ کرتے رہے طلبہ کی طرف سے کتاب کی غیر معمولی پذیرائی اور دلچسپی کے بعد امتحانی نتائج نے خوب حوصلہ دیا اور جذبات کوئی تازگی حاصل ہوئی۔ کیونکہ پرچے طلبہ کی بصیرت اور فہم مسائل کا صاف اور واضح ثبوت پیش کر رہے تھے۔

رفتہ رفتہ سال بھر میں تفہیم الفقہ کی صورت میں ایک کتاب تیار ہوگئی جو زیور طبع سے آراستہ ہو کر اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں ایسا اسلوب اور انداز اختیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ کتاب نہ صرف مدارس عربیہ کے طلبہ وطالبات کے لئے مفید ہو بلکہ اسکول وکالج کے میٹرک تک کی سطح کے طلبہ بھی اگر کسی مستند عالم دین سے پڑھ لیں تو وہ بھی آسانی کے ساتھ احکامِ اسلام کے اس ضروری حصے سے واقف ہو جائیں۔

اب مدارس عربیہ کے سرکردہ راہنماؤں، ارباب وفاق، حضرات اساتذہ اور اہل علم کے پر خلوص جذبات اور وسعت ظرفی سے کامل امید ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں فوائد محسوس فرمائیں تو اپنی مخلصانہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ اس کی ترویج اور مدارس میں بطورِ نصاب داخل کرنے کوشش فرمائیں گے۔ اور یہ بات سچ ہے کہ علم کی اشاعت میں جس قدر جس کی پُر خلوص محنت کا دخل ہوگا اسی قدر اللہ تعالیٰ کے ہاں آخرت میں اجرِ جزیل کا مستحق ہوگا۔

عبادات کے مسائل میں فہم وبصیرت کے جس قدر طلبہ محتاج ہیں اسی قدر طالبات بھی ضرورت مند ہیں۔ لہٰذا یہ کتاب نونہالانِ ملت کے ان دونوں طبقوں کے لئے ان شاء اللہ برابر کی مفید ثابت ہوگی۔



اللہ تعالیٰ میرے ان تمام محسنین کو جزائے خیر اور دنیا وآخرت کی بھلائیاں عطا فرمائیں کسی بھی طرح سے اس کارِ خیر میں ناچیز کو جن کی سرپرستی اور تعاون حاصل رہا۔ ان حضرات کا ذکر کرنا ان کا حق بھی ہے اور کتاب کی قبولیت کے لئے فالِ نیک بھی ان حضرات میں سے بعض بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

(۱) جامع الکمالات، فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی محمد طیّب صاحب مدظلہم (مدیر جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد): آپ میرے وہ محسن ومحبوب استاذ ہیں، جن کی روزِ اول سے ناچیز کو سرپرستی اور دعائیں حاصل ہیں اور یہ ناکارہ ان کی شفقتوں اور سایہ عاطفت کی ٹھنڈک ہمیشہ محسوس کرتا ہے۔ آپ نے ''تفہیم الفقہ'' کے مسودہ کو حرفاً حرفاً مطالعہ فرمایا۔ بہت سے مقامات پر اصلاح فرمائی، اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا اور دعائیہ کلمات تحریر فرمائے۔

(۲) مصلح کبیر، جامع المحاسن سیدی ومرشدی حضرت ڈاکٹر محمد صابر صاحب مدظلہم: آپ کی ذات گرامی قدر میرے لئے انتہائی معظم اور محترم ہے، آپ میرے محبوب شیخ اور محسن ومربی ہیں۔ میرے شیخ اول شفیق الامت، قطب زمانہ حضرت مولانا شاہ محمد فاروق صاحب سکھروی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ نے دست شفقت سر پر رکھا۔ آپ کے بے شمار احسانات ہیں سے ایک احسان یہ بھی ہے کہ آپ نے ناچیز کو ہر طرح کی استعداد کے فقدان، محدود علم

ومطالعہ،تصنیف کے صحیح اصول سے ناواقفی ،کم ہمتی اور بے مائیگی کے باوجود اپنی دعاؤں اور مواعظہ حسنہ سے حوصلہ عطا کیا، پہلے فضائل ایمان پھر "تفہیم الفقہ" کی تالیف کے لئے ہمیشہ اپنی خاص توجہات اور دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

اللہ تعالیٰ میرے ان دونوں محسنوں اور میرے دیگر محترم اساتذہ کرام اور والدین مکرمین کو ہر طرح کی خیر عطا فرمائیں اور آخرت میں ایسا بہترین بدلہ اور انعام عطا فرمائیں جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں اور دلوں میں سرور وحلاوت کی بہاریں آجائیں۔

ان کے علاوہ جامعہ اشرف المدارس میں درجہ تخصص فی الافتاء کے دو دوستوں مولانا ساجد محمود صاحب (فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی) اور مولانا محمد مصطفیٰ احمدانی (فاضل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد) نے اس کتاب کو قارئین کے ہاتھوں تک لانے میں بہت تعاون فرمایا ہے، مولانا ساجد محمود نے پروف کی اصلاح اور مولانا محمد مصطفیٰ احمدانی صاحب نے پروف کی اصلاح کے علاوہ عملی مشقوں کو صاف لکھنے اور کتاب کی ترتیب وتزئین میں بہت تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ میرے ان دونوں عزیزوں کو علم وعمل کی دولت عطا فرمائیں اور دین متین کی اعلیٰ سے اعلیٰ خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔

کتاب کے مسودہ کو زیور طباعت سے آراستہ کرنے میں میرے دیرینہ مخلص دوست اور محترم بزرگ حضرت حاجی نعیم رشید صاحب مدظلہم کا خوب تعاون حاصل رہا، اللہ تعالیٰ ان کو بھی دین ودنیا کی بھلائیاں اور آخرت میں اعلیٰ درجات عطا فرمائیں۔



کوئی بھی انسان کی کوشش ہو وہ غلطی سے محفوظ نہیں ہو سکتی، اہل علم سے مخلصانہ گزارش ہے کہ وہ جو غلطی اور کوتاہی محسوس کریں ضرور مطلع فرمائیں، یہ ان کا فرض بھی ہے اور میرا حق بھی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اس خدمت کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں اور تمام امت مسلمہ خصوصاً نونہالانِ ملت کے لئے اس کو نافع ثابت فرمائیں اور ناچیز راقم الحروف، اس کے والدین، اساتذہ کرام، مشائخ عظام اعزہ احباب اور ان تمام دوستوں کے لئے ذخیرہ آخرت اور ذریعہ مغفرت بنائیں، جنہوں نے کسی طرح سے بھی اس کتاب کی تالیف وطباعت میں تعاون فرمایا ہے۔ آمین

محمد نعیم

دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی

Jamia Islamia Imdadia
GULSHAN-E-IMDAD SATIANA ROAD FAISALABAD-PAKISTAN.
الجامعۃ الاسلامیۃ الامدادیۃ
گلشن امداد ستیانہ روڈ فیصل آباد، پاکستان۔

تقریظ

استاذ العلماء فقیہ ملت مولانا حضرت مفتی محمد طیب صاحب مدّ ظلہ العالی
مدیر جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

امابعد! عرصہ سے بندہ ناچیز کے قلب میں تقاضا پیدا ہو رہا تھا کہ اردو میں فقہ کے موضوع پر ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں ہر باب کے فقہی اصول واضح کر کے ان کی روشنی میں فقہی جزئیات اور مسائل کی وضاحت کی جائے تا کہ اردو دان حضرات کسی درجہ میں بصیرت کے ساتھ مسائل فقہیہ سے واقف ہو سکیں۔

الحمدللہ! مولانا محمد نعیم صاحب زید مجدہم نے اس ضرورت کا احساس کر کے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ تفہیم الفقہ حصہ اول میں عبادات سے متعلق مسائل کی دلنشین تشریح کی گئی ہے، حق تعالیٰ شانہ قبولیتِ تامہ سے نوازیں اور باقی ابواب کی تکمیل کی جلد صورت پیدا فرما دیں۔

اس کتاب کا مطالعہ مسلمانوں کے لئے ان شاء اللہ بہت نافع ہوگا۔ اگر یہ کتاب کسی عالم سے سبقاً پڑھ لی جائے تو مسائل میں بصیرت پیدا ہوگی۔

حق تعالیٰ مؤلفِ کتاب کو جزائے خیر عطاء فرمائیں اور انہیں علم وعمل اور صحت وسکون کی دولت سے مالا مال فرمائیں ان کے وقت اور عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین

محمد طیب

تقریظ

مصلح کبیر جامع المحاسن سیدی ومرشدی حضرت ڈاکٹر محمد صابر صاحب سکھروی مدظلہ العالی

الحمد للّٰہ رب العالمین • والصلوٰۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین.

أما بعد!

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے کائنات کا ایک عظیم نظام چلایا ہے۔ آسمان کی بلندیوں سے لے کر زمین کی پستیوں تک کائنات کا ہر فرد اسی نہج کے مطابق اپنا فرض پورا کر رہا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرما دیا ہے۔ اور اس عالم کی ہر چیز افضل المخلوقات انسان کی خدمت کے لئے مصروف عمل ہے۔ مگر خود اس مخدوم کائنات کی پیدائش کا مقصد واضح لفظوں میں قرآنِ کریم نے بیان فرمایا ہے۔

"وما خلقتُ الجِنَّ والانْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن" (الذاریت)

ترجمہ: "ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے"

اب یہ انسان اپنے مقصدِ پیدائش کی تکمیل اسی صورت میں کر سکتا ہے۔ جب اسے اپنی زندگی میں پیش آنے والے تمام مراحل سے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام معلوم ہوں۔ اسے معلوم ہو کہ کس وقت میں میرے لئے کیا حکم ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احکامِ الٰہی سے واقفیت حاصل کرنے کو ایک مسلمان پر فرض کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

"طلب العلم فریضة علی کلم مسلم" (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)

لیکن مقام افسوس ہے کہ علم دین کی جس قدر اہمیت اور فضیلت ہے۔ اسی قدر ہماری طرف سے غفلت کا ارتکاب ہے۔ کتاب اللہ اور احادیث مبارکہ سے علم کے حاصل کرنے اور پھیلانے کے سلسلہ میں بے شمار فضائل وارد ہوئے ہیں۔

علم دین اور فہم شریعت وہ متاع ہے کہ اگر اپنی ضروریات سے بڑھ کر اس میں اس قدر رسوخ اور گہرائی حاصل کر لی جائے کہ خود اپنی ذات کے علاوہ معاشرہ کے بے شمار افراد کو بھی احکامِ خداوندی کے مطابق زندگی گزارنے میں راہنمائی کر سکے۔ اور سادہ لوح مسلمانوں کو شیطانی ونفسانی چنگل سے چھڑا کر اللہ تعالیٰ کا صحیح بندہ بنانے میں مشعلِ راہ ثابت ہو۔ تو ایسے شخص کو "فقیہ" کا مقدس اور بلند ترین خطاب حاصل ہوتا ہے۔۔۔۔ ایسا شخص جس کو اللہ تعالیٰ دین

کی باریک فہم عطا فرمائیں خوب خوب شکر بجالائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا وآخرت میں بھلائیوں سے ہمکنار کرنے کا اعلان فرمادیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "من یرد اللّٰہ به خیراً یفقهه فی الدین" اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھی بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں۔ اس کو دین کی باریک سمجھ عطا فرمادیتے ہیں۔

میرے دادا شیخ مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب جلال آبادی قدس سرہ نے اپنے ایک خطاب میں علم دین کی اہمیت پر بڑے لطیف پیرائے میں متنبہ فرمایا ہے۔ آپ کا فرمان ہے:

''آج کل مسلمانوں کی جو تباہی دنیوی اکثر اور دینی تو گویا بالکل ہو رہی ہے۔ وہ سب پر ظاہر ہے۔ اس کے وجہ سے عقلاء زمانہ اس کی تدبیر سوچنے میں مصروف ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ افلاس وتنگدستی اس کی وجہ ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ تعلیم جدید اور علوم حاضرہ کی کمی اس کا سبب ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ حکومت موجودہ غیر اسلامی ہے اس لئے مسلمان کسی میدان میں ترقی نہیں کرسکتے۔ الغرض ہر خیر خواہ اپنے خیال کے موافق اس تباہی کی وجہ تلاش کرنے میں لگا ہوا ہے۔

لیکن اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو سابقہ وجوہ کسی غیر مسلم کے لئے تو تباہی کا سبب بن سکتی ہیں کیونکہ وہ دنیا اور اسباب دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ تو ان کے پاس ماضی کا کوئی آئینہ نہیں ہے جس میں اپنی تاریخ دیکھ کر اپنے زوال کے اسباب معلوم کرسکیں۔ لیکن قوم مسلم کے پاس اپنی ماضی کا ایک صفاف اور شفاف آئینہ ہے جس میں وہ اپنے پیشواؤں اور مقتداؤں کے عروج وترقی کے اسباب معلوم کرسکتے ہیں۔ یہی اسباب عروج ہیں جن کو چھوڑنے سے قوم مسلم تباہی اور زوال کی طرف جارہی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اسباب عروج کیا ہیں جن کے ترک کرنے سے زوال آرہا ہے۔ ان کی تفصیل، تو قرآن وحدیث میں اصولاً اور کتب فقہ وتصوف میں فروعاً ملے گی۔ لیکن اہل بصیرت کے غور وغوض کے بعد اس کے اصل اسباب دو معلوم ہوتے ہیں۔ اول کم علمی اور دوسری نااتفاقی۔ کم علمی سے تو مسلمان اپنے مذہب سے بے خبر ہے اور صرف بے خبر نہیں بلکہ بعض صاحبان مذہب کو ترقی سے مانع سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ان کی زبردست غلطی ہے۔ جس کی مختصر دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں یہ کہنا پڑے گا کہ مذہب اسلام ایک خاص زمانہ تک تھا۔ اس

کے بعد اسلام کی تعلیمات مفید تو کیا ہوتیں بلکہ مضر ہیں نعوذ باللہ۔ یہ عقیدہ کم از کم ایک مسلمان کا تو نہیں ہو سکتا، یہ مذکورہ اثر تو قلت علم کا ہوا اور نا اتفاقی کا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں کی دنیا تباہ ہوگئی کیونکہ دنیوی ترقی کے لئے اتفاق کی شدید ضرورت ہے۔ جس خاندان کے افراد متفق ہوتے ہیں وہ خاندان ترقی کرتا رہتا ہے۔ اس کی تجارتیں خوب چلتی ہیں۔ نیز دوسروں پر اس کا اثر بھی ہوتا ہے۔ سب دلوں پر اس کی دھاک ہوتی ہے اور جس گھر میں نا اتفاقی ہوتی ہے اس کے ہر فرد کا حشر اس بھیڑ جیسا ہوتا ہے جو ریوڑ سے، جدا ہو جاتی ہے کہ چاہے اسے بھیڑیا پھاڑے یا کوئی اور درندہ کھائے۔ پس معلوم ہوا کہ تباہی کے اصل سبب یہ دو ہیں ایک کمی علمی اور دوسری نا اتفاقی اور خیر اتفاق کی کچھ ضرورت بھی سمجھی جاتی ہے۔

لیکن علم کے متعلق آج کل ایسے برے خیالات ہو گئے ہیں کہ دینی علم کو عیب شمار کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کے پڑھنے سے فقیری اور محتاجی کے سوا اور کیا حاصل ہوگا۔ نئی تہذیب و روشنی کو کافروں کے خیالات اور ان کی پیروی کو فخر و عزت سمجھا جاتا ہے، استغفر اللہ، توبہ۔ توبہ۔ ایک مسلمان جو خدا کو خدا اور رسول کو رسول تسلیم کرے اور اس کے ایسے خیالات ہوں۔

صاحبو! ہوش سنبھالو یہی وہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے رات دن عذاب الٰہی اتر تا رہتا ہے۔ کبھی تنگدستی ہے کبھی قحط جیسی کمر توڑ گرانی ہے۔ کبھی ظالمانہ احکامات ہیں۔ کبھی تفکرات اور رنجوں کا ہجوم ہے اور یہ مصیبتیں تو وہ ہیں جو دنیا میں آتی رہتی ہیں۔ اور آخرت کا عذاب الگ رہا جو اس سے کہیں بڑھ کر ہوگا''۔

(خطبات مسیح الامت: ۱۵۸/۹)

چنانچہ اس مقصد میں کامیابی اور عام مسلمانوں کو احکام خداوندی پر مطلع کرنے کے لئے بے شمار کتابیں اور رسائل لکھے گئے جو اپنی اپنی خصوصیات کے ساتھ بلاشبہ افادیت کے حامل ہیں۔ مگر اس بات کی ضرورت تھی کہ کوئی ایسی کتاب سامنے آئے جو [illegible] سلیس پیرائے میں ملبوس ہو اور ساتھ ساتھ مشکل سے مشکل مسائل کو عام فہم اور دلنشین انداز میں بیان کیا جائے اور احکام کے اصول، مثالیں اور عملی مشقیں اس انداز سے بیان کی جائیں جن کا ذہن میں بٹھانا از حد آسان ہو۔ اور یہ کتاب ان خصوصیات کے ساتھ مزین ہو کر مدارسِ اسلامیہ کے مبتدی طلبہ، اسکول و کالج

کے طلبہ اور

عام مسلمانوں کے لئے بطور نصاب پڑھائی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل واحسان ہے کہ انہوں نے یہ دیرینہ آرزو "تفہیم الفقہ" کی صورت میں پوری فرمادی۔ جسے اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق اور فضل سے میرے عزیز مولوی مفتی محمد نعیم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے تالیف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں اور اس کا نفع عام وتام فرمائیں اور جمیع امت مسلمہ کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں اور آخرت میں سبب مغفرت اور ذریعہ نجات بنائیں۔

اس کتاب کا حق یہ ہے کہ تمام امت مسلمہ اس سے استفادہ کرے۔ مدارس عربیہ کے نصاب میں شامل ہو اور مبتدی طلبہ کرام کو درساً پڑھائی جائے، کوئی گھر اس سے خالی نہ ہو، گھر کے بڑے اور سرپرست خود کسی مستند عالم سے درساً اس کتاب کو پڑھ کر اپنے گھر کے میٹرک تک کی سطح کی بچیوں اور بچوں کو پڑھائیں، اسکول وکالج کے باعث باقاعدہ کسی مدرسہ میں اسے نہ پڑھ سکیں۔

نیز ایسے طلباء وطالبات کے علاوہ دیگر حضرات جو مسائل شریعت سے ناواقف ہوں باقاعدہ کورس کی شکل میں اپنے قریبی کسی عالم سے اسے پڑھ لیں۔

اللہ تعالیٰ میرے عزیز کو بخلوص وصدق بکمال ایمان واحسان مدت مدید تک خدمتِ خلق واشاعتِ دین کی توفیق عطا فرمائیں۔ **ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم**۔

احقر محمد صابر عفی عنہ

خانقاہ مسیحیہ

باغ حیات سکھر پاکستان

۱۵ شوال ۱۴۲۵ھ

طہارت کے احکام

- پانی کی اقسام
- جھوٹے پانی کے احکام
- کنویں کے مسائل
- استنجاء کے آداب واحکام
- وضو کے احکام
- غسل کے احکام
- تیمّم کے احکام
- موزوں پر مسح کے احکام
- نجاستوں کے احکام
- حیض ونفاس کے احکام
- متفرق جدید مسائل

طہارت کے احکام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ. (البقرۃ۔۲۲۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ. (رواہ مسلم)

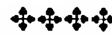
(ترجمہ) پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔

طہارت اور پاکیزگی عبادات کیلئے بنیادی شرط ہے جس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوۃُ وَمِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطَّھُوْر۔ (احمد)

(ترجمہ) جنت کی کنجی (Key) نماز ہے اور نماز کی کنجی (Key) طہارت ہے۔



طہارت کا لغوی معنیٰ صفائی اور نظافت ہے۔

طہارت کی اقسام:

شریعت مطہرہ میں طہارت کی دو قسمیں ہیں:

- حَدَث سے طہارت حاصل کرنا۔ اسے "طہارتِ حکمیہ" بھی کہا جاتا ہے۔
- نجاست سے طہارت حاصل کرنا۔ اسے "طہارتِ حقیقیہ" بھی کہا جاتا ہے (نجاستوں سے پاکی حاصل کرنے کے احکام آگے آرہے ہیں)



(ا)"حدث سے طہارت" (طہارتِ حکمیہ) کی دو قسمیں ہیں:

(ا) حدث اکبر سے طہارت:-

حدث اکبر سے طہارت صرف غسل کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہے۔اگر پانی کا استعمال کسی مجبوری کی وجہ سے ممکن نہ ہوتو شریعت کی طرف سے تیمم کی بھی اجازت ہے۔حدث اکبر درج ذیل صورتوں میں لاحق ہوتا ہے۔

(ا) آدمی کا جنبی ہونا۔(جنبی ہونے کی تفصیل آگے آرہی ہے)

(۲) عورت کو ماہواری خون کا آنا۔(Menses)

(۳) عورت کو ولادت کا خون آنا۔(Delivery Bleeding)

نوٹ: "حَدَث" یعنی بے وضو یا غسل فرض ہونے کی حالت میں جو ناپاکی انسان پر طاری ہوتی ہے وہ بظاہر لگی ہوئی نہیں ہوتی اس ناپاکی کو محض شریعت کے حکم کی وجہ سے تسلیم کیا گیا ہے لہٰذا اسے "حکمیہ" کہا جاتا ہے۔

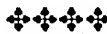
ان تینوں قسموں کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۲)حَدَث اصغر سے طہارت:-

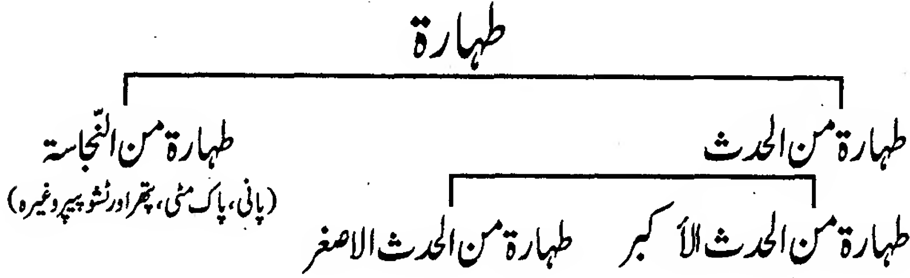
وضو توڑنے والی اشیاء میں سے کوئی چیز پائی جائے تو "حَدَث اصغر" لاحق ہوتا ہے اور حدث اصغر سے طہارت وضو سے حاصل ہوتی ہے اس صورت میں بھی اگر کسی مجبوری کی وجہ سے پانی کا استعمال مشکل ہو تو پھر تیمم کرنے سے بھی طہارت حاصل ہوجاتی ہے۔

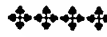
(۲)"نجاست سے طہارت" (نجاستِ حقیقیہ):

یعنی نجاست سے طہارت حاصل کرنے کیلئے خود نجاست کا دور کرنا ضروری ہے خواہ وہ پانی کے ذریعے ہو یا پاک مٹی کے ذریعے ہو، پتھر ہو یا ٹشو پیپر۔یا کھال وغیرہ کی دباغت (یعنی دھوپ، نمک یا کیمیکلز کے ذریعے کھال کی نجس رطوبات کو زائل کرنا) کے ذریعے ہو۔چونکہ اس نجاست کا انسانی بدن یا دوسری اشیاء پر لگنا آنکھوں سے نظر آتا ہے اس لئے اس نجاست کو "حقیقیہ" کہا جاتا ہے۔



نقشہ ملاحظہ ہو:





پانی کی اقسام

چونکہ طہارت حاصل کرنیکا سب سے بڑا ذریعہ پانی ہے لہذا اب پانیوں کی اقسام اور ان سے طہارت حاصل کرنے سے متعلق شرعی احکام لکھے جاتے ہیں:

اپنی ذات اور حقیقت کے اعتبار سے پانی کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ماءِ مطلق (۲) ماءِ مقیّد

(۱) ماءِ مطلق: لفظ "پانی" بولنے کی صورت میں جس چیز کی طرف عام لوگوں کا دھیان جائے وہ "ماء مطلق" کہلاتا ہے۔

ماءِ مطلق کی درجِ ذیل اقسام ہیں:

ا) آسمانی پانی۔ (جو بارش کی صورت میں برستا ہے۔)

ب) سمندر کا پانی۔

ج) دریا کا پانی۔

د) کنویں کا پانی۔

ر) چشمے کا پانی۔

س) برف کا پانی۔ (خواہ وہ برف آسمانی ہو جو ٹھنڈے علاقوں میں جمتی ہے یا وہ مصنوعی ہو جو فریز روغیرہ کے ذریعے سے بنائی جاتی ہے۔)

ص) اولوں کا پانی۔

ط) بورنگ (نل وغیرہ) کا پانی۔

(۲) ماءِ مقیّد: اگر لفظ پانی بولنے سے لوگوں کا دھیان اس طرف نہ جائے تو اسے "ماءِ مقیّد" کہتے ہیں۔اس کی مثال جیسے وہ پانی جو درختوں، سبزیوں یا پھلوں سے خود بخود نکلے یا نکالا جائے۔ جیسے انگور کا جوس، گاجر کا جوس یا عرقِ گلاب یا ناریل کا پانی وغیرہ۔

اس کا حکم یہ ہے کہ یہ پانی اگرچہ طاہر (خود پاک) ہوتا ہے مگر مطہر (دوسری اشیاء کو پاک کرنے والا) نہیں ہوتا لہٰذا اس سے "طہارتِ حکمیہ" وضو یا غسل کرنا جائز نہیں ہے البتہ اس پانی سے اگر ممکن ہو تو "نجاستِ حقیقیہ" دور کرنا درست ہے۔ مزید تفصیل صفحہ ۸ پر دیکھئے

حکم کے اعتبار سے پانی کی قسمیں:

حکم کے اعتبار سے "ماءِ مطلق" کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) طاہر مطہّر غیر مکروہ: ایسا پانی جو پاک بھی ہو اور دوسروں کو بھی پاک کردے اور مکروہ نہ ہو جیسے عام طور پر ماءِ مطلق یہ پاک ہوتا ہے اور اسکا حکم یہ ہے کہ اس سے ہر قسم کی طہارت حاصل کرنا جائز ہے خواہ نجاستِ حکمیہ ہو یا حقیقیہ۔

(۲) طاہر مطہر مکروہ: ایسا پانی جو بذاتِ خود تو پاک ہو اور دوسروں کو بھی پاک کردے لیکن اس کے استعمال میں کراہت ہو جیسے بلّی کا جھوٹا، مرغی کا جھوٹا، سباع الطیر (ایسے پرندے جو درندوں کی طرح اپنے پنجوں سے چھیڑ پھاڑ کر کے کھاتے ہیں) کا جھوٹا، سانپ اور چوہے کا جھوٹا وغیرہ۔

ایسے پانی کا حکم یہ ہے کہ ماءِ مطلق کی پہلی قسم (طاہر مطہر غیر مکروہ) کی موجودگی کی صورت میں وضو اور غسل میں اسکا استعمال مکروہِ تنزیہی ہے اگر پہلی قسم کا پانی موجود نہ ہو تو اس کا استعمال جائز ہے۔ یہ یاد رہے کہ اگر بلّی نے تازہ چوہا کھایا ہو اور اسکے منہ سے خون ٹپک رہا ہو یا مرغی کی چونچ پر نجاست لگی ہوئی ہو تو ایسی صورت میں ان کا جھوٹا پانی نجس (ناپاک) ہوتا ہے جسکا حکم پانچویں نمبر پر آرہا ہے۔

(۳) **طاہر مشکوک:** یعنی ایسا پانی جو بذات خود پاک ہو لیکن شرعی دلائل کی روشنی میں اسکے مطہر ہونے میں شک ہو کہ آیا اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں جیسے گدھے یا خچر کا جھوٹا پانی۔

ایسے پانی کا حکم یہ کہ اگر ماء مطلق کی پہلی قسم (طاہر مطہر غیر مکروہ) موجود ہے تو اس سے طہارت حاصل کرنا درست نہیں ہے اگر اسکے علاوہ کوئی پانی موجود نہ ہو تو اس پانی سے وضو بھی کرلے اور تیمم بھی خواہ وضو پہلے کرے اور تیمم بعد میں یا تیمم پہلے کرے اور وضو بعد میں۔

(۴) **طاہر غیر مطہر:** ایسا پانی جو بذات خود پاک ہو لیکن اس سے طہارت حاصل کرنا جائز نہ ہو۔ جیسے ماء مستعمل (استعمال شدہ پانی)۔

ماء مستعمل کی تعریف: ہر وہ پانی جسے حدث دور کرنے کیلئے وضو یا غسل میں استعمال کیا گیا ہو یا عبادت کے طور پر استعمال کیا گیا ہو جیسے وضو کے ہوتے ہوئے ثواب حاصل کرنے کیلئے وضو کرنا۔

چنانچہ اگر کسی نے وضو یا غسل محض ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے یا بچوں کو وضو یا غسل سکھانے کیلئے کیا تو اسمیں خرچ ہونے والے پانی کو "ماء مستعمل" نہیں کہتے بلکہ یہ بدستور پانی کی پہلی قسم میں داخل ہے اور طاہر اور مطہر ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ جسوقت پانی وضو کرنے والے یا غسل کرنے والے شخص کے جسم سے جدا ہوتا ہے اسی آن وہ مستعمل ہو جاتا ہے۔

ماء مستعمل کا حکم: ماء مستعمل کا حکم یہ ہے کہ یہ پانی بذات خود پاک ہوتا ہے لہذا بدن یا کپڑے یا کسی جگہ مستعمل پانی کے لگے ہونے کی حالت میں نماز ہو جاتی ہے۔ مگر اس سے وضو یا غسل کی طہارت حاصل کرنا جائز نہیں۔

(۵) **ماءِ نجس** (یعنی ایسا پانی جو ناپاک ہو):

اس پانی سے کسی قسم کی طہارت حاصل نہیں ہوتی بلکہ الٹا یہ دوسری اشیاء کو بھی ناپاک بنا دیتا ہے۔



ماءِ نجس کی تفصیل سمجھنے کیلئے پانی کے بہاؤ یا ٹھہراؤ کے اعتبار سے ماء مطلق کی دو قسمیں سمجھنا ضروری ہے۔

پانی کے بہاؤ یا ٹھہراؤ کے اعتبار سے ماء مطلق کی دو قسمیں ہیں:

(۱) **ماءِ جاری** (۲) **ماءِ راکد**

(۱) ماءِ جاری کی تعریف: ماءِ جاری کی مختلف تعریفیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی تعریف: وہ پانی جو تنکا بہا کر لے جائے۔

دوسری تعریف: وہ پانی جس سے چلو بھرنے سے دوبارہ وہ پانی ہاتھ نہ آئے۔

تیسری تعریف: وہ شخص جس نے طہارت حاصل کرنی ہے اس کے غالب گمان میں جو پانی جاری ہو۔

مثال: جیسے دریا کا پانی، چشمے کا پانی اور بہتے ہوئے نل وغیرہ کا پانی۔

ماء جاری کا حکم: جاری پانی کا حکم یہ ہے کہ یہ حکم کے اعتبار سے ماء مطلق کی پہلی قسم (طاہر، مطہر، غیر مکروہ) میں داخل ہے۔

اور اگر جاری پانی میں نجاست گر جائے اور نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو تو اس سے ہر قسم کی طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔ لیکن اگر جاری پانی میں نجاست کا اثر ظاہر ہو تو وہ پھر پانچویں قسم ماءِ نجس میں داخل ہے۔ اس سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

ملاحظہ: ایسا بڑا حوض (الغدیر العظیم) جسکی ایک جانب سے پانی کو حرکت دینے سے دوسری جانب متحرک نہ ہو یا اسکی ایک جانب نجاست گرنے سے دوسری جانب نجاست کا اثر ظاہر نہ ہوتا ہو تو ایسے بڑے حوض کا پانی اگرچہ دیکھنے میں جاری نہیں ہوتا بلکہ ٹھہرا ہوا ہوتا ہے وہ بھی جاری پانی کے حکم میں ہے چنانچہ نجاست کے گرنے سے وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ ہاں! اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو جائے تو پھر وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔

ایسے بڑے حوض کل طول وعرض میں سو ذراع = 225 فٹ = 20،9 میٹر اور گول حوض کا قطر 93،16 فٹ = 16،5 میٹر ہونا ضروری ہے۔

(احسن الفتاویٰ ۲:۴۵)

اور گہرائی اتنی ہو کہ چلو بھرنے سے زمین کی تہہ ننگی نہ ہوتی ہو۔

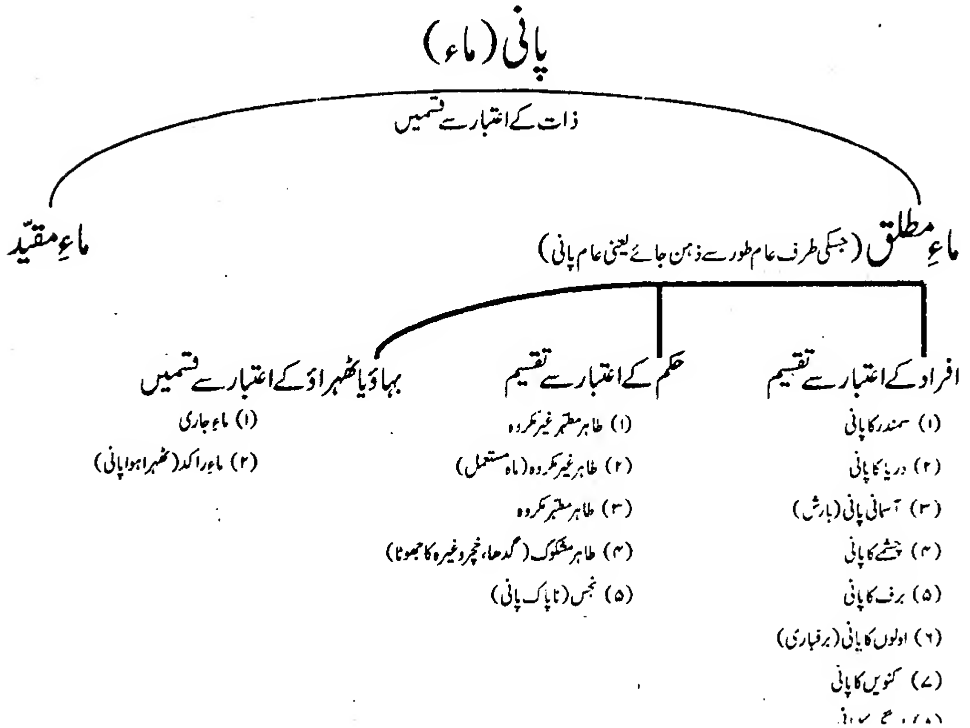
(۲) ماءِ راکد کی تعریف: ہر وہ پانی جو ٹھہرا ہوا ہو اور مقدار میں بڑے حوض (جسکی تفصیل اوپر آچکی ہے) سے چھوٹا ہو۔

ماءِ راکد کا حکم:

ایسے پانی میں کوئی نجاست ملی ہوئی نہ ہو تو وہ حکم کے اعتبار سے پہلی قسم (طاہر، مطہر، غیر مکروہ) میں داخل ہے۔ اگر اسمیں نجاست ملی ہوئی ہو خواہ اسکا اثر پانی میں ظاہر ہو یا نہ ہو خواہ وہ نجاست تھوڑی ہو یا زیادہ ہو وہ پانی نجس (ناپاک) ہے اس سے کسی قسم کی طہارت حاصل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ ایسا پانی کسی پاک چیز میں مل جائے تو اسے بھی ناپاک کر دیتا ہے۔



پانی کی اقسام ذہن نشین کرنے کے لئے نقشہ ملاحظہ ہو:۔



متفرقات

- اگر ماء مطلق میں کوئی خوشبو مل جائے تو وہ پانی بدستور پاک رہتا ہے خواہ وہ خوشبو کتنی تیز کیوں نہ ہو۔
(امداد الفتاویٰ۔ ص ۹۲)

- پانی کی وہ اقسام جو مطہر نہیں ہیں مگر بذات خود طاہر ہیں ان سے نجاستِ حکمیہ (حدث اصغر و حدثِ

اکبر) تو ختم نہیں ہوسکتی۔ البتہ نجاستِ حقیقیہ وغیرہ دھوڈالنے سے طہارتِ حقیقیہ حاصل ہوجاتی ہے۔

(احسن الفتاوی۔ ص۴۰)

◉ شریعت مطہرہ کا اصول ہے کہ "الأصل فی الاشیاء الطہارۃ" یعنی تمام اشیاء میں اصل طہارت ہے۔ لہٰذا جب تک کسی چیز کے نجس ہونیکا غالب گمان نہ ہو تو اس پانی کو پاک سمجھیں گے۔ اس سے ہر قسم کی طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔

(امداد الفتاوی۔ ص۳۲)

◉ پاک ہونا اور چیز ہے اور صاف ہونا اور چیز ہے۔ کوئی چیز صاف ہوتے ہوئے بھی ناپاک ہوسکتی ہے۔ جیسے چھوٹے حوض میں پیشاب کا قطرہ گر جانا اور کوئی چیز پاک ہوتے ہوئے میلی اور گندی بھی ہوسکتی ہے۔ جیسے سیلاب کا پانی یا صابن ملا پانی۔

◉ پاک ہونا اور چیز ہے اور حلال ہونا اور چیز ہے۔ کوئی چیز پاک ہوتے ہوئے بھی حرام ہوسکتی ہے جیسے بلّی یا کتّے وغیرہ کی جلد پاک ہوتی ہے (بشرطیکہ کوئی ظاہری نجاست نہ لگی ہو) مگر اسکا گوشت حرام ہے۔ اسی طرح مٹی بھی اس کی واضح مثال ہے۔

ماءِ مقیّد کی تعریف اور احکام:

(پانی میں پاک شی مل جائے تو اس سے طہارت کا حکم):

ماءِ مقیّد کی تعریف اور احکام سمجھنے سے پہلے دو باتیں سمجھنا ضروری ہے:

(۱) پانی کی طبعیت کیا ہے۔ (۲) پانی کے اوصاف کیا ہیں۔

(۱) **طبع الماء (پانی کی طبعیت):** پانی کی طبعیت سے مراد اسکی وہ خصوصیات ہیں جن کے موجود ہوتے ہوئے اسکو پانی کہا جائے اور اگر ان میں سے کوئی خصوصیت ختم ہوجائے تو اسے پانی کے نام سے نہ پکارا جائے۔

پانی کی طبعیت میں دو چیزیں داخل ہیں: (۱) رِقّۃ (پتلا ہونا)

(۲) سَیلان (بہنا)

چنانچہ اگر کوئی پانی ایسا ہو کسی وجہ سے اس کی رِقّت (پتلا ہونا) یا سیلان (بہنا) ختم ہو جائے تو پھر اسے "پانی" نہیں کہتے۔

مثال: کسی نے پانی میں چینی ملا کر آگ پر پکایا ہو جسکی وجہ سے وہ گاڑھا ہو گیا تو چونکہ چینی کی وجہ سے اسکی رقت اور سیلان ختم ہو جاتی ہے۔ اب اسے "شیرہ" کہتے ہیں۔ اسے کوئی شخص پانی کہنے کو تیار نہیں اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ چینی ملنے کی وجہ سے اسکی طبعیت ختم ہو چکی ہے اور ماءِ مقید بن چکا ہے۔

یخنی، شوربہ یا شرابیں بھی اسکی مثال ہیں۔

(۲) پانی کے اوصاف: پانی کے تین اوصاف ہیں:

(۱) لون (اسکا رنگ) (۲) طَعْم (اسکا ذائقہ) (۳) رائحہ (اسکی بُو)



مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں "ماءِ مقیّد" اس پانی کو کہا جاتا ہے کسی وجہ سے جسکی طبعیت (رِقّت اور سیلان) ختم ہو جائے اور پانی کا لفظ بولنے سے لوگوں کا دھیان اسطرف نہ جائے۔

پانی کی طبعیت (رِقّت اور سیلان) دو طرح ختم ہو سکتی ہے۔

(۱) اسکو پکانے کے ذریعے سے۔ (جیسے شوربہ، یخنی، شیرہ، قہوہ وغیرہ)

(۲) اس پر کوئی دوسری چیز غالب آجائے۔

دوسری چیز کے غالب آنے میں **تفصیل** یہ ہے:

وہ دوسری چیز جو پانی کے ساتھ ملے گی وہ یا تو جامدات (یعنی ٹھوس چیزیں پھل پتے وغیرہ) میں سے ہوگی یا مائعات (بہنے والی چیزیں دودھ، سرکہ وغیرہ) میں سے ہوگی۔

◉ اگر وہ جامدات میں سے ہے اور وہ ماءِ مطلق کے ساتھ اسطرح ملی ہے کہ اس پر غالب نہیں ہوئی یعنی اسکی رقت اور سیلان کو ختم نہیں کیا تو ایسا پانی ماءِ مطلق کی پہلی قسم طاہر مطہر غیر مکروہ میں داخل ہے۔ اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔ اگر چہ پانی کے تین اوصاف (رنگ، مزہ اور بُو) تبدیل ہو جائیں جیسے پانی کے اندر صابن، مٹی، آٹا یا زعفران کا مل جانا۔ ہاں! اگر وہ پاک چیز پانی پر اسطرح غالب آجائے کہ اسکی رِقّت (پتلا ہو جانا) اور سیلان (بہہ جانا) ختم کر دے تو وہ چیز طاہر تو ہے مگر مطہر نہیں ہے۔

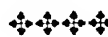
◉ اگر وہ چیز مائعات (بہنے والی اشیاء) میں سے ہے تو وہ تین طرح کی ہو سکتی ہے:

(۱) تین اوصاف والی (۲) دو اوصاف والی (۳) اسکا کوئی وصف نہیں ہے۔

تفصیل: (۱) اگر وہ چیز ایسی ہے جس میں پانی کی طرح تینوں اوصاف پائے جاتے ہوں۔ جیسے الخل (سرکہ کہ اس میں رنگ، بو اور ذائقہ تینوں اوصاف ہوتے ہیں) اور وہ پانی کے ساتھ مل جائے اور اسکے دو وصف پانی پر ظاہر ہو جائیں تو پانی مغلوب ہو جائیگا اور وہ شے غالب۔ اس صورت میں وہ شے طاہر تو ہے مگر مطہّر نہیں ہے۔ اس سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر صرف ایک ہی وصف ظاہر ہو تو چونکہ اب اوصاف میں ماءِ مطلق کا پلّہ بھاری ہے لہٰذا ماء مطلق کی پہلی قسم میں داخل ہو کر طاہر اور مطہّر سمجھا جائیگا۔

(۲) اگر وہ پانی کے ساتھ ملنے والی چیز دو اوصاف والی ہے جیسے دودھ کیونکہ اس میں رنگ اور ذائقہ ہوتا ہے مگر بُو نہیں ہوتی۔ چنانچہ اگر ایسی چیز مل جائے اور اسکا ایک وصف بھی پانی پر ظاہر ہو جائے۔ مثلاً اسکا رنگ یا اسکا ذائقہ پانی کے رنگ اور ذائقہ کو مغلوب کردے تو یہ چیز خود طاہر ہے مگر مطہّر نہیں ہے۔

(۳) اگر وہ ملنے والی چیز ایسی ہے جس کا کوئی وصف پانی سے مختلف نہ ہو (جیسے ماءِ مستعمل کیونکہ یہ اپنے تینوں اوصاف میں ماءِ مطلق کی طرح ہوتا ہے) تو اب غلبہ کیلئے وزن اور مقدار کو دیکھا جائیگا۔ جو چیز وزن اور مقدار میں زیادہ ہوگی اس کا حکم بھی وہی ہوگا۔ اگر تین لیٹر پانی میں ایک لیٹر ماءِ مستعمل اور دو لیٹر ماءِ مطلق ہو تو چونکہ مقدار میں زیادہ ماءِ مطلق ہے لہٰذا وہ طاہر مطہّر غیر مکروہ ہے۔ اگر تین لیٹر پانی میں ایک لیٹر ماءِ مطلق اور دو لیٹر ماءِ مستعمل ہو تو چونکہ مقدار میں زیادہ ماءِ مستعمل ہے لہٰذا وہ طاہر غیر مطہّر ہوگا۔ اس سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔



متفرقات

◉ اگر دیر تک پانی کے کھڑے رہنے کی وجہ سے اس کے تینوں اوصاف رنگ، بُو اور ذائقہ تبدیل ہو جائیں تب بھی وہ پانی طاہر اور مطہّر ہے۔

◉ اگر پانی میں کوئی ایسی چیز مل جائے جس سے پانی کو بچانا عموماً دشوار ہوتا ہے تو وہ پانی بھی طاہر اور مطہّر ہے۔ جیسے نہری پانی میں زمین کے اجزاء شامل ہو کر پانی کو گدلا اور مٹیالا کر دیتے ہیں اور پھل، درختوں کے پتے اور کائی (جسے عربی میں طحلب کہتے ہیں)۔

◉ اسی طرح پانی میں اگر ایسی پاک چیز ملائی جائے جسے نظافت اور صفائی میں بہتری پیدا کرنا مقصود ہو تو

اس سے بھی پانی بدستور طاہر اور مطہر رہتا ہے۔ جیسے پرانے زمانے میں بیری کے پتے ملائے جاتے تھے اور اب صابن، سرف، شیمپو یا (Bubble Bath) ملایا جاتا ہے۔

خلاصہ کلام:

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ماء مقید بننے کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ لفظ پانی بولنے سے لوگوں کا دیہان اس طرف نہ جائے۔ اور یہ خصوصیت تین صورتوں میں سے کسی صورت میں سے پائی جاسکتی ہے۔

(۱) اپنی ذات میں ہی وہ چیز ایسی ہو کہ پانی کے لفظ بولنے سے دیہان اس طرف نہ جائے۔ جیسے پھلوں اور سبزیوں کے جوس، درختوں کے پانی، عرقِ گلاب وغیرہ۔

(۲) اپنی ذات میں تو وہ ماء مطلق تھا مگر کسی پاک چیز کے ساتھ پکانے کی وجہ سے یہ خصوصیت ختم ہوگئی۔ جیسے یخنی، شوربہ اور شیرہ وغیرہ۔

(۳) اپنی ذات میں تو وہ ماء مطلق تھا مگر دوسری پاک چیز اس طرح مخلوط ہوئی کہ اس پر غالب آگئی اور غلبہ کی وجہ سے اس کی یہ خصوصیت ختم ہوگئی کہ اب لفظ پانی بولنے سے دیہان اس کی طرف نہیں جاتا۔ (غلبہ کی تفصیل بیان ہوچکی ہے)۔

ماء مقید کی ان تینوں صورتوں میں اگر نجاستِ حقیقیہ زائل کرنا ممکن ہو تو نجاست صاف کی جاسکتی ہے لیکن نجاستِ حکمیہ سے طہارت حاصل نہیں ہوتی۔

البتہ تیسری صورت میں اگر دوسری پاک چیز مخلوط تو ہو لیکن اسے غلبہ حاصل نہ ہو تو اس صورت میں طہارتِ حکمیہ (ازالۂ حدث) بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ کیونکہ غلبہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ پانی بدستور ماء مطلق کی صف میں شامل ہے۔



عملی مشق

سوال نمبر۱

زبانی بتلایئے اگر آپ نے سبق خوب سمجھ کر پڑھا ہے تو ان سوالات کا جواب آپ آسانی سے دے سکیں گے:

(۱) نجاست کی وہ کون سی قسم ہے جس کو عقل انسانی نجاست نہیں سمجھ سکی، شریعت کے بتلانے پر معلوم ہوا؟

(۲) وہ کون سے پانی ہیں جن سے طہارت کی ایک قسم تو حاصل ہوتی ہے مگر دوسری نہیں؟

(۳) کوئی ایسی صورت بتلائیں کہ ناپاک پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز ہو؟

(۴) کوئی ایسی صورت بتائیں کہ پانی کے تینوں اوصاف بدل جائیں مگر وہ پھر بھی طاہر اور مطہر ہو؟

(۵) وہ کون سا پانی ہے جس کے موجود ہوتے ہوئے وضو بھی ضروری ہے اور تیمّم بھی؟

(۶) وہ کون سا حلال جانور ہے جس کا جھوٹا پانی نجس ہوتا ہے؟

(۷) وہ کون سا حرام جانور ہے جس کا جھوٹا پانی پاک ہے؟

(۸) ایسی نجاست بتائیں کہ جس کے گرنے سے پانی بدستور پاک رہے۔

(۹) ایسی صورت بتلائیں کہ کنویں میں گرنے والا جانور ایک ہی ہو مگر!

(ا) کبھی تو پانی بالکل نہ نکالنا پڑے۔

(ب) کبھی بیس ڈول تک نکالنا ضروری ہو۔

(ج) کبھی سارا پانی نکالنا ضروری ہو۔

(۱۰) کوئی ایسی صورت بتلائیں کہ ایک چیز کو پاک کرنے سے دوسری چیزیں خود بخود پاک ہو جائیں؟

سوال نمبر۲

مناسب الفاظ سے خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) طہارت کی دو قسمیں ہیں۔(ا) طہارتِ حکمیہ۔ (ب) ....۔

(۲) حدث اصغر سے طہارت ....کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔

(۳) لفظ پانی بولنے سے لوگوں کا دھیان جس طرف جائے ....کہلاتا ہے۔

(۴) بلی، سانپ اور چوہے کا جھوٹا پانی..........ہوتا ہے۔

(۵) ایسا پانی جسے حدث دور کرنے کے لئے یا عبادت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے..........کہلاتا ہے۔

(۶) وہ پانی جو تنکا بہا کر لے جائے..........کہلاتا ہے۔

(۷) ایسا بڑا حوض جس کا رقبہ..........ہو وہ جاری پانی کے حکم میں ہوتا ہے۔

(۸) پانی کے اوصاف میں تین چیزیں شامل ہیں۔(i) اسکا رنگ، (ii) ....

(iii) ....۔

(۹) پھل یا پتوں کی وجہ سے پانی کے اوصاف بدل جائیں تو وہ پانی..........کہلاتا ہے۔

(۱۰) ہر وہ جاندار جس کا گوشت کھانا حرام ہوتا ہے اس کا لعاب..........ہوتا ہے۔

سوال نمبر۳

دیئے گئے الفاظ میں سے مناسب الفاظ چن کر خالی جگہیں پُر کریں۔

(نجس، حدث اکبر، ماءِ مقید، ماءِ مطلق، ماءِ راکد، ماءِ جاری، مکروہ، پاک، طہارت حکمیہ، طہارت حقیقیہ)

(۱) ہر وہ جانور جس میں بہنے والا خون نہ ہو اس کا جھوٹا پانی..........ہے۔

(۲) اگر نل کھول دیا جائے تو اس کا پانی..........کے حکم میں ہوتا ہے۔

(۳) درندوں کا جھوٹا پانی ان کے لعاب کی وجہ سے..........ہوتا ہے۔

(۴) صرف وضو کے ذریعے حاصل ہونے والی طہارت..........کہلاتی ہے۔

(۵) جنابت، حیض (Menses) اور نفاس (Delivery) کی صورت میں..........لاحق ہوتا ہے۔

(۶) اجنبی عورت کا جھوٹا مرد کے لئے..........ہے۔

(۷) ماءِ مطلق پر کوئی چیز غالب آکر اس کا نام بدل ڈالے تو ایسے پانی..........کہتے ہیں۔

(۸) ....میں تھوڑی سی بھی نجاست مل جائے تب بھی وہ ناپاک ہوجاتا ہے۔خواہ اس کا اثر ظاہر نہ بھی ہو۔

(۱۰) بارش کا پانی............کی اقسام میں شامل ہے۔

سوال نمبر۴

نقشے میں پانچ جگہ غلطی ہے۔نشاندہی کریں:

حکم کے اعتبار سے تقسیم	افراد کے اعتبار سے تقسیم	بہاؤ یا ٹھہراؤ کے اعتبار سے تقسیم
(۱) سمندر کا پانی	(۱) طاہر مطہر غیر مکروہ	(۱) ماء جاری
(۲) دریا کا پانی	(۲) طاہر مطہر مکروہ	(۲) ماء مقید
(۳) آسمانی پانی	(۳) طاہر مشکوک	
(۴) چشمے کا پانی	(۴) طاہر غیر مطہر	
(۵) کنویں کا پانی	(۵) برف کا پانی	
(۶) نجس پانی		
(۷) بورنگ کا پانی		

سوال نمبر۵

درج ذیل مسائل میں سے صحیح پر(✓)اور غلط پر(×) کا نشان لگائیں۔ صحیح/غلط

(۱) حدث اکبر سے طہارت صرف غسل کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ ☐ ☐

(۲) طہارت حکمیہ کا دوسرا نام طہارت حقیقیہ ہے۔ ☐ ☐

(۳) دریا اور سمندر کا پانی ماء مقید کی اقسام میں شامل ہے۔ ☐ ☐

(۴) گاجر کا جوس، ناریل کا پانی اور قہوہ سے نجاست حقیقیہ دور کرنا صحیح ہے۔

(۵) طاہر مطہر غیر مکروہ وہ پانی ہوتا ہے جو خود بھی پاک ہو، دوسروں کو بھی پاک کردے اور مکروہ بھی نہ ہو۔ ☐ ☐

(۶) ماء مشکوک سے صرف تیمم کرنا ضروری ہے۔وضو جائز نہیں۔ ☐ ☐

(۷) ماء مستعمل اگر کپڑے کو لگ جائے تو نماز نہیں ہوتی۔ ☐ ☐

(۸) جاری پانی میں اگر نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو تو وہ طاہر مطہر غیر مکروہ ہوتا ہے۔ ☐ ☐

(۹) تمام اشیاء اپنی ذات میں ناپاک ہوتی ہیں جب تک ان کو پاک نہ کرلیا جائے۔ ☐ ☐

(۱۰) ہر وہ چیز جو پاک ہو صاف ہوتی ہے، اور ہر وہ چیز جو پاک ہو وہ حلال ہوتی ہے۔ ☐ ☐



جھوٹے پانی کے احکام

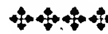
پہلے چند ضابطے اور اصول سمجھ لیں:

◉ ہر وہ جانور جسکا لعاب نجس ہے۔ اس کا جھوٹا بھی نجس ہے اور جس کا لعاب پاک ہے اس کا جھوٹا بھی پاک ہے اور جس کا لعاب مکروہ ہے اس کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔

◉ ہر وہ جانور جس کا گوشت کھانا حرام ہے اس کا لعاب نجس ہے۔ جس کا گوشت کھانا حلال ہے اس کا لعاب بھی پاک ہے۔

◉ ہر وہ جانور جس کا جھوٹا ناپاک ہے اس کا پسینہ بھی ناپاک ہے اور جس کا جھوٹا پاک ہے اس کا پسینہ بھی پاک ہے۔ (چند جانوروں کے احکام اس ضابطہ سے مستثنیٰ ہیں جیسے بلی اور گدھا کے احکام آگے آرہے ہیں)۔

(عالمگیریہ۔ ص۲۳/ج۱)



اب اصل مسائل کی طرف آتے ہیں:

جھوٹے پانی کی تعریف:

ایسا پانی جو آدمی یا جانور کے پینے کے بعد برتن وغیرہ میں بچ جائے "جھوٹا پانی" کہلاتا ہے۔

اوپر ذکر کردہ اصول اور ضوابط کی روشنی میں جانور کے بدلنے سے اس کے جھوٹے کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔ جس کی تفصیل نمبر وار ذکر کی جاتی ہے۔

(۱) پاک (طاہر مطہر):

آدمی کا جھوٹا پاک ہے خواہ مرد ہو یا عورت، کافر ہو یا مسلم، ناپاک (جنبی، حائضہ وغیرہ) ہو یا پاک۔ ہاں

اگراس کے منہ میں نجاست (جیسے شراب) لگی ہوتو اس کا جھوٹا ناپاک ہے۔

نوٹ: عورت کا جھوٹا اجنبی مرد کیلئے مکروہ ہے۔ وہ اس وجہ سے مکروہ نہیں کہ عورت کا جھوٹا ناپاک ہے بلکہ اس وجہ سے مکروہ ہے کہ غیر آدمی پئے گا تو اس کے دل میں ناپاک خیالات پیدا ہوں گے۔ اسی طرح عورت کے لئے اجنبی مرد کا جھوٹا پانی پینا مکروہ ہے۔ (عالمگیریہ۔ص۲۳/ج۱)

اسی طرح گھوڑے کا جھوٹا بھی بغیر کسی کراہت کے پاک ہے۔ ہر وہ جانور جس کا گوشت کھانا حلال ہے (جیسے گائے، بکری، اونٹ، چڑیا، مینا اور طوطا وغیرہ) ان کا جھوٹا بھی پاک ہے۔

(۲) طاہر مطہّر مکروہ:

(أ) بلّی کا جھوٹا طاہر ہے مگر اس کا طہارت میں استعمال مکروہِ تنزیہی ہے۔ بشرطیکہ اس کے منہ میں کوئی نجاست نہ لگی ہو۔ اگر اس کے منہ میں نجاست لگی ہوتو اس کا جھوٹا ناپاک ہے۔ آزاد مُرغی کا جھوٹا بھی مکروہ ہے کیونکہ اسے بھی گندگی میں چونچ مارنے کی عادت ہوتی ہے۔

(ب) سباع الطیر (ایسے پرندے جو پنجے سے شکار کرتے ہیں) کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔ اس کے جھوٹے کا استعمال طہارت میں مکروہ تنزیہی ہے۔

(ج) وہ جانور جو عموماً گھروں میں رہتے ہیں ان کا جھوٹا بھی طاہر مطہّر مکروہ ہے۔ جیسے چوہا، سانپ وغیرہ۔

(۳) طاہر مشکوک:

خچر اور گدھے کا جھوٹا پاک ہے، مگر اس کے مطہّر ہونے میں شک ہے۔ لہٰذا اگر کوئی اور پانی موجود ہوتو اسے طہارت میں استعمال نہ کرے۔ ہاں! اگر کوئی اور پانی موجود نہ ہوتو اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی۔

(۴) نجس:

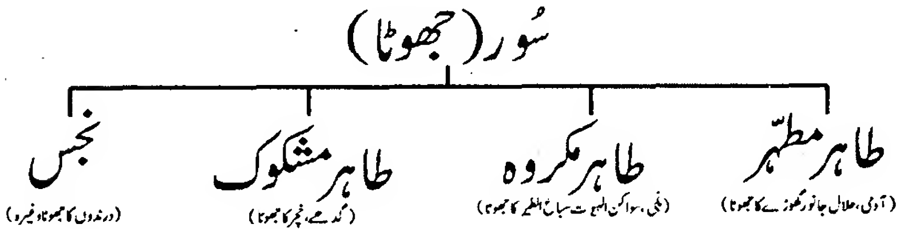
تمام درندوں (جیسے خنزیر، کتّا، شیر، چیتا، ہاتھی وغیرہ) کا جھوٹا ناپاک ہے اس سے طہارت حاصل کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح بلّی نے اگر تازہ چوہا کھایا ہو اور اس کے منہ میں خون لگا ہوا ہو یا مُرغی کی چونچ پر نجاست لگی ہوئی ہو یا آدمی نے تازہ شراب پی ہوئی ہو اور اسی حالت میں یہ پانی میں منہ ڈالدیں تو ان کا جھوٹا بھی نجس ہوجاتا ہے۔

ملاحظہ:

ایسا جانور جسکا بہنے والا خون نہ ہو خواہ وہ خشکی کا جانور ہو یا پانی کا۔ اس کا جھوٹا پاک ہے۔ جیسے چھپکلی، مینڈک ، پانی کا سانپ وغیرہ۔ مگر ضرر کے اندیشے سے ان کے جھوٹے کا استعمال مناسب نہیں۔



نقشہ ملاحظہ ہو:



کنویں کے احکام

کنویں میں گرنے والی چیز دو طرح کی ہو سکتی ہے یا وہ کوئی جاندار چیز ہوگی یا نجاست......اگر وہ جاندار ہے تو پھر اسکی دو حالتیں ہو سکتی ہیں یا اسے کنویں سے زندہ نکال لیا گیا ہوگا یا وہ کنویں میں گر کر مر جائیگا......اگر اس جاندار کو کنویں میں سے زندہ نکال لیا گیا تو کنویں کے پانی پر کوئی حکم لگانے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کنویں میں گرنے والی چیز کس قسم کی ہے

◉ اگر وہ ایسا جاندار ہے جو خود بھی پاک ہو اور اس کا لعابِ دہن بھی پاک ہوتا ہے تو اس جانور کے گرنے سے وہ کنواں ناپاک نہیں ہوگا جیسے انسان اور وہ جانور جس کا گوشت کھانا حلال ہے (مثلاً گائے، بکری، اونٹ یا حلال پرندے وغیرہ)

لیکن شرط یہ ہے کہ ان کے جسم پر کوئی اور ظاہری نجاست (خون، پیپ، پیشاب وغیرہ) نہ لگی ہو ورنہ اس

نجاست کے ملنے کی وجہ سے کنواں ناپاک ہوجائیگا۔

◉ اور اگر کوئی ایسا جانور ہے کہ اس کی جلد خود تو پاک ہوتی ہے مگر اسکا لعاب نجس ہوتا ہے (جیسے شیر، چیتا، کتا، اور تمام چیر پھاڑ کرنے والے درندے) تو اس کے گرنے سے بھی کنواں ناپاک ہوجائیگا بشرطیکہ پانی میں اس جانور کا منہ ڈوب جائے اور کنواں پاک کرنے کیلئے تمام پانی کا نکالنا واجب ہے کیونکہ لعاب ملنے سے کنواں ناپاک ہوجاتا ہے۔

◉ اگر وہ کنواں جاری ہے کہ پانی نکالنے سے اس کا پانی ختم ہی نہیں ہوتا زمین کی سونتوں سے برابر پانی نکلتا رہے تو اب فقہائے کرام کے فرمان کے مطابق شہر کے درمیانے ڈول کو معیار بناتے ہوئے ۲۰۰ سے لیکر ۳۰۰ تک ڈول نکالنا واجب ہے۔

◉ اگر وہ جانور بذات خود نجس العین ہے جیسے خنزیر تو اس کے گرنے سے بھی کنواں ناپاک ہوجائیگا خواہ اس کا لعاب پانی میں ملے یا نہ ملے۔

◉ اور اگر جانور ایسا ہے جس کا جھوٹا مشکوک ہوتا ہے (جیسا کہ گدھا اور خچر) اور اس کا لعاب پانی میں مل جائے تو اس کے جھوٹے پانی کی طرح کنویں کا پانی بھی مشکوک ہوجائیگا۔

◉ اور اگر گرنے والا جانور ایسا ہے جس کا جھوٹا مکروہ ہوتا ہے جیسے بلی، سباع الطیر (باز، شکرا، گدھ وغیرہ اور آزاد مُرغی، سانپ، چوہا وغیرہ) اور ان کے جسم پر نجاست وغیرہ نہیں تھی تو ان کے گرنے سے کنویں کا پانی بھی مکروہ ہوجائیگا۔



یہ تھی تفصیل جانور کو زندہ نکالنے کے بارے میں لیکن اگر وہ جانور کنویں میں گر کر مرجائے تو اب حکم شرعی کی تفصیل یہ ہے کہ دیکھا جائیگا کہ مرنے والا جانور کیسا ہے یا تو ایسا جانور ہوگا جس میں بہنے والا خون نہیں ہے یا وہ ایسا جانور ہوگا جس میں بہنے والا خون ہوتا ہے:

اگر وہ ایسا جانور ہے کہ جس میں بہنے والا خون نہیں ہوتا (جیسے چھپکلی، مچھر، مکھی، بھڑ، بچھو، پسّو کھٹمل، لال بیگ وغیرہ) انکے گر کر مرجانے سے بھی کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

اور اگر ایسا جانور ہے جس میں بہنے والا خون ہوتا ہے تو پھر اسکی دو حالتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) یا تو وہ جانور گر کر مرنے کے بعد پھول یا پھٹ چکا ہوگا۔ اگر وہ جانور مر کر پھول یا پھٹ چکا ہو تب بھی

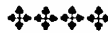
کنواں ناپاک ہوجائیگا کنویں کا سارا پانی نکالنا واجب ہے۔ خواہ وہ جانور چھوٹا ہو (جیسے چوہا) یا بڑا ہو (جیسے آدمی، بیل، بکری وغیرہ)۔

(۲) اور اگر وہ جانور گر کر مر تو گیا ہے مگر ابھی پھولا یا پھٹا نہیں ہے کنویں کے پانی کی طہارت کا حکم معلوم کرنے کیلئے جانور کی طرف دیکھنا ضروری ہے چنانچہ:

ا) اگر وہ جانور بڑا ہے (جیسے آدمی، کُتا، بکری وغیرہ) یا انکے قریب قریب یا ان سے بڑا جانور تو اب کنویں کو پاک کرنے کیلئے سارا پانی نکالنا ضروری ہے اگر سارا پانی کسی وجہ سے نکالنا ممکن نہ ہو تو کم از کم دوسو (۲۰۰) درمیانے درجے کے ڈول نکالنا واجب ہے اور تین سو (۳۰۰) نکالنا مستحب ہے۔

ب) اور اگر وہ جانور درمیانے درجے کا ہے جیسے بلّی وغیرہ تو اب کنواں پاک کرنے کیلئے چالیس ڈول سے پچاس ڈول تک نکالنا ضروری ہے۔ چالیس ڈول واجب ہیں اور پچاس نکالنا مستحب ہیں۔

ج) اور اگر وہ جانور چھوٹا ہے جیسے چڑیا، طوطا، مینا، چوہا وغیرہ تو اب کنویں کی پاکی کیلئے کم از کم بیس (۲۰) ڈول نکالنا ضروری ہے۔ تیس (۳۰) نکال لینا مستحب ہے۔



اب تک جانور کے گرنے کی تفصیل بیان ہورہی تھی اب ہم اس بات کی طرف آتے ہیں جس سے گفتگو شروع کی تھی کہ اگر وہ گرنے والی چیز نجاست ہے تو پھر کیا حکم ہے۔ چنانچہ اگر وہ گرنے والی چیز نجاست ہے تو وہ نجاست تین طرح کی ہوسکتی ہے:

(۱) اگر وہ نجاست ایسی ہے کہ جو پانی میں گرتے ہی اس میں تحلیل ہوجاتی ہے۔ اپنا کوئی وجود باقی نہیں رکھتی۔ تو ایسی نجاست کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوجائیگا خواہ وہ ایک ہی قطرہ کیوں نہ ہو (جیسے خون، پیشاب، پیپ، شراب وغیرہ)۔

(۲) اگر وہ نجاست ایسی ہے جو پانی میں گرتے ہی تحلیل نہیں ہوتی اور اسکا اپنا وجود باقی رہتا ہے تو اگر وہ ایسی نجاست ہے جس کے نرم ہونے کی وجہ سے اجزاء میں تخلخل ہوتا ہے کہ پانی اس میں جذب ہوجاتا ہے۔ (جیسے پاخانہ، مُرغی یا بطخ کی بیٹ) ان کے پانی میں مل جانے کی وجہ سے چونکہ نجاست کے اجزاء پانی کے اجزاء میں تحلیل ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا اس کی وجہ سے بھی پانی ناپاک ہوجائیگا خواہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ، نجاست خشک ہو یا تر۔

اگر وہ نجاست سخت ہے (جیسے اونٹ اور بکری کی مینگنی) اگر یہ تھوڑی مقدار میں ہے تو پانی نجس نہیں ہوگا اور اگر زیادہ مقدار میں ہے تو پانی نجس ہوجائیگا۔

زیادہ یا کم ہونیکا معیار یہ ہے کہ جسکو دیکھنے والا زیادہ سمجھے وہ زیادہ ہوگی۔ اور جس کو دیکھنے والا کم سمجھے وہ کم ہوگی۔ اور یہ معیار بھی ہے کہ ہر ڈول میں کوئی نہ کوئی مینگنی آجائے تو وہ زیادہ سمجھی جائیں گی۔

(۳) اگر کنویں میں کبوتر یا چڑیا وغیرہ کی بیٹ گر جائے تو اس سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔



ٹینکی کی تطہیر کا طریقہ:

ہر وہ چیز جس کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوجاتا ہے انہی اشیاء کے گرنے سے ٹینکی بھی ناپاک ہوجاتی ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل صورتوں میں کنواں ناپاک ہوجاتا ہے!

(۱) نجاست (پیشاب، پاخانہ، خون، شراب) گر جائے۔

(۲) ایسا جانور گر جائے جس کا لعاب نجس ہوتا ہے (جیسے درندے) اور اس کا منہ بھی پانی میں ڈوب جائے۔

(۳) ایسا جانور جس کے اندر بہنے والا خون ہوتا ہے، جبکہ وہ گر کر مر جائے اور پھول پھٹ جائے۔

اسی طرح اگر یہی صورتیں زمین دوز یا چھت کے اوپر والی ٹینکی میں پیش آئیں، تو بھی پانی ناپاک ہوجاتا ہے، اور کنویں کی طرح اس ٹینکی کو پاک کرنا ضروری ہوتا ہے۔

ٹینکی خواہ چھت کے اوپر ہو یا زمین دوز اگر ناپاک ہوجائے تو پاک کرنے کا آسان طریقہ ہے کہ ٹینکی کے پانی کو (جو ماء راکد کے حکم میں ہوتا ہے) کسی طرح جاری کر دیا جائے۔ ماء جاری ہوتے ہی یہ ٹینکی پاک ہوجائے گی۔ ٹینکی کے پانی کو جاری کرنے کی صورت یہ ہے کہ ایک طرف موٹر چلادی جائے جس سے پانی ٹینکی میں داخل ہونا شروع ہوجائے اور دوسری طرف اس ٹینکی سے نکلنے والے پائپ کا کوئی سائل (ٹونٹی) کھول دیا جائے۔ پانی کے دخول وخروج کے اس ترکیب سے یہ پانی ماء جاری کے حکم میں داخل ہوکر پاک ہوجائے گا۔ ٹینکی کے پاک ہوتے ہی (کنویں کی دیواروں، ڈول اور رسی کی طرح) اس سے ملنے والی تمام پائپ لائنیں اور نل پاک ہوجائینگے۔



متفرقات

◉ کنویں کے پانی کے ناپاک ہونے کی صورت میں جب پانی کی اتنی مقدار نکال لی جائے جتنا نکالنا پانی کو پاک کرنے کیلئے ضروری ہے تو کنواں پاک ہو جائیگا۔ کنویں کے اندر کے کنکر اور دیوار وغیرہ دھونا ضروری نہیں وہ خود ہی پاک ہو جائیں گی۔ اور اسی طرح ڈول اور اسکی رسّی بھی پاک ہو جائیگی۔

◉ ایسے جانور جو پانی میں رہتے ہیں وہ اگر کنویں میں مرجائیں یا خشکی میں مرنے کے بعد کنویں میں گر جائیں تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ جیسے مینڈک، مچھلی، کچھوا، کیکڑا وغیرہ ہاں اگر خشکی کے مینڈک میں خون ہو اور وہ پانی میں گر کر مر جائے تو پانی ناپاک ہو جائیگا۔ (بہشتی زیور ص ٦٠)

◉ جس چیز کے گرنے سے کنواں ناپاک ہو جائے اگر وہ چیز باوجود کوشش کے نہ نکل سکے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ چیز کیسی ہے۔ اگر وہ چیز ایسی ہے کہ خود تو پاک ہوتی ہے لیکن ناپاکی لگنے سے ناپاک ہوگئی ہے۔ جیسے ناپاک کپڑا، ناپاک گیند اور ناپاک جوتا۔ تب تو اس کا نکالنا معاف ہے ویسے ہی پانی نکالدیں لیکن اگر وہ چیز ایسی ہے کہ خود ناپاک ہے۔ جیسے مُردہ جانور، چوہا وغیرہ تو جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ یہ گل سڑ کے مٹی ہوگئی ہے تو اس وقت تک کنواں پاک نہیں ہو سکتا۔ اور جب یہ یقین ہو جائے اس وقت سارا پانی نکالدیں تو کنواں پاک ہو جائیگا۔

(بہشتی زیور ص ٦٤)

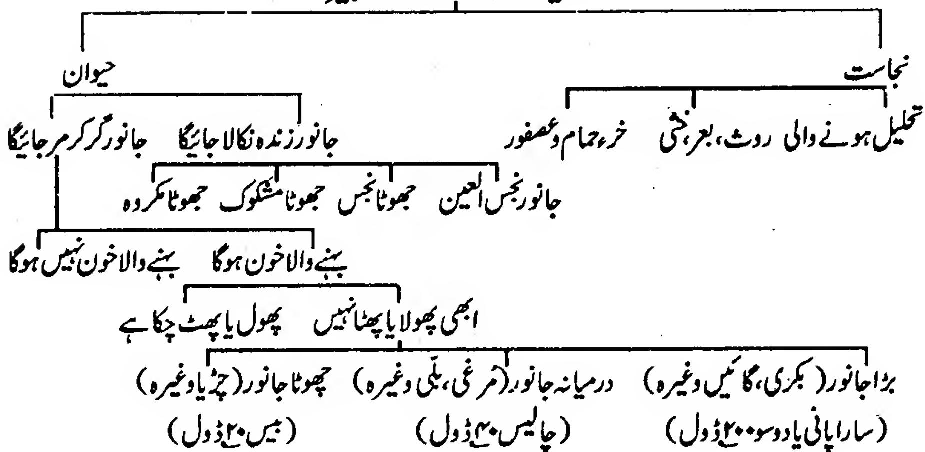
◉ اگر کنویں میں کوئی جانور گر کر مر جائے اور اسی حالت میں لوگ وضو، غسل اور کپڑوں کی دُھلائی میں وہ پانی استعمال کرتے رہے ہوں اور بعد میں وہ مرا ہوا جانور ملے تو اب اس پانی کے استعمال کے ساتھ پڑھی ہوئی نمازوں کا یہ حکم ہے:

ا) اگر تو اس جانور کے گرنے کا یقینی وقت معلوم ہو جائے تو اس وقت سے پڑھی ہوئی نمازیں لوٹائی جائیں اور دُھلے ہوئے کپڑوں کو دوبارہ دھویا جائے۔

ب) اور اگر گرنے کا یقینی وقت معلوم نہ ہو تو پھر دیکھا جائے کہ گرنے والا جانور پھولا یا پھٹا ہے یا نہیں۔ اگر جانور پھول یا پھٹ چکا ہے تو تین دن اور تین رات کی نمازیں لوٹائی جائیں اور اس مدّت میں دھوئے گئے کپڑوں کو دوبارہ دھویا جائے۔ اور اگر جانور ابھی تک پھولا یا پھٹا نہیں تو ایک دن اور ایک رات کی نمازوں کو لوٹایا جائے۔

❖❖❖❖

نقشہ ملاحظہ کیجئے





عملی مشق

سوال نمبرا

صحیح اور غلط بیان کی اس نشان (✓) کے ذریعے نشاندہی کیجئے۔ صحیح/غلط

(۱) کنویں یا ٹینکی میں کبوتر یا چڑیا کی بیٹ گر جائے تو اس سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ ☐ ☐

(۲) کنویں میں مینڈک یا مچھلی مر جانے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے۔ ☐ ☐

(۳) کنویں یا ٹینکی کے ناپاک ہونے کی صورت میں اگر اس کا سارا پانی نکال دیں ☐ ☐
تب بھی مکمل پاکی کے لئے اس کی دیواریں دھونا ضروری ہیں۔ ☐ ☐

(۴) استنجاء کے دوران قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا ناجائز نہیں ہے۔ ☐ ☐

(۵) ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ☐ ☐

(۶) استنجاء کے دوران تلاوت اور زبان سے ذکر کرنا جائز ہے۔ ☐ ☐

(۷) استنجاء فرض ہونے کی صورت میں صرف ڈھیلے یا ٹشو پیپر کا استعمال کافی ہے۔ ☐ ☐

(۸) ہڈی، کنکر، گوبر، لید اور کوئلے سے استنجاء کرنے سے طہارت حاصل نہیں ہوتی۔ ☐ ☐

(۹) ہر قابل احترام یا تکلیف دہ یا مزید آلودگی کا سبب بننے والی چیز سے استنجاء کرنے
سے طہارت حاصل نہیں ہوتی۔ ☐ ☐

(۱۰) بلی اگر تازہ چوہا کھا کر کنویں میں گر جائے تو کنویں کا پانی نجس ہو جائے گا۔ ☐ ☐

سوال نمبر۲

کون کون سی صورت میں کنویں کا سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔ صرف اسی صورت کے سامنے
(✓) کا نشان لگائیں:

☐ کنویں میں پیشاب کا قطرہ گر جائے۔

☐ کنویں میں گائے، بھینس کا گوبر گر جائے۔

☐ کنویں میں بکری کی چند مینگنیاں گر جائیں۔

☐ طوطے کی بیٹ گر جائے۔

☐ خنزیر گر کر مر جائے۔

☐ کتا گر کر مر جائے۔

☐ کتا گرے اور اسے زندہ نکال لیا جائے۔

☐ بکری گر کر مر جائے۔

☐ بکری گرے اور پھر اسے زندہ نکال لیا جائے۔

☐ گدھا گر جائے اور پھر اسے زندہ نکال لیا جائے۔

☐ دس بارہ چھپکلیاں گر کر مر جائیں۔

سوال نمبر ۳

درجِ ذیل واقعے میں زاہد، عمران، موسیٰ، افضل، عمر اور عبدالرحمٰن کی نمازوں کا کیا حکم ہے؟

(۱) شمسی مسجد کی ٹینکی میں چھپکلی گر کر مر گئی۔ اور لوگ اسی پانی سے وضو کرتے رہے معلوم ہونے پر چھپکلی نکال لی گئی۔ عمر نے دو نمازیں مسجد کے پانی سے اور باقی تینوں نمازیں گھر سے وضو کر کے پڑھیں۔

جواب...

(۲) مسجد باب الاسلام کی ٹینکی میں سے مرا ہوا چوہا نکلا۔ اس کے گرنے کا وقت معلوم نہیں ہے۔ اور چوہا پھول چکا تھا۔ زاہد نے تمام نمازیں مسجد کے پانی سے وضو کر کے پڑھیں، اور افضل صرف دو دن سے وہاں نماز پڑھ رہا تھا۔

جواب...

(۳) مسجد فیصل کی ٹینکی میں کوا گر گیا۔ مگر زندہ نکال لیا گیا۔ عمران نے فجر کے علاوہ باقی تمام نمازیں اسی پانی سے وضو کر کے پڑھیں۔

جواب..

(۴) موسیٰ تین روز نہر سے وضو کر کے نماز پڑھتا رہا۔ تیسرے روز ظہر کے وقت اس نے دیکھا کہ نہر میں مردہ کتا بہتا ہوا آ رہا ہے۔ وضو اور نماز کے بعد معلوم ہونے پر اس نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب..

(۵) عبدالرحمٰن جس کنویں سے وضو کرتا رہا۔ اس میں سے پھٹی ہوئی بلی پائی گئی۔ کسی نے آ کر بتلایا کہ یہ بلی دو دن پہلے گری ہے۔

جواب..



استنجاء کے احکام

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ﴿اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ اُعَلِّمُکُمْ فَاِذَا اَتٰی اَحَدُکُمُ الْغَائِطَ فَلَا یَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَلَا یَسْتَدْبِرُھَا وَلَا یَسْتَطِبْ بِیَمِیْنِہٖ وَکَانَ یَاْمُرُ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ وَیَنْھٰی عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ﴾. (رواہ ابوداؤد)

سرکارِ دوعالم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں تمھارے لئے ایسا ہوں جیسا کہ باپ بیٹے کیلئے ہوتا ہے۔ چنانچہ میں تمھیں احکام سکھلاتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت (پاخانہ وغیرہ) کیلئے جائے تو قبلے کی طرف منہ کرے نہ پشت اور دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے اور جناب رسول ﷺ تین ڈھیلوں سے استنجاء کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے اور گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرنے کو منع فرماتے تھے۔



قضائے حاجت (یعنی پیشاب پاخانہ) کرنے والے کو مندرجہ ذیل آداب کی پابندی کرنی چاہیے۔ ان آداب کو سہولت کی غرض سے تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱) کرنے کے کام (۲) نہ کرنے کے کام (۳) استنجاء کے مکروہات۔

(۱) استنجاء میں کرنے کے کام:

(۱) اتنی دور چلا جائے کہ اس کو کوئی دیکھ نہ سکے، اس سے نکلنے والی آواز کو کوئی سن نہ سکے۔ نہ اس کے فضلات کی بدبو دوسرے شخص کو پہنچے۔

(۲) قضائے حاجت کیلئے نرم اور نشیب جگہ کا انتخاب کرے تا کہ پیشاب کے چھینٹے اس کے بدن اور کپڑوں کو نہ لگیں۔ کیونکہ قبر کا عذاب عموماً پیشاب سے احتیاط نہ کرنیکی بناء پر ہوتا ہے۔

(۳) بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

اور جو شخص کسی صحرا (میدان یا جنگل) میں قضائے حاجت کر رہا ہو تو اس کو مندرجہ بالا دعا ستر کھولنے سے

پہلے پڑھنی چاہئے۔

(۴) بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھیں اور اس سے نکلتے وقت دایاں پاؤں باہر نکالے۔

(۵) قضائے حاجت اور استنجاء کے وقت سر ڈھانپے۔

(٦) بائیں پیر پر ذرا زور دیکر بیٹھیں اس لئے کہ یہ ہئیت قضائے حاجت میں سہولت کا سبب بنتی ہے۔

(۲) استنجاء میں نہ کرنے کے کام:

(۱) کسی سوراخ وغیرہ میں پیشاب نہ کرے اس لئے کہ عین ممکن ہے کہ سوراخ سے حشرات میں سے کوئی موذی جانور نکل کر اسے تکلیف پہنچا دے۔

(۲) کسی راستے، قبرستان، یا مسجد کے قریب ہرگز پیشاب یا پاخانہ نہ کرے۔

(۳) اسی طرح سے کسی چھاؤں میں بھی پیشاب و پاخانہ سے گریز کرے۔اس لئے کہ اس سے چھاؤں میں بیٹھنے والے کو تکلیف ہوگی۔اسی طرح اس جگہ کا حکم بھی یہی ہے جہاں لوگ موسمِ سرما میں دھوپ کے لئے بیٹھتے ہوں۔

(۴) پھل دار درخت کے نیچے پیشاب پاخانہ نہ کرے۔

(۳) استنجاء کے مکروہات :

(۱) قضائے حاجت کے دوران کسی سے بات کرنا مکروہ ہے البتہ ضرورت یا عذر کی بناء پر درست ہے۔

(۲) استنجاء کے دوران قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور زبان سے ذکر کرنا مکروہ ہے۔

(۳) قبلہ کی طرف منہ کر کے یا پُشت کر کے پیشاب یا پاخانہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے خواہ وہ بیت الخلاء میں ہو یا کسی صحرا میں ہو۔

(۴) سورج اور چاند کی سمت رُخ نہ کرے۔

(۵) ماءِ راکد (یعنی ٹھہرا ہوئے پانی) جو تھوڑا ہو اس میں پیشاب کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

(٦) جاری پانی یا ایسے ٹھہرے ہوئے پانی میں جو بہت زیادہ ہو پیشاب، پاخانہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۷) غسل خانہ میں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔کیونکہ اکثر وسواس کی بیماری اسی سے پیدا ہوتی ہے۔

(۸) کسی کنویں، نہریا حوض کے قریب پاخانہ یا پیشاب کرنا مکروہ ہے۔

(۹) کسی ایسی جگہ بیٹھ کر استنجاء کرنا جہاں پر کسی کی نظر پڑنے کا اندیشہ ہو مکروہ ہے۔

(۱۰) بغیر عذر دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔

(۱۱) بغیر عذر کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے۔

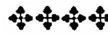
جب قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے تو پہلے دایاں پاؤں باہر نکالے پھر یہ دُعا پڑھے:

غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَ عَافَانِیْ۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ استنجاء سے فراغت کے بعد یہ کلمات کہنے چاہئیں:

اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَ حَصِّنْ فَرْجِیْ مِنَ الْفَوَاحِشِ۔

(احیاء العلوم ص ۲۱۸ ج ۱)



استنجاء کے آداب

استنجاء کرنے سے پہلے پیشاب، پاخانہ سے مکمّل استبراء (فراغت کا یقین) حاصل کرنا ضروری ہے۔ استبراء کا مطلب یہ ہے کہ پیشاب وغیرہ کے ایک دو قطرات جو باقی رہ جاتے ہیں ان کے نکل جانے کا مکمّل اطمینان حاصل کر لیا جائے۔

شیخ المشائخ حضرت سیّدنا شاہ عبدالقادر جیلانیؒ نے استبراء کا یہ طریقہ بیان فرمایا ہے کہ تین پاک پتھر لئے جائیں۔ جن میں سے ایک پتھر دائیں ہاتھ میں لیا جائے اور اگلی شرمگاہ سے صفائی شروع کی جائے۔ الٹے ہاتھ سے پیشاب گاہ کی جڑ سے لیکر سر تک تین مرتبہ سونتا جائے۔ اور جو قطرے نکلیں ان کو دائیں ہاتھ کے پتھر سے صاف کیا جائے یہاں تک کہ سوراخ کے منہ پر تری کا نشان بھی باقی نہ رہے۔ اس طرح تین پتھروں سے یہ عمل کیا جائے۔

(غنیۃ الطالبین۔ ص ۵۱)



استنجاء کے حکم میں تفصیل یہ ہے کہ یہ بعض صورتوں میں فرض ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں واجب۔ بعض صورتوں

میں سنت ہوتا ہے بعض صورتوں میں مستحب ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں بدعت۔

(۱) استنجاء کے فرض ہونے کی صورت :

جب نجاست مخرج (پاخانے کی جگہ) سے بڑھ جائے۔اور بڑھ کر ایک درہم کی مقدار سے زائد ہو جائے تو پانی سے اس کا دھونا فرض ہے اس نجاست کے ہوتے ہوئے نماز کا پڑھنا جائز نہیں۔

حضراتِ فقہائے کرامؒ نے ایک درھم کی مقدار کا اندازہ ہتھیلی کی گہرائی سے کیا ہے کہ ہاتھ کے سیدھا کرنے کی صورت میں ہتھیلی میں جس حد تک پانی ٹھہر جاتا ہے وہ ایک درہم کے برابر ہے۔

(۲) واجب ہونے کی صورت :

اگر نجاست مخرج سے بڑھ جائے اور یا بڑھ کر ایک درہم ہو تو پھر پانی سے اس کا صاف کرنا واجب ہے۔

(۳) سنّت ہونیکی صورت :

اگر نجاست مخرج سے نہ بڑھے بلکہ نجاست کا اثر صرف مخرج کی حد تک رہے تو پھر پانی سے استنجاء کرنا سنّت ہے۔

(۴) مستحب ہونیکی صورت :

اگر کسی شخص نے پاخانہ نہ کیا ہو صرف پیشاب کیا ہو اس صورت میں استنجاء کرنا مستحب ہے۔

(۵) بدعت ہونے کی صورت :

کسی شخص نے پیشاب، پاخانہ وغیرہ کچھ بھی نہیں کیا۔صرف ہوا خارج ہوئی ہے تو اس صورت میں استنجاء کرنا بدعت ہے۔

◉ یاد رہے کہ استنجاء کی ہر حالت میں صرف پانی پر بھی اکتفا کرنا جائز ہے۔اسی طرح اگر نجاست کی مقدار ایک درہم سے کم ہے تو صرف ڈھیلوں پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے۔البتہ اس صورت میں ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی سے دھونا افضل ہے ڈھیلوں کے بعد پانی استعمال کرنے سے زیادہ پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

◉ یاد رہے کہ تین ڈھیلوں یا تین پتھروں سے استنجاء کرنا مستحب ہے۔لیکن اگر تین ڈھیلوں سے صفائی حاصل نہ ہو تو پھر طاق کی رعایت کرتے ہوئے تین ڈھیلوں سے زیادہ بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ڈھیلوں کے استعمال کے بعد اپنے ہاتھ پانی سے دھو کر صاف کر لینے چاہئیں۔اس کے بعد پانی سے استجاء کرنا چاہئے۔استنجاء سے فراغت کے بعد اپنے ہاتھوں کو دھونا اور دھونے کیلئے مٹی یا صابن استعمال کرنا چاہئے۔تاکہ ہاتھ خوب اچھی طرح صاف

ہو جائیں اور بدبُو بھی ختم ہو جائے۔

کِن اشیاء سے استنجاء ناجائز ہے؟

درجِ ذیل اشیاء سے استنجاء کرنا ناجائز ہے۔

(۱) ایسی چیز سے استنجاء نہ کرے جو قابلِ احترام ہو جیسے کھانے پینے کی اشیاء اور کاغذ وغیرہ۔ کیونکہ کاغذ علم کا آلہ اور ذریعہ ہے۔ اس کا ادب بہت ضروری ہے۔ البتہ ٹشو پیپر سے استنجاء کرنا جائز ہے کیونکہ یہ صرف استنجاء کے غرض سے ہی بنایا گیا ہے۔

(۲) کسی بھی قیمتی چیز سے استنجاء نہ کرے۔ جیسے کپڑا وغیرہ۔ لہٰذا کوئی کپڑا ایسا ہو جو پہننے کے قابل نہ رہا ہو تو اس سے استنجاء کرنا جائز ہے۔

(۳) کسی تکلیف دہ چیز سے استنجاء نہ کرے۔ جیسے کنکر، شیشہ، پکّی اینٹ اور ہڈی وغیرہ۔ کیونکہ ان چیزوں سے آدمی کے زخمی ہونے کا خطرہ ہے اور ہڈی سے استنجاء کے ممنوع ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ جنوں کی خوراک ہے۔

(۴) کسی بھی ایسی چیز سے استنجاء نہ کرے جو صفائی کے بجائے مزید آلودگی اور تلویث کا سبب بن جائے۔ جیسے کوئلہ، گوبر،، لید وغیرہ۔

وضاحت : خوب یاد رہے کہ ان اشیاء سے استنجاء کرنا بُرا ہے۔ تاہم اگر کسی نے کرلیا تو استنجاء ہو جائیگا جس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی پاکیزگی کی بنیاد پر نماز صحیح ہو جائے گی۔ اوپر ذکر کردہ اصول کی روشنی میں مندرجہ بالا اشیاء کے علاوہ باقی چیزوں سے (پتھر، ڈھیلوں وغیرہ) سے استنجاء کرنا جائز ہے۔

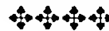


عملی مشق

سوال نمبر۱

ذیل میں دو کالم دیئے گئے ہیں، دونوں کالموں میں دیئے گئے جملوں کا صحیح موازنہ کر کے تیسرا کالم پُر کریں

کالم نمبر۱	کالم نمبر۲	کالم نمبر۳
(۱) غسل خانہ میں پیشاب کرنا	مکروہ تحریمی	
(۲) نجاست صرف مخرج کی حد تک ہو تو استنجاء کرنا	واجب	
(۳) استنجاء میں ردی کپڑے کا استعمال	سنت	
(۴) استنجاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا	بدعت	
(۵) نجاست مخرج سے بڑھ جائے تو استنجاء کرنا	مستحب	
(۶) ہوا نکلنے کی صورت میں استنجاء کرنا	مکروہ تنزیہی	
(۷) ڈھیلے یا ٹشو کے بعد پانی استعمال کرنا	جائز	



وضو کے احکام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ط

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اپنے چہرے کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ۔ اور اپنے سروں پر (بھیگا) ہاتھ پھیرو۔ اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت دھوؤ۔

اور جناب نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ اَحَدِكُمْ اِذَا اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّا

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی شخص کی نماز کو اس وقت تک قبول نہیں فرماتے جب تک وہ وضو کے ساتھ نماز نہ پڑھے۔



وضو کا معنٰی: " وضو کا لغوی معنٰی ہے اچھی طرح پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا۔ اور اصطلاح شرع میں وضو اسے کہتے ہیں کہ پانی سے چہرہ، ہاتھوں اور پیروں کو دھونا اور سر کا مسح کرنا"۔

وضو کی اہمیت : " نماز وضو کے بغیر جائز نہیں اور قرآن مجید کو وضو کے بغیر چھونا جائز نہیں ہے، جو شخص ہر وقت باوضو رہتا ہے تو اس کو ہر وقت باوضو رہنے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے درجات بلند ہوتے رہتے ہیں"۔



وضو کے ارکان: وضو کے ارکان یعنی فرائض چار ہیں:

(۱) چہرے کو ایک مرتبہ دھونا۔ اور چہرے کی حد یہ ہے کہ پیشانی پر بال اُگنے کی جگہ سے لیکر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک۔

(۲) ہاتھوں کو کہنیوں سمیت ایک مرتبہ دھونا۔

(۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

(۴) پاؤں ٹخنوں سمیت ایک مرتبہ دھونا۔

وضو کے صحیح ہونے کی شرائط:

وضو کے صحیح ہونے کیلئے تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ ان میں سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو وضو صحیح نہیں ہوگا۔

(۱) جن اعضاء کو وضو میں دھونا واجب ہے ان اعضاء پر پانی بہانا، محض تر کرنا کافی نہیں۔

(۲) اعضاء پر کسی ایسی چیز کا نہ ہونا جو پانی کو کھال تک پہنچنے نہ دے مثلاً ناخن وغیر پر آٹا، ناخن پالش، موم بتی یا پینٹ وغیرہ کا لگا ہونا۔

(۳) جن چیزوں سے وضو باطل ہوتا ہے ان کا نہ پایا جانا۔ اگر دورانِ وضو بھی کوئی ایسی چیز پائی گئی جن سے وضو باطل ہوتا ہے تو ازسرِ نو وضو کرنا پڑے گا ورنہ وضو نہیں ہوگا۔ مثلاً سر کا مسح کرنے کے بعد منہ یا ناک سے خون نکل آیا یا ہوا خارج ہوگئی تو ازسرِ نو وضو کرنا پڑے گا۔ اگر ان افعال کے سرزد ہونے کے باوجود وضو کو جاری رکھا اور پاؤں بھی دھولئے تو یہ وضو صحیح نہیں ہوگا۔

وضو کے واجب ہونے کی شرائط:

وضو صرف اس شخص پر واجب ہوتا ہے جس میں درجِ ذیل شرائط پائی جائیں:۔

(۱) بالغ ہونا۔ لہٰذا نابالغ بچے پر وضو واجب نہیں۔

(۲) عاقل ہونا۔ لہٰذا پاگل پر وضو واجب نہیں۔

(۳) مسلمان ہونا۔ لہٰذا کافر پر وضو واجب نہیں۔

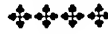
(۴) اتنے پانی پر قادر ہونا جتنا تمام اعضاء کے دھونے کیلئے کافی ہے۔ لہٰذا اگر بالکل پانی نہ ہو یا پانی تو ہو

مگر کم ہو، تمام اعضاء کے دھونے کیلئے کافی نہ ہوتو پھر وضو واجب نہیں۔

(۵) حدثِ اصغر کا پایا جانا۔ یعنی اگر کسی نے قضائے حاجت کرلی یا پیشاب کی حاجت ہوئی، تو اس کے بعد نماز پڑھنے کا ارادہ کرے یا قرآن کریم ہاتھ میں لے کر تلاوت کرنا چاہتا ہو تو ایسے شخص پر وضو واجب ہے۔ اور اگر کوئی شخص پہلے سے باوضو ہے تو اس پر وضو کرنا واجب تو نہیں لیکن اگر کرلے تو اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔

(۶) حدثِ اکبر نہ ہونا۔ یعنی حالتِ جنابت یا حیض ونفاس کی وجہ سے غسل واجب ہو، تو اس کیلئے وضو کافی نہ ہوگا۔

(۷) وقت کا تنگ ہونا:۔ یعنی نماز کا وقت ختم ہونے میں صرف اتنا وقت باقی ہو کہ جس میں وضو کرکے آرام سے نماز پڑھ سکتا ہو، تو ایسی حالت میں وضو کرنا واجب ہے۔ اور اگر بہت زیادہ وقت باقی ہو۔ مثلاً کسی نماز کے ختم ہونے میں ابھی ایک گھنٹہ یا اس سے زائد وقت ہے تو اس صورت میں فوراً وضو کرنا واجب نہیں، بلکہ تاخیر بھی جائز ہے۔



وضو کی سنّتیں :

وضو میں درجِ ذیل کام کرنا سنت ہیں۔ وضو کرنے والے کو چاہئے کہ وہ ان تمام باتوں پر عمل پیرا ہوتا کہ اس کا وضو کامل ہوجائے اور اس کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہو۔

(۱) وضو شروع کرنے سے پہلے وضو کی نیت کرنا۔

(۲) "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم" پڑھنا۔

(۳) دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا۔

(۴) مسواک کرنا۔ اگر مسواک نہ ملے تو پھر اُنگلی یا موٹا کپڑا استعمال کرنا۔

(۵) کلّی کرنا۔ (تین مرتبہ)

(۶) ناک میں پانی ڈالنا۔ (تین مرتبہ)

(۷) اگر روزہ نہ ہو تو کلّی میں غرغرہ کرنا اور ناک میں کچی ہڈّی تک پانی چڑھانا۔ اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

(۸) ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا۔

(۹) سارے سر کا مسح کرنا۔

(۱۰) اپنے کانوں کا مسح کرنا (جس کا طریقہ یہ ہے کہ کلمہ والی اُنگلی سے کان کے اندر کا مسح کرے اور

انگوٹھوں سے کان کے اُوپر کا مسح کرے۔ یاد رہے کہ کان کیلئے الگ سے پانی لینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ سَر کے مسح سے جو پانی بچا ہے وہی کافی ہے۔)

(۱۱) داڑھی کا خلال کرنا۔

(۱۲) اُنگلیوں کا خلال کرنا۔ پاؤں کی اُنگلیوں میں خلال کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی چھوٹی اُنگلی سے پیر کی اُنگلیوں کا خلال کرے۔ دائیں پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور بالترتیب بائیں پیر کی چھوٹی انگلی پر ختم کردے۔

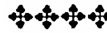
(۱۳) اعضاء کو دھوتے وقت انھیں ملنا۔

(۱۴) دوسرے عُضو کو پہلے عُضو کے خشک ہونے سے پہلے پہلے دھولینا۔

(۱۵) اعضاء کے دھونے میں ترتیب کا خیال رکھنا۔ پہلے چہرہ دھونا، پھر دونوں ہاتھ دھونا، پھر سَر کا مسح کرنا اور پھر دونوں پاؤں دھونا۔

(۱۶) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ اور دائیں پاؤں کو بائیں پاؤں سے پہلے دھونا۔

(۱۷) سَر کے اگلے حصے سے مسح کی ابتداء کرنا۔



وضو کے آداب و مستحبات :

مُستحب کی تعریف: ایسا کام جس کے کرنے سے ثواب ہو، نہ کرنے سے کچھ بھی گناہ نہ ہو اور شریعت نے اُن کے کرنے کی تاکید بھی نہ کی ہو۔ "مُستحب" کہلاتا ہے۔

وُضو میں درجِ ذیل کام کرنا مُستحب ہے:

(۱) وضو کیلئے کسی اونچی جگہ بیٹھنا تاکہ مستعمل پانی کی چھینٹیں نہ پڑیں۔

(۲) قبلہ رُخ ہوکر بیٹھنا۔

(۳) وضو کے کام میں کسی سے مدد حاصل نہ کرنا۔

(۴) لوگوں سے بات چیت کرنے سے پرہیز کرنا۔

(۵) وضو کے دوران آنحضرت ﷺ سے منقول دُعاؤں کا پڑھنا۔

(۶) دل سے وضو کی نیت کرتے ہوئے زبان سے بھی کر لینا۔

(۷) ہر عضو کے دھوتے وقت "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم" پڑھنا۔

(۸) کانوں کے مسح کے دوران تر اُنگلی کانوں کے سوراخ میں داخل کرنا۔

(۹) انگوٹھی کو حرکت دینا۔ اگر انگوٹھی ایسی تنگ ہو کہ ہلائے بغیر پانی جلد تک نہ پہنچے تو وضو کے صحیح ہونے کیلئے انگوٹھی ہلانا واجب ہے۔

(۱۰) کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کیلئے دایاں ہاتھ استعمال کرنا۔ البتہ ناک صاف کرنے کیلئے بایاں ہاتھ استعمال کرنا۔

(۱۱) اگر آدمی معذور نہ ہو تو ہر نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے پہلے وضو کر لینا۔

(۱۲) ضو سے فارغ ہو کر قبلہ رُخ کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھنا:

"اَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ"۔



وضو کے مکروہات :

وضو میں درجِ ذیل باتیں مکروہ ہیں:

(۱) بلاضرورت پانی زیادہ استعمال کرنا مکروہ ہے۔ خواہ پانی کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔

(۲) بلاضرورت پانی کے استعمال میں بُخل سے کام لینا اور کم استعمال کرنا مکروہ ہے۔

(۳) منہ پر زور سے پانی کا طمانچہ مارنا۔

(۴) وضو کے دوران دُنیوی گفتگو کرنا۔

(۵) وضو میں دوسروں سے تعاون حاصل کرنا۔ ہاں! اگر معذور ہے تو پھر دوسروں سے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۶) ہر مرتبہ نیا پانی لیکر سر کا تین مرتبہ مسح کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۷) وضو کے دوران آنکھوں یا منہ کو زیادہ زور سے بند کرنا۔ اگر آنکھ یا منہ زور سے بند کیا اور پلک یا ہونٹ

کچھ سوکھا رہ گیا یا آنکھ کے کوے میں پانی نہ پہنچا تو وضو نہیں ہوگا۔



وضو کی اقسام :

وضو کی تین قسمیں ہیں:

(۱) فرض (۲) واجب (۳) مستحب

فرض : درجِ ذیل چار صورتوں میں مُحْدِث پر وضو کرنا فرض ہو جاتا ہے:

(۱) نماز کی ادائیگی کیلئے خواہ نماز فرض ہو یا نفل۔

(۲) نماز جنازہ کیلئے۔

(۳) سجدۂ تلاوت کیلئے۔

(۴) قرآن کریم کو چھونے کیلئے۔اسی طرح اگر کوئی بے وضو آدمی کاغذ یا دیوار یا کسی اور جگہ لکھی ہوئی آیتِ قرآنیہ کو چھونا چاہتا ہے تو اس کیلئے بھی وضو کرنا فرض ہے۔

واجب : وضو صرف ایک صورت میں واجب ہوتا ہے۔

◉ بیت اللہ شریف کے طواف کے لئے۔

مستحب : درجِ ذیل صورتوں میں وضو کرنا مستحب ہے:

(۱) رات کو سوتے وقت تا کہ طہارت کی حالت میں نیند ہو۔

(۲) نیند سے بیدار ہو کر۔

(۳) ہمیشہ باوضو رہنا۔

(۴) ثواب کی نیّت سے وضو کے ہوتے ہوئے وضو کر لینا۔

(۵) غیبت، چغلی یا جھوٹ وغیرہ کسی بھی گناہ کے ارتکاب ہو جانے کے بعد۔

(۶) کسی گندے شعر کے پڑھنے کے بعد۔

(۷) نماز سے باہر قہقہہ لگانے کے بعد۔

(۸) میت کو غسل دینے سے پہلے۔

(۹) جنازہ اُٹھانے سے پہلے۔

(۱۰) ہر نماز کیلئے الگ وضو کرنا۔

(۱۱) جنابت کا غسل کرنے سے پہلے۔

(۱۲) جنبی آدمی کیلئے کھانے، پینے یا سونے سے پہلے وضو کرنا۔

(۱۳) غصہ کیوقت وضو کرنا۔ کیونکہ غصہ شیطان کی وجہ سے آتا ہے اور شیطان آگ سے بنا ہے۔ لہٰذا اسکو ٹھنڈا کرنے کیلئے وضو مستحب ہے۔

(۱۴) زبانی تلاوتِ قرآنِ کریم کیلئے وضو کرنا۔

(۱۵) حدیث شریف پڑھنے یا روایت کرنے سے پہلے۔

(۱۶) علمِ شریعت (فقہ وغیرہ) سیکھنے کیلئے۔

(۱۷) اذان دینے کیلئے وضو کرنا۔

(۱۸) سرکارِ دوعالم ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت سے مشرف ہونے کیلئے وضو کرنا مستحب ہے۔

(۱۹) میدانِ عرفات میں وقوف کیلئے۔

(۲۰) "صفا" اور "مروہ" کے درمیان سعی کے دوران۔



نواقضِ وضو: (وضو کو توڑنے والی چیزیں)

درجِ ذیل صورتوں میں سے کوئی صورت پائی جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱) سَبیلَین (پیشاب اور پاخانے کے مقام) میں سے کوئی چیز نکل آئے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ جیسے پیشاب، پاخانہ، ہوا، مَنی، مَذی، وَدی، حیض ونفاس یا استحاضہ کا خون وغیرہ۔

(۲) بدن سے خون یا پیپ نکلے اور وہ بدن کے اس حصہ کی طرف سے بہہ جائے جسکا دھونا غسل میں واجب ہوتا ہے۔

(۳) منہ سے خون نکلے اور وہ تھوک پر غالب ہو جائے یا تھوک کے برابر ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

(۴) اگر قے ہو جائے تو اسکی مختلف صورتیں ہیں:

(1) اس میں کھانا، پینا یا پت نکلے اور قے منہ بھر کر آئی تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(2) اگر قے میں نرا بلغم ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ خواہ وہ بلغم کتنا ہی کیوں نہ ہو

(3) اگر قے میں خون گرے اور وہ پتلا اور بہتا ہوا ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ خواہ وہ خون تھوڑا ہو یا زیادہ

(4) اگر جما ہوا خون ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرے اور وہ منہ بھر کر ہو تو وضو ٹوٹ جائیگا اور اگر منہ بھر کر نہ ہو بلکہ کم ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔



وضاحت : یہ یاد رہے کہ اگر تھوڑی تھوڑی کر کے کئی دفعہ قے ہوئی لیکن سب ملا کر اتنی ہے کہ اگر سب ایک ہی دفعہ آتی تو منہ بھر کر آتی تو پھر دیکھا جائیگا کہ متلی (دل کی برائی) برابر باقی ہے یا نہیں۔ اگر متلی برابر جاری رہی تو اس تھوڑا تھوڑا قے آنے سے (جس کی مجموعی مقدار منہ بھر کے ہو جاتی ہے) وضو ٹوٹ جائیگا۔

☆ اور اگر ایک ہی متلی برابر نہیں رہی بلکہ پہلی دفعہ کی متلی جاتی رہی اور دل سے برائی ختم ہوگئی اور پھر دوبارہ متلی شروع ہوئی اور تھوڑی سی قے آگئی اسی طرح تیسری اور چوتھی مرتبہ ہوا تو اس طرح کی قے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ خواہ ان کی مجموعی مقدار منہ بھر کر ہی کیوں نہ ہو۔

☆ منہ بھر کر آنے والی وہ قے ہوتی ہے جو بڑی مشکل سے منہ میں رکے۔ اگر قے آسانی سے منہ میں رک سکتی ہے تو اسے منہ بھر کر نہیں کہتے۔

(۵) لیٹے لیٹے آنکھ لگ گئی یا کسی ایسی چیز سے سہارا اور ٹیک لگا کر سو جانا جس کے ہٹانے سے آدمی گر سکتا ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(٦) بے ہوش ہو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۷) پاگل ہو جانا۔

(۸) نشہ آور چیز کھانے سے اس قدر نشہ آجانا کہ صحیح طریقے سے چلا نہیں جا رہا بلکہ قدم ادھر ادھر ڈگمگاتا رہے تو بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۹) رکوع سجدے والی نماز میں بالغ آدمی کا بیداری کی حالت میں قہقہہ لگانا۔

◉ لہٰذا نابالغ آدمی کے قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

◉ بالغ آدمی نے قہقہہ لگایا ہے مگر وہ نماز رکوع سجدے والی نہیں ہے۔ (جیسے نمازِ جنازہ) تو بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔

◉ یا نماز رکوع سجدے والی ہے اور قہقہ لگانے والا بالغ آدمی ہے مگر نماز کے اندر نیند کی حالت میں قہقہ لگادیا تب بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔

ہنسی کی اقسام:

(۱) ایسی ہنسی جس میں صرف دانت کھل جائیں لیکن کسی قسم کی کوئی آواز نہ ہو اسے عربی میں" تبسم" کہتے ہیں۔اس سے وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز۔اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی۔

(۲) ایسی ہنسی جس میں اتنی آواز نکلے کہ آدمی خود سن لے اس کو عربی میں ضحک کہتے ہیں۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے البتہ وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۳) اور ایسی ہنسی جس میں اتنی آواز نکلے کہ قریب والا شخص بھی سن لے اسے عربی میں قہقہہ کہتے ہیں ۔اس سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں۔



نواقض وضوء پر ایک حکیمانہ نظر:

وضو کو توڑنے والی چیزیں درج ذیل ہیں؛

(۱) سبیلین سے سے طبعی عادت کے مطابق نکلنے والی اشیاء۔

(۲) سبیلین سے عادتِ طبعیہ کے خلاف نکلنے والی اشیاء۔

(۳) پورے بدن سے نکلنے والا خون یا پیپ وغیرہ۔

(۴) منہ سے نکلنے والی قے۔

(۵) نیند: لیٹنے کی صورت میں ہو یا ٹیک لگا کر۔

(۶) بیہوش ہو جانا۔

(۷) پاگل ہو جانا۔

(۸) نشہ آجانا۔

(۹) نماز میں قہقہہ لگانا۔



وضوتوڑنے والے ان تمام اسباب پر اگر ہم نظر ڈالیں تو واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضوتوڑنے والی اصل چیز خروج نجاست ہے۔ چنانچہ جس چیز میں نجاست کے خروج کا یقین ہے یا اس کا گمان اور امکان ہے وہ ناقض وضو ہے۔اور جس چیز میں یہ صورتِ حال درپیش نہ ہو وہ ناقض وضونہیں ہے۔

اب ذرا اوپر ذکر کردہ فہرست پر نظر ڈالئے۔

◉ پہلے نمبر میں سبیلین سے یقینی طور پر نجاست (پیشاب، پاخانہ،حیض ونفاس، استحاضہ اور خون وغیرہ) کا خروج ہوتا ہے۔

اسی صورت میں طبعی طور پر نکلنے والی ریح (ہوا) کا خروج بھی اسی لئے ناقض ہے کہ یہ ہوا چونکہ نجاست کے مقام سے نکلتی ہے لہٰذا اس میں نجاست کی آلودگی کا قوی امکان ہے۔

◉ دوسرے نمبر میں عادتِ طبعیہ کے خلاف نکلنے والی اشیاء (مثلاً کنکر، کیڑا یا علاج ''Terat Meant'') کے طور پر استعمال ہونے والے طبی آلات۔ چونکہ یہ چیزیں بھی نجاست کے مقام سے گزرتی ہیں لہٰذا نجاست کا کچھ نہ کچھ حصہ کے ساتھ ان کی تلویث کی وجہ سے خروجِ نجاست کا قوی امکان ہے۔

◉ تیسرے نمبر پر خون یا پیپ نکل کر بہہ جائے تو اس صورت میں نجاست کا نکلنا آنکھوں سے نظر آتا ہے۔

◉ چوتھے نمبر قے ہے۔ اگر تھوڑی ہو تو چونکہ جوف معدے کے اوپر والے حصہ سے گزرتی ہے جہاں نجاست نہیں ہوتی لہٰذا یہ قے ناقض وضو بھی نہیں۔البتہ منہ بھر کر آنے والی قے جوف معدہ کے اس نچلے حصہ سے کھینچ کر آتی ہے جو نجاست کی جگہ ہے۔لہٰذا اس قے کے ساتھ نجاست کے آنے کا قوی امکان ہے۔لہٰذا یہ قے ناقض وضو قرار دی گئی ہے۔

◉ پانچواں نمبر نیند کا ہے۔عموماً بدنِ انسانی میں ریح موجود ہوتی ہے۔ جو باہر نکلنے کے لئے پرتولتی رہتی ہے۔ مگر اعضاء میں تناؤ کی وجہ سے کبھی نکل نہیں پاتی۔مگر جوں ہی انسان سو جاتا ہے تو اس کے اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور ریح کے خروج سے اعضاء کے تناؤ کی جو رکاوٹ ہوتی ہے ختم ہو جاتی ہے۔لہٰذا ریح کے نکلنے کا قوی امکان پیدا ہو جاتا ہے۔

اب چونکہ نیند کی حالت میں بے خبر انسان کے لئے فیصلہ کرنا اس کی ریح نکلی ہے یا نہیں۔ مشکل تھا لہٰذا شریعت نے طہارت کے متلاشی حضرات کے لئے خروجِ ریح کے اس قوی نیند پر حکم صادر کیا کہ یہ نیند ناقض وضو ہے۔

◉ بے ہوشی میں نیند سے بڑھ کر اعضاء میں ڈھیل پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے خروجِ ریح کا امکان اس

میں نیند سے بھی زیادہ ہے۔

◉ نشہ اور جنون میں انسان نیند سے بھی کہیں زیادہ بے خبر ہو جاتا ہے۔لہٰذا ان دو حالتوں میں ریح کی صورت میں خروج نجاست کے امکان کو ٹھکرایا نہیں جا سکتا۔لہٰذا یہ اسباب بھی ناقض ہیں۔

◉ قہقہہ میں کسی قسم کی نجاست نہیں نکلتی۔اس کا ناقض وضو ہونا خلافِ عقل ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے، عقلی وجہ سے چشم پوشی کر کے اس کو ناقض وضو مان لیا گیا۔

ایسی اشیاء جن سے وضو نہیں ٹوٹتا :

ذیل میں وہ باتیں ذکر کی جاتی ہیں جو ان چیزوں کے مشابہ ضرور ہے جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر درحقیقت ان سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۱)۔ ا اگر کسی شخص کے بدن سے خون یا پھوڑے پھنسی سے پیپ اور گندا پانی صرف ظاہر ہوا ہو مگر ابھی اپنی جگہ بہا نہیں ہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔خواہ اس خون یا پیپ کو ٹشو وغیرہ سے صاف کر دیا گیا ہو۔

ب. اگر کسی نے زخم، پھوڑے پھنسی سے دبا کر خون نکالا ہے، مگر وہ خون بہا نہیں تو اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔

ج. اگر کسی کے زخم سے تھوڑا تھوڑا کر کے خون رس رہا ہو اور یہ شخص کپڑے یا ٹشو سے برابر اس کو صاف کر رہا ہے تو دیکھا جائیگا کہ اس کے دل کا غالب گمان کیا ہے۔

اگر دل میں یہ بات زیادہ قوت سے آ جائے کہ اگر یہ اسے صاف نہ کرتا تو یہ سارا خون جمع ہو کر بہہ پڑتا تب بھی وضو ٹوٹ جائیگا۔اور اگر دل میں یہ بات آئے کہ اگر یہ اسے صاف نہ کرتا تب بھی سارا خون جمع ہو کر اپنی جگہ کھڑا رہتا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

(۲) سَبِیلَین (پیشاب، پاخانہ کے مقام) کے علاوہ کسی اور جگہ مثلاً زخم یا کان وغیرہ سے کوئی کیڑا نکل آئے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۳) کسی آدمی نے بلغم سے قے کی خواہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۴) اگر کوئی شخص سنّت کے مطابق نماز پڑھ رہا ہو اور وہ نماز کی حالت میں سو جائے تو اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا خواہ وہ قیام کی حالت میں سوئے یا رکوع کی حالت میں، سجدے کی حالت میں سوئے یا تشہد کی حالت میں۔

وضاحت : یہ مسئلہ صرف مردوں کیلئے ہے اور اگر عورت سجدے کی حالت میں سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۵) اپنے ہاتھوں سے آلۂ تناسل کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(٦) کسی عورت کے چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔

(٧) سونے والے شخص کا جھومنا۔



متفرقات

◉ اگر کوئی شخص غسل کرلے یا سمندر یا دریا میں ڈبکی لگالے یا بارش میں نہالے اور ضروری اعضاء سب تر ہوجائیں تو اس سے بھی وضو ہوجائیگا۔ پھر سے نیا وضو کرنا ضروری نہیں۔

◉ وضو کرتے وقت ایڑی پر یا کسی اور جگہ پانی نہیں پہنچا اور جب وضو پورا ہوچکا جب معلوم ہوا کہ فلانی جگہ سوکھی رہ گئی ہے تو اب وہاں صرف گیلا ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں ہے بلکہ پانی بہانا چاہئے۔

◉ اگر کسی شخص کی آنکھ میں دانہ تھا اور وہ پھٹ گیا اور اس کا پانی آنکھ میں پھیل گیا اور باہر نہیں نکلا۔ اور اسی طرح کسی کے کان کے اندر زخم ہوا یا گندا پانی نکلا مگر وہ کان کے اندر ہی اندر بہنے لگا لیکن باہر نہیں نکلا۔ ان صورتوں میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ باوجود ناپاک خون یا پانی کے نکل کر بہہ جانے سے وہ ایسی جگہ (جلد) کی طرف نہیں بہا جس کا دھونا غسل میں ضروری ہوا کرتا ہے۔

◉ ہر ایسی چیز جس کے نکل جانے سے وضو ٹوٹ جائے تو وہ چیز بذات خود نجس ہوتی ہے اگر وہ کپڑوں کو لگ جائے تو نجاست کے احکام جاری ہونگے۔ جیسے بہنے والا خون اور گندا پانی، منہ بھر کر آنے والی قے وغیرہ۔ اور اگر وہ چیز ایسی ہے جس کے ظاہر ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا تو وہ چیز بذات خود پاک ہوتی ہے۔



عملی مشق

سوال نمبر۱

درج ذیل مسائل میں سے صحیح یا غلط مسائل پر (✓) کا نشان لگائیں۔ صحیح/غلط

(۱) کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کی طرح سر کا مسح بھی تین مرتبہ کرنا سنت ہے۔ ☐ ☐

(۲) بلاضرورت پانی کو بہت زیادہ یا بہت کم استعمال کرنا مکروہ ہے۔ ☐ ☐

(۳) قرآن کریم کو ہاتھ لگانے کے لئے وضو کرنا ضروری ہے۔ ☐ ☐

(۴) وضو میں اعضاء کو دھونے میں ترتیب کا لحاظ ضروری ہے۔ ☐ ☐

(۵) اذان دینے کے لئے وضو کرنا ضروری ہے۔ ☐ ☐

(۶) قے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، خواہ تھوڑی سی کیوں نہ ہو۔ ☐ ☐

(۷) ایسی چیز کے ساتھ ٹیک لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جس کے ہٹانے سے آدمی گر سکتا ہو۔ ☐ ☐

(۸) سجدہ کی حالت میں سونے سے مرد کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، عورت کا نہیں ٹوٹتا۔ ☐ ☐

(۹) زخم، پھوڑے یا پھنسی پر خون یا پیپ کے صرف ظاہر ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ☐ ☐

(۱۰) غسل کرنے سے وضو خود بخود ہو جاتا ہے، نیا وضو ضروری نہیں۔ ☐ ☐

سوال نمبر۲

درج ذیل صورتوں میں جن کا وضو ٹوٹ چکا ہے۔ اس کے خانے میں (×) کا نشان لگائیں۔ اور جن کا وضو باقی ہے ان کے خانے میں صحیح کا نشان ✓ لگائیں۔

☐ احمد حادثے میں زخمی ہو گیا، جسم پر کافی خراشیں آئیں۔ مگر خون نہیں نکلا۔

☐ امجد بیمار تھا، جونہی کھانے سے فارغ ہوا۔ متلی ہوئی اور ایک دم سارا کھانا قے کر دیا۔

☐ امجد بیماری کی حالت میں استنجاء سے فارغ ہو کر نکلا ہی تھا کہ اسے ایک دو مرتبہ معمولی

سی قے ہوگئی۔

☐ ایک شخص کے پھوڑے سے مسلسل پیپ نکل رہی تھی، اور وہ اس کے بہنے سے پہلے پہلے ٹشو سے برابر صاف کرتا رہا۔

☐ نماز کی حالت میں اکرم کی ریح خارج ہوگئی تو

☐ ساجد زور سے ہنس پڑا۔

☐ عابد کے صرف دانت کھلے۔

☐ راشد بھی ہنس پڑا، مگر اس کی آواز کسی نے نہ سنی۔

☐ عبداللہ نماز کے انتظار میں چارزانو سو گیا۔

☐ شہاب پر نیند کا اس قدر غلبہ ہوا کہ اس کو کئی مرتبہ اونگھ آگئی۔

☐ وضو کے بعد اسلم کی اپنے ستر پر نظر پڑگئی۔

☐ انور کا ہاتھ کسی خاتون کے ساتھ ٹچ ہوگیا۔

☐ وضو کے بعد ارشد کے دانتوں سے خون نکل آیا۔

سوال نمبر ۳

مشہور اصول ہے "الافطار ممّا دخل لا ممّا خرج" عموماً روزہ چیزوں کے بدن میں داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے، باہر نکلنے سے نہیں ٹوٹتا، کیا اس کے برعکس یہ کہنا صحیح ہے۔ کہ وضو عموماً چیزوں کے بدن سے نکلنے سے ٹوٹتا ہے۔ اندر داخل ہونے سے نہیں ٹوٹتا۔ اگر یہ بات عمومی طور پر درست ہے تو پانچ مثالوں سے وضاحت کریں۔

مثال:..

مثال:..

مثال:..

مثال:..

مثال:..

مثال:..

مثال:..

مثال:..

مثال:..

سوال نمبر۴

استاذ کو چاہئے کہ وہ عملی طور پر طالب علم کے وضو کا امتحان لے اور اس وضو کے دوران خصوصاً مسواک اور دیگر آداب و مستحبات کی رعایت کے مطابق اسے نمبر دے۔





غسل کے احکام

غسل کے فرائض :

غسل کے تین فرائض ہیں جن میں سے کوئی ایک فرض بھی چھوٹ جائے تو غسل نہیں ہوتا۔ وہ فرائض یہ ہیں:

(۱) کلی کرنا۔ اگر روزہ نہ ہو تو غرغرہ کرنا یعنی منہ میں پانی لیکر منہ میں اچھی طرح گھمانا۔

(۲) ناک میں پانی ڈالنا۔ (یہاں تک کہ ناک کا نرم حصہ اندر سے تر ہو جائے)

(۳) پورے بدن پر اس طرح پانی بہانا کہ جسم میں بال برابر بھی جگہ خشک نہ رہے۔



غسل کی سنتیں :

غسل میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا سنت ہے غسل کرنے والے شخص کو چاہیے کہ درج ذیل امور کا خیال رکھے تاکہ اس کا غسل کامل طریقے پر انجام پائے۔

(۱) غسل شروع کرنے سے پہلے "بسم اللہ" آخر تک پڑھے۔ ننگے ہونے کی صورت میں کپڑے اتارنے سے پہلے پڑھے۔ یہ نیت کرے کہ وہ طہارت اور پاکی حاصل کرنے کیلئے غسل کرنا چاہتا ہے۔

(۲) سب سے پہلے وضو کی طرح یہاں بھی اپنے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے۔

(۳) اگر بدن یا کپڑوں پر نجاست لگی ہوئی ہو تو غسل کرنے سے پہلے نجاست دھو ڈالے۔

(۴) غسل کرنے سے پہلے مسنون طریقے سے وضو کرے۔ اگر کسی ایسی نشیبی جگہ میں کھڑے ہو کر غسل کر رہا ہے جہاں پانی جمع ہو رہا ہے تو پھر وضو میں ابھی پاؤں نہ دھوئے۔ بلکہ غسل سے فارغ ہو کر دھوئے۔

(۵) اپنے پورے بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے۔

(۶) سب سے پہلے اپنے سر پر پانی ڈالے، پھر دائیں کندھے پر، پھر بائیں کندھے پر ڈالے اور اپنے پورے بدن پر پانی بہائے۔

(۷) اپنے جسم کو اچھی طرح ملے۔

(۸) اپنا جسم اس تسلسل کے ساتھ دھوئے کہ پہلے عضو کے خشک ہونے سے پہلے پہلے دوسرا عضو دھوڈالے۔

غسل کی اقسام :

غسل کی تین قسمیں ہیں:

(۱) فرض۔

(۲) مسنون۔

(۳) مستحب۔

غسل فرض کب ہوتا ہے؟

درجِ ذیل چار صورتوں میں سے کوئی ایک صورت پائی جائے تو غسل فرض ہوجاتا ہے:

(۱) جنابت کی حالت میں انسان پر غسل فرض ہوجاتا ہے۔

(۲) عورت جب "حیض" (ماہواری خون Menses) سے پاک ہوجائے تو اس پر غسل فرض ہوجاتا ہے۔

(۳) عورت جب "نفاس" (ولادت کے خون Delivery) سے پاک ہوجائے تو اس پر بھی غسل فرض ہوجاتا ہے۔

نوٹ: جنابت کیسے لاحق ہوتی ہے؟ اور حیض ونفاس سے کیا مراد ہے؟ ملاحظہ کیجیے صفحہ نمبر ۸۳ ۔

(۴) میت کو غسل دینا زندوں پر فرض ہے۔

غسل مسنون کب ہوتا ہے؟

درجِ ذیل چار صورتوں میں غسل کرنا مسنون ہے۔

(۱) جمعہ کے دن نماز فجر کے بعد سے جمعہ تک ان لوگوں کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔ جن پر نمازِ جمعہ واجب ہے۔

(۲) عیدین کے دن نماز فجر کے بعد سے ان لوگوں کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔ جن پر عیدین کی نماز واجب ہے۔

(۳) حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کیلئے غسل کرنا مسنون ہے۔

(۴) حج کرنے والے شخص کے لئے عرفہ کے دن زوال کے بعد غسل کرنا سنت ہے۔

غسل مستحب کب ہوتا ہے؟

مندرجہ ذیل صورتوں میں غسل کرنا مستحب ہوتا ہے:

(۱) شب برات یعنی شعبان کی پندرھویں رات کو غسل کرنا مستحب ہوتا ہے۔

(۲) لیلۃ القدر کی رات میں اس شخص کے لئے غسل کرنا مستحب ہے جس کو لیلۃ القدر معلوم ہوگئی۔

(۳) کسوف (سورج گرہن)، خسوف (چاند گرہن)، کی نمازوں کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۴) "صلاۃ الاستسقاء" بارش کی نماز کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۵) خوف اور گھبراہٹ کے وقت غسل کرنا مستحب ہے۔

(۶) تاریکی چھانے کی صورت میں غسل کرنا مستحب ہے۔

(۷) سخت آندھی کے موقع پر غسل کرنا مستحب ہے۔

(۸) عام محفل میں جانے کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۹) نئے کپڑے پہننے کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۰) کسی گناہ سے توبہ کرنے کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۱) سفر سے واپس آنے والے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۲) مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً وکرامۃ) میں داخل ہونے کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۳) مکہ مکرمہ (زادھا اللہ شرفاً وکرامۃ) میں داخل ہونے کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۴) مزدلفہ میں ٹھہرنے کیلئے دسویں تاریخ (۱۰/ ذی الحجہ) کو طلوع فجر کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۵) طواف زیارت (حج کا فرض طواف جو دسویں ذی الحجہ کو کیا جاتا ہے) کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۶) حج کے دوران منیٰ میں کنکریاں مارنے کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۷) مُردے کو نہلانے کے بعد نہلانے والوں کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۸) جس شخص کا جنون ختم ہو جائے، یا بے ہوشی اور نشہ ختم ہو جائے اس کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۹) ا[illegible]نے کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔ لیکن اگر کافر پہلے سے جنبی ہے تو پھر غسل کرنا فرض ہے۔



متفرقات

غسل [illegible] وضو کے بیان میں ذکر چکے ہیں [illegible]

رخ ہونا چاہئے مگر غسل میں عموماً آدمی ننگا ہوتا ہے لہٰذا اس میں قبلہ رخ ہونا جائز نہیں۔

- اسی طرح جو چیزیں وضو میں مکروہ اور ناپسندیدہ ہیں اسی طرح وہی چیزیں غسل میں بھی ناپسندیدہ ہیں ،البتہ غسل میں اس بات کا اضافہ ہے کہ وضو کے برعکس اس میں کوئی دعا وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔
- اگر کسی شخص نے غسل کے دوران کُلّی نہیں کی البتہ منہ بھر کر پانی پی لیا اور پانی سارے منہ میں اچھی طرح پہنچ گیا تب بھی غسل کا فرض ادا ہوگیا۔ کیونکہ اصل مقصود تو پانی پہنچانا ہے۔
- اگر کسی شخص کے دانتوں میں چھالیہ وغیرہ کا ٹکڑا پھنسا رہ گیا اس نے نہ نکالا اور اسی حالت میں غسل کرلیا اگر اس ٹکڑے کی وجہ سے دانتوں کے بیچ میں پانی نہ پہنچا تو غسل نہ ہوگا۔



عملی مشق

سوال نمبر ۱

درجِ ذیل مسائل میں سے صحیح یا غلط پر (✓) کا نشان لگائیں۔　　صحیح / غلط

(۱) غسل کے چار فرائض ہیں۔ ☐ ☐

(۲) غسل میں کلی کرنا مستحب ہے۔ ☐ ☐

(۳) مدینہ منورہ میں داخل ہونے والے شخص کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ ☐ ☐

(۴) وضو کی طرح غسل میں اپنے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا مستحب ہے۔ ☐ ☐

(۵) غسل میں پورے بدن پر پانی بہانا فرض ہے۔ ☐ ☐

(۶) صلوٰۃ الاستسقاء کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔ ☐ ☐

(۷) غسل میں بدن پر تین مرتبہ پانی بہانا مکروہ ہے۔ ☐ ☐

(۸) عورت کے لئے مسنون ہے کہ وہ حیض سے پاک ہونے کے بعد غسل کرے۔ ☐ ☐

(۹) عیدین کے دن فجر کے بعد ان لوگوں پر غسل کرنا سنت ہے، جن پر عیدین کی نماز واجب ہے۔ ☐ ☐

(۱۰) عام محفل میں جانے کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر۲

درج ذیل جملوں میں خالی جگہوں کو فرض، واجب، سنت، مستحب الفاظ میں سے مناسب لفظ سے پُر کریں:

(۱) غسل میں ناک کے اندر پانی ڈالنا.......... ہے۔

(۲) اپنے جسم کو اچھی طرح ملنا.......... ہے۔

(۳) غسل شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا .... ہے۔

(۴) مردے کو نہلانے کے بعد نہلانے والے کو غسل کرنا .... ہے۔

(۵) کسوف اور خسوف کی نمازوں کے لئے غسل کرنا.......... ہے۔

(۶) حج یا عمرے کا احرام باندھنے کے لئے غسل کرنا ... ہے۔

(۷) عضو کے خشک ہونے سے پہلے پہلے دوسرا عضو دھونا......... ہے۔

(۸) اسلام لانے کے لئے غسل کرنا.......... ہے۔

(۹) جنابت کی حالت میں انسان پر غسل..... ......ہو جاتا ہے۔

(۱۰) طواف زیارت کے لئے غسل کرنا.. ہے۔

تیمّم کے احکام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْعَلٰى سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ (النساء۔۴۳)

ترجمہ: اگرتم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو، یا تم میں سے کوئی شخص استنجاء سے آیا ہو یا تم نے بیویوں کو چھوا (قریب) ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کرلیا کرو یعنی اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرلیا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے اور بخشنے والے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّ الصَّعِيْدَ الطَّيِّبَ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ وَاِنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِيْنَ.

(رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی)

ترجمہ: پاک مٹی مسلمانوں کے لئے طہارت کا ذریعہ ہے چاہے اسے مسلسل دس سال تک پانی نہ ملے۔



تیمّم کے ارکان

تیمم کے دو ارکان ہیں:

(۱) تمام چہرے کا مسح کرنا۔

(۲) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا

تیمّم کی سنّتیں

تیمم میں درج ذیل باتوں کا اہتمام کرنا مسنون ہے:

(۱) شروع میں "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم" پڑھنا۔

(۲) ترتیب کا خیال رکھنا، چنانچہ پہلے سر کا مسح کرنا، پھر دائیں ہاتھ کا مسح کرنا، پھر بائیں ہاتھ کا مسح کرنا۔

(۳) چہرے اور ہاتھوں کے مسح کے درمیان کوئی ایسا کام نہ کرے جس کا تعلق اس مسح سے نہ ہو۔ مثلاً کھانا پینا، سلام دعا وغیرہ۔

(۴) مٹی پر مارتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو آگے پیچھے حرکت دینا۔

(۵) مٹی سے اٹھا کر دونوں ہاتھ جھاڑ لینا۔

(۶) مٹی پر ہاتھ رکھتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ کھلے رکھنا۔



تیمّم کا طریقہ :

جس آدمی کا تیمم کرنے کا ارادہ ہو تو وہ اپنی کہنیوں تک بازو ننگے کرلے، اس تیمم کے ذریعے نماز جائز ہونے کی نیّت کرتے ہوئے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم" پڑھے، اپنی دونوں ہتھیلیوں کے اندرونی حصّوں کو پاک مٹی پر رکھے۔ اور ہتھیلیاں اس انداز میں رکھے کہ اس کے ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوئی ہوں۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو مٹی میں آگے اور پیچھے حرکت دے، پھر ہاتھ اٹھا کر جھاڑ لے، اور دونوں ہاتھوں کے ذریعے اپنے چہرہ کا اس طرح مسح کرے کہ چہرے کی کوئی جگہ ہاتھ پھیرنے سے باقی نہ رہے۔

پھر دوسری مرتبہ اپنی ہاتھوں کی ہتھیلیاں زمین پر رکھے اور وہی عمل کرے جو پہلی مرتبہ کیا تھا، پھر اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے ساتھ اپنے دائیں بازو کا کہنی سمیت مسح کرے، پھر اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے ساتھ اپنے بائیں بازو کا کہنی سمیت مسح کرے۔ مسح کرنے میں اس بات کا خیال رکھے کہ ان اعضاء کی کوئی جگہ مسح سے باقی نہ بچے۔ اگر انگوٹھی پہنی ہوئی ہو تو اسے اتار لے، اگر عورت نے چوڑیاں یا کنگن وغیرہ پہنے ہوئے ہوں تو انہیں اچھی طرح ہلا لے، تاکہ مسح سے کوئی جگہ خالی نہ بچے۔ یہ عمل کرنے سے اس کا تیمم مکمل ہوگیا اب جو چاہے فرض پڑھے یا نفل۔ غرض اس تیمم سے ہر قسم کی عبادت جائز ہے۔



تیمّم کے صحیح ہونے کی شرائط :

تیمّم کے صحیح ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں۔ جن میں اگر کوئی شرط نہ پائی جائے تو تیمم صحیح نہیں ہوتا۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

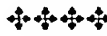
(۱) پہلی شرط۔ نیّت کا ہونا:

نیّت کے بغیر تیمم صحیح نہیں ہوتا۔ تیمّم کے ذریعے نماز کے صحیح ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ تیمم کرنے والا شخص درج ذیل تین باتوں میں سے کسی ایک بات کی نیت کرے:

(ا) " حدث " سے پاکی حاصل کرنیکی نیت کرے۔" حدث " سے پاکی حاصل کرنے کی نیت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ " حدث " کی قسموں " حدثِ اکبر " یا " حدثِ اصغر " کی بھی نیت کرے۔

(ب) نماز کے مباح (اپنے لئے جائز) کرنے کی نیت کرلے۔

(ج) کسی بھی ایسی عبادتِ مقصودہ کی نیت کرلے جو طہارت کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔ جیسے نماز، نمازِ جنازہ، سجدۂ تلاوت وغیرہ۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے قرآن کریم کے چھونے کی نیت سے تیمّم کیا تو اس تیمّم کے ساتھ نماز جائز نہیں ہوتی۔ کیونکہ قرآنِ کریم کو چھونا عبادتِ مقصودہ نہیں ہے۔ بلکہ تلاوتِ قرآنِ کریم عبادتِ مقصودہ ہے۔



عبادتِ مقصودہ کا مطلب :

عبادتِ مقصودہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود مقصود ہو، کسی اور عبادت کیلئے ذریعہ اور آلہ نہ ہو۔

مثال: اسی طرح اگر کسی شخص نے اذان اور اقامت کی نیّت سے تیمّم کیا تو اس سے بھی نماز ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اذان اور اقامت بھی کوئی اپنی ذات میں عبادت نہیں ہیں بلکہ نماز کیلئے ذریعہ ہیں۔

مثال: اسی طرح اگر کسی شخص نے بے وضو ہونے کی حالت میں تلاوتِ قرآنِ کریم کیلئے تیمم کیا تو اس تیمم سے بھی نماز ادا کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ تلاوت اگرچہ عبادتِ مقصودہ ہے مگر یہ وضو کے بغیر بھی صحیح ہو جاتی ہے۔ اس کیلئے وضو کا ہونا شرط نہیں۔

(۲) دوسری شرط :

دوسری شرط یہ ہے کہ ان اعذار میں سے کوئی عذر پایا جائے جس کی وجہ سے تیمّم کرنا جائز ہوتا ہے۔ وہ اعذار درج ذیل ہیں:

(۱) پانی کا ایک میل یا زیادہ دور ہونا۔

(۲) اس شخص کا خود غالب گمان ہو یا کوئی مسلمان ماہر اور دیندار ڈاکٹر یہ بتلادے کہ اگر پانی کا استعمال کیا تو کسی بیماری کے ہوجانے کا اندیشہ ہے، یا بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہے یا اس بیماری سے شفاء اور صحت یابی کے مؤخر ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۳) اس کا غالب گمان ہو کہ اگر اس نے ٹھنڈا پانی استعمال کیا تو ہلاکت کا اندیشہ ہے۔

(۴) پانی اسقدر تھوڑا ہو کہ اگر اسے وضو میں استعمال کریگا۔ تو خود یا کسی دوسرے شخص کے پیاسا ہونے کا خطرہ ہے۔

(۵) آدمی پانی کے پاس موجود ہو لیکن اس پانی کے حاصل کرنے کی قدرت نہ ہو مثلاً کنویں پر ڈول یا رسّی موجود نہ ہو یا موٹر کی صورت میں بجلی غائب ہو۔

(۶) اسے کسی دشمن کا خوف ہو جو اس کے پانی تک پہنچنے میں رکاوٹ بن رہا ہو۔ خواہ وہ دشمن انسان ہو یا کوئی درندہ وغیرہ۔

(۷) اگر کسی شخص کا غالب گمان یہ ہو کہ اگر وہ وضو میں مشغول ہو گیا تو نمازِ عیدین یا نمازِ جنازہ نکل جائے گی۔ تو ایسے شخص کیلئے وضو چھوڑ کر تیمم کی اجازت ہے۔ تاکہ وہ تیمم کر کے جلدی سے ان نمازوں میں مل جائے کیونکہ ان نمازوں کی کوئی قضاء نہیں ہوتی۔ یاد رہے کہ یہ رخصت ان نمازوں کیلئے ہے جن کی قضاء نہیں ہوتی۔

لہٰذا اگر کسی شخص کا یہ غالب گمان ہو کہ اگر وہ وضو میں مشغول ہوتا ہے تو فرض نماز کے وقت کے ختم ہونے کا اندیشہ ہے۔ یا وضو میں میں مشغولی کی صورت میں نمازِ جمعہ ختم ہوجائیگی۔ تو اس شخص کیلئے تیمم کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ فرض نماز کی قضاء ہوسکتی ہے، اسی طرح جمعہ کے فوت ہوجانے کی صورت میں اس کے عوض میں شریعت نے ظہر کی نماز کو فرض قرار دیا ہے۔

(۳) تیسری شرط :

تیمم کسی ایسی پاک چیز سے کیا جائے جو زمین کی ہی جنس میں سے ہو۔ جیسے مٹی، ریت، پتھر، گچ، چونا، سُرمہ وغیرہ اور جو چیز مٹی کی قسم میں سے نہ ہو اس پر تیمم کرنا درست نہیں ہے۔ جیسے سونا، چاندی، گیہوں، لکڑی، کپڑا اور اناج وغیرہ۔ ہاں البتہ ان چیزوں پر مٹی اور گرد لگا ہوا ہو تو اس پر تیمم کرنا جائز ہے۔ چنانچہ اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر گاڑی وغیرہ کی سیٹ یا فرنیچر پر مٹی لگی ہوئی ہو تو اس صورت میں سیٹ پر ہاتھ مار کر تیمم کیا جاسکتا ہے۔

❖❖❖❖

زمین کی جنس میں سے ہونے کا مطلب :

جو چیزیں جلانے سے نہ جلیں، پگھلانے سے نہ پگھلیں، اور مٹی سے مل جانے سے نہ گلیں تو ایسی اشیاء مٹی کی جنس میں داخل ہیں۔ جیسے ریت، پتھر وغیرہ۔ خواہ وہ پتھر وغیرہ صاف ستھرا کیوں نہ ہو۔ اور جو چیزیں جلانے سے جل جائیں، پگھلانے سے پگھل جائیں اور مٹی میں ملنے کی صورت میں گل جائیں تو یہ چیزیں مٹی کی جنس میں داخل نہیں ہیں ان پر تیمم جائز نہیں ہے۔ جیسے لوہا، سونا چاندی، کپڑا، کاغذ اور لکڑی وغیرہ۔

(۴) چوتھی شرط :

مکمل چہرے اور دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت اس طرح مسح کرنا کہ کوئی جگہ مسح سے رہ نہ جائے۔

(۵) پانچویں شرط :

مسح میں اپنا پورا ہاتھ یا ہاتھ کا اکثر حصہ استعمال کرنا، لہٰذا اگر کسی نے اپنی دو انگلیوں سے مسح کیا اور پھر دوبارہ دو انگلیوں سے مسح کر لیا، یہاں تک کہ اعضاءِ مطلوبہ میں کوئی جگہ مسح سے نہیں بچی تب بھی تیمم نہیں ہوا۔

(۶) چھٹی شرط :

اپنی ہتھیلیوں کے اندرونی حصوں کا زمین پر دو مرتبہ مارنا، خواہ وہ دونوں ضربیں ایک ہی جگہ کیوں نہ ہوں۔

(۷) ساتویں شرط :

مسح کے دوران جلد پر کوئی ایسی چیز لگی ہوئی نہ ہو۔ جس کی وجہ سے جلد پر مسح نہ ہوتا ہو۔ جیسے موم، چربی، ناخن پالش یا رنگ پینٹ وغیرہ۔ لہٰذا مسح کرنے سے پہلے ایسی اشیاء کا جلد سے اتارنا ضروری ہے ورنہ مسح نہیں ہوگا۔

(۸) آٹھویں شرط :

اسی طرح کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو تیمم کے صحیح ہونے میں مانع (اور رکاوٹ) ہو، جیسے عورت کو حیض و نفاس آنا، یا حدث لاحق ہو جانا۔ لہٰذا اگر کوئی عورت حائضہ یا نفاس والی ہے تو اس حالت میں اس کا تیمم صحیح نہیں ہوتا۔

متفرقات

◉ جس طرح مجبوری کی وجہ سے وضو کی جگہ تیمم کرنا درست ہے اسی طرح مجبوری کی وجہ سے غسل کی جگہ

بھی تیمم جائز ہے۔ ایسے ہی جو عورت حیض ونفاس سے پاک ہوئی ہو اور اسکو کوئی ایسی مجبوری اور عذر درپیش ہو (جن کا بیان دوسری شرط کی ذیل میں تفصیل سے ہو چکا ہے) تو اس کے لئے بھی تیمم کرنا جائز ہے۔

◉ کسی کو غسل کی حاجت ہے اور وضو بھی نہیں ہے تو اس کیلئے ایک ہی تیمم دونوں چیزوں کیلئے کافی ہے وضو اور غسل کیلئے الگ الگ تیمم کی ضرورت نہیں۔

◉ اگر کسی شخص نے وضو کیلئے تیمم کیا ہے وضو کرنے کی مقدار پانی مل جائے تو تیمم ٹوٹ جائے گا اگر کسی آدمی نے غسل کا تیمم کیا ہے تو غسل کرنے کی مقدار پانی ملے تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اس سے کم پانی ملا خواہ وہ وضو کیلئے کافی ہو تو غسل کا تیمم نہیں ٹوٹے گا۔

◉ اگر کسی شخص کے چہرے اور ہاتھ پر آندھی وغیرہ کی وجہ سے گرد وغبار لگ گیا اور اس نے تیمم کی نیت سے مسح کر لیا تو تیمم صحیح ہو جائیگا۔

◉ اگر قریب ہی پانی موجود ہو مگر پانی حاصل کرنیکی صورت میں ریل گاڑی یا جہاز وغیرہ کے چلنے کا اندیشہ ہو اور خود ریل گاڑی میں پانی موجود نہ ہو تو اس صورت میں تیمم کرنے کی اجازت ہے۔

◉ جس شخص کو یہ امید ہو کہ اس کو نماز کے وقت کے ختم ہونے سے پہلے پہلے پانی مل جائے گا تو اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ تیمم کو نماز کے آخری وقت کیلئے مؤخر کر دے۔

◉ جس شخص کے پاس اتنا تھوڑا پانی موجود ہو کہ یا تو وہ آٹا گوندھ سکتا ہے یا وضو کر سکتا ہے تو اسے چاہئے کہ پانی کو آٹا گوندھنے میں استعمال کرے اور نماز کیلئے تیمم کرلے اور اگر کسی کے پاس اتنا پانی ہو کہ یا تو وہ شوربہ بنا سکتا ہے یا وضو کر سکتا ہے تو یہ شخص شوربہ نہ بنائے بلکہ نماز کیلئے اس پانی کو وضو میں استعمال کرے۔

◉ اگر کوئی شخص ایسے علاقے میں ہے کہ اس کے دوسرے رفقاء کے پاس پانی موجود ہے خود اس کے پاس پانی موجود نہیں ہے اور وہ رفقاء بخیل نہیں ہیں تو اس پر وضو کیلئے پانی مانگنا واجب ہے۔ اور اگر کسی ایسی جگہ ہے کہ وہاں کے باشندے پانی دینے میں بخل سے کام لیتے ہیں تو اس پر پانی مانگنا واجب نہیں ہے۔ بغیر پانی مانگے تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔

◉ کسی شخص کے بدن اور کپڑے ناپاک ہیں اور وضو کی بھی ضرورت ہے اور پانی تھوڑا ہے تو یہ شخص بدن اور کپڑا دھولے اور وضو کی جگہ تیمم کرلے۔

❖❖❖❖

عملی مشق

سوال نمبر۱

درجِ ذیل مسائل میں سے صحیح یا غلط پر ✓ کا نشان لگائیں۔ صحیح/غلط

(۱) ہر وہ چیز جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ ☐ ☐

(۲) غسل اور وضو کے تیمم میں فرق ہے۔ ☐ ☐

(۳) تیمم کے لئے نیت کرنا مستحب ہے۔

(۴) ہر وہ چیز جو جلانے سے جل جاتی ہے۔ پگھلانے سے پگھل جاتی ہے۔ اس پر تیمم جائز نہیں۔ ☐ ☐

(۵) سنگ مرمر پر تیمم کرنا جائز نہیں۔ مٹی کا ڈھیلا ہونا ضروری ہے۔ ☐ ☐

(۶) ہر بیماری میں تیمم کرنا جائز ہے۔ خواہ چھوٹی ہو یا بڑی۔ ☐ ☐

(۷) نماز کیلئے کئے گئے تیمم سے تلاوت کرنا جائز ہے۔ ☐ ☐

(۸) تلاوت کے لئے کئے گئے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ☐ ☐

(۹) وضو کی وجہ سے نمازِ جنازہ چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو۔ تو تیمم کرنا جائز ہے۔ ☐ ☐

(۱۰) تیمم میں تمام اعضاءِ وضو کا مسح کرنا فرض ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر۲

درجِ ذیل اشیاء میں جس چیز پر تیمم جائز ہے۔ اس نمبر کے خانے میں ✓ کا نشان اور جس پر ناجائز ہو اس کے خانے میں (×) کا نشان لگائیں۔

☐ ریت ☐ پرانا کپڑا ☐ قالین ☐ شیشہ

☐ لوہے کا برتن ☐ پکی اینٹ ☐ لکڑی کا فرنیچر ☐ گردآلود سیٹ

☐ سیمنٹ کا بلاک ☐ سنگ مرمر کی دیوار ☐ کوئلہ ☐ کتاب

سوال نمبر۳

درجِ ذیل اشخاص میں سے جس کے لئے تیمم جائز ہے۔اس کے خانے میں ✓ نشان اور جس کے لئے ناجائز ہے اس کے خانے میں (×) کا نشان لگائیں۔

☐ اسلم حادثے میں زخمی ہوگیا ہے۔جس کی وجہ سے اس کی پیٹھ پر کچھ خراشیں آگئی ہیں۔

☐ حامد بخار میں اگر وضو کرتا ہے۔تو بخار بڑھ جانے کا غالب گمان ہے۔

☐ احمد اگر پانی کی تلاش میں نکلتا ہے تو گاڑی چھوٹ جانے کا قوی امکان ہو۔

☐ زاہد کے گھر فنی خرابی کی وجہ سے دونوں لائنوں میں سخت گرم پانی آرہا ہے اور ایک میل تک کہیں پانی کا نام ونشان نہیں ہے۔

☐ وضو میں مشغولی کی وجہ سے راشد کی نماز جمعہ فوت ہوجانے کا قوی امکان ہے۔

سوال نمبر۴

درجِ ذیل فہرست پر غور کریں اور ان میں سے مناسب لفظ یا جملہ چن کر دونوں کالم پُر کریں:

(۱) خون نکل کر بہہ جانا (۲) اونگھ آنا (۳) ٹیک لگا کر سو جانا (۴) پیشاب کا قطرہ نکل آنا (۵) تھوڑی سی قے ہونا (۶) نماز سے باہر قہقہہ لگانا (۷) غصہ آنا (۸) زخم میں پیپ کا ظاہر ہونا (۹) بیماری ختم ہوجانا (۱۰) پانی پر قدرت حاصل ہونا

تیمم توڑنے والی چیزیں	تیمم کو نہ توڑنے والی چیزیں
(۱)	(۲)
(۳)	(۴)
(۵)	(۶)
(۷)	(۸)
(۹)	(۱۰)



موزوں پر مسح کے احکام

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے کہ

" يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ" (البقرۃ۔۱۸۶)

ترجمہ " اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں اور وہ تنگی کا ارادہ نہیں فرماتے"۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اَلْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا وَلِلْمُقِيْمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ. (رواہ الترمذی)

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ :

مسافر کو موزوں پر مسح کی اجازت تین دن اور تین راتیں ہیں اور مقیم کو ایک دن اور ایک رات۔

(ترمذی)

شریعتِ مقدسہ نے لوگوں کی سہولت کی پیشِ نظر پاؤں کے دھونے کے بدلے میں موزوں پر مسح کی اجازت دے دی ہے۔



موزوں پر مسح کے صحیح ہونے کی شرائط :

موزوں پر مسح کے صحیح ہونے کیلئے درج ذیل شرائط ہیں اگر یہ تمام شرائط پائی جائیں تو موزوں پر مسح کی اجازت ہے:

(۱) جب وضو ٹوٹے (حدث لاحق ہو)، اس سے پہلے پہلے موزے مکمل طہارت کی حالت میں پہن چکا ہو۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی کا پہلے سے وضو نہ ہو اور وہ بالکل وضو نہ کرے اور موزہ پہن لے تو ان پر مسح جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر پورا وضو کر کے موزے پہنے ہوں تو مسح جائز ہے اگر صرف پاؤں دھو کر موزے پہن لئے اور باقی وضو نہیں کیا تب بھی مسح جائز نہیں اور اگر پاؤں دھو کر موزے پہن لئے اور حدث لاحق ہونے سے پہلے پہلے وضو مکمل کر لیا

اور اس کے بعد وضو ٹوٹ گیا تو اب مسح جائز ہے۔

(۲) موزے ایسے ہوں جو ٹخنوں کو ڈھانپنے والے ہوں۔

(۳) پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کی مقدار کے برابر پھٹا ہوا نہ ہو۔ اگر چھوٹی تین انگلیوں کی مقدار کے برابر یا اس سے زیادہ پھٹا ہوا ہو تو اس پر مسح صحیح نہیں ہوتا۔

(۴) اور اگر موزوں کی سلائی کُھل گئی ہے لیکن اس سے پاؤں نظر نہیں آتا تو اس موزے پر مسح کرنا جائز ہے۔ اور اگر سلائی کھلنے کی صورت میں چلتے وقت پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر یا زیادہ پاؤں دکھائی دیتا ہے تو اس پر مسح کرنا جائز نہیں۔

اگر کوئی موزہ کئی جگہ سے تھوڑا تھوڑا پھٹا ہے جس کی مجموعی مقدار تین انگلیوں کے برابر ہو جاتی ہے تب بھی ایسے موزے پر مسح جائز نہیں ہے۔

◐ یہ بات یاد رہے کہ دونوں موزوں میں سے ہر ایک کی پھٹن کا الگ اعتبار ہے۔ اگر دونوں موزوں میں سے ایک موزہ دو انگلیوں کی مقدار پھٹا ہوا ہے اور دوسرا موزہ ایک انگلی کی مقدار اب اگر چہ مجموعی مقدار تین چھوٹی انگلیوں کے برابر ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود ان موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ کیونکہ الگ الگ ہر موزہ مقررہ مقدار سے کم پھٹا ہوا ہے۔

(۵) موزے اتنے موٹے ہوں کہ پنڈلی کے برابر کھڑے رہیں۔ کپڑے کی طرح ایسے ڈھیلے ڈھالے موزے جو پنڈلی کے برابر کھڑے نہ رہ سکیں اس پر مسح درست نہیں۔

(۶) اتنے موٹے ہوں کہ پانی کے پاؤں تک پہنچنے میں رکاوٹ بنیں۔ اگر اسقدر باریک ہیں کہ موزوں پر لگنے والا پانی قدموں تک پہنچ جاتا ہے تو اس پر مسح درست نہیں ہے۔

(۷) ان موزوں کو پہن کر لگاتار چلنا ممکن ہو۔



مسح کی مقدار:

فرض مقدار: ہر پاؤں کے اگلے حصے کی پشت پر ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کی بقدر مسح کرنا فرض ہے۔

مسنون مقدار: مسح میں سنت یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیوں کو اس حال میں کہ انگلیاں کھلی ہوئی ہوں پاؤں کی انگلیوں کے کنارے سے پنڈلی کی طرف کھینچا جائے۔



مسح کی مدّت :

مقیم (جو شخص مسافر نہ ہو) کے لئے موزوں پر مسح کی مُدّت ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر کیلئے مسح کی مدّت تین دن اور تین راتیں ہیں اس مدّت کا اعتبار اس وقت سے کریں گے جس وقت سے وضو ٹوٹا ہے، اس وقت سے اس کا اعتبار نہیں کریں گے جس وقت موزے پہنے ہیں۔

مثال: کسی نے فجر کی نماز کے لئے وضو کرتے وقت موزے پہن لئے۔ پھر ظہر کی نماز کے وقت اس کا وضو ٹوٹا ہے تو اگر یہ شخص مقیم ہے تو یہ اگلے دن کی ظہر کی نماز تک جتنے بھی وضو کریگا اس کیلئے موزوں پر مسح کرنا درست ہے۔

اور اگر یہ شخص مسافر ہے تو یہ تیسرے دن کی ظہر کی نماز تک جتنی بار وضو کرے اتنی بار مسح کر سکتا ہے۔

ملاحظہ: اگر کسی مقیم نے موزوں پر مسح شروع کیا، ابھی ایک دن اور ایک رات پورا نہیں ہوا تھا کہ اس نے سفر کا آغاز کر دیا، تو اب یہ شخص تین دن اور تین رات مسح کرتا رہے۔ اور اگر سفر شروع کرنے سے پہلے ہی ایک دن اور ایک رات پورا ہو چکا ہو تو چونکہ مدّت پوری ہو چکی لہٰذا پیر دھو کر پھر سے موزہ پہنے۔

اس کے برعکس اگر کوئی شخص مسافر تھا اور وہ مقیم ہو گیا۔ اب اگر سفر کی حالت میں موزوں پر مسح کرتے ہوئے ایک دن اور ایک رات سے زیادہ مدّت گزر چکی ہے تو اب اسے مسح کی اجازت نہیں ہے۔ موزہ اتار کر پاؤں دھو کر دوبارہ پہنے۔ لیکن اگر سفر کی حالت میں مسح کی مدّت کا ایک دن اور ایک رات ابھی پورا نہیں ہوا تھا، تو اب یہ ایک دن رات تک اسے پورا کرلے۔ اس سے زیادہ مدّت مسح کرنا درست نہیں۔



مسح کو توڑنے والی چیزیں :

پانچ چیزیں موزوں پر مسح کو توڑ دیتی ہیں:

(۱) ہر وہ چیز جو وضو توڑ دیتی ہے وہ موزوں پر مسح کو بھی توڑ دیتی ہے۔

(۲) موزہ اتارنے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے کوئی بھی موزہ اتار ڈالا اور اسکا ابھی وضو نہیں ٹوٹا تھا تو اسے چاہئے کہ یہ دوسرا موزہ بھی اتار لے اور پاؤں دھو کر دوبارہ موزے پہن لے اب جب بھی وضو ٹوٹے گا تو مقررہ مدت کے پورا ہونے تک مسح کر سکتا ہے۔

(۳) اگر موزے کی پنڈلی کی طرف پاؤں کا اکثر حصہ نکل آئے تو اس سے مسح ٹوٹ جاتا ہے۔

(۴) مسح کی مدت ختم ہو جائے تو مسح ٹوٹ جاتا ہے۔

(۵) موزے کے اندر کسی پاؤں کے اکثر حصہ تک پانی پہنچ جائے تو مسح ٹوٹ جاتا ہے۔



پٹی اور پلستر پر مسح کا بیان :

◉ اگر کسی شخص کے ہاتھ یا پاؤں وغیرہ میں کوئی پھوڑا، زخم یا کوئی اور ایسی بیماری ہے کہ اس پر پانی ڈالنے سے نقصان ہوتا ہے تو وضو کرتے وقت پھوڑے یا زخم وغیرہ پر پانی نہ ڈالے، صرف گیلا ہاتھ پھیر لے، اسکو مسح کہتے ہیں۔ اور اگر پھوڑے یا زخم کی یہ کیفیت ہو کہ گیلا ہاتھ پھیرنے سے بھی تکلیف اور نقصان کا خطرہ ہو تو ایسی حالت میں اس جگہ کا مسح کرنا بھی ضروری نہیں رہتا۔ اتنی جگہ ویسے ہی چھوڑ دے۔

◉ اگر زخم پر پٹی بندھی ہوئی ہے اور پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنے سے نقصان ہو یا پٹی کھولنے باندھنے میں بڑی دقت اور تکلیف ہو یا کسی چوٹ وغیرہ کی وجہ سے کسی عضو پر پلستر کیا ہوا ہو۔ تو ان تمام صورتوں میں پٹی اور پلستر کے اوپر مسح کرنا درست ہے۔ لیکن اگر پٹی کھولنے میں تکلیف اور نقصان کا خطرہ نہ ہو یا کھولنے یا باندھنے میں کوئی بڑی دقت نہ ہوتی ہو تو ایسی صورت میں پٹی پر مسح کرنا درست نہیں ہے بلکہ پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنا چاہئے۔

اگر دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ پر یا دونوں پاؤں میں سے ایک پاؤں پر پٹی یا پلستر کیا ہوا ہو اور دوسرا ہاتھ اور دوسرا پاؤں صحیح سالم ہو تو پٹی والے ہاتھ اور پاؤں پر مسح کرے اور صحیح سالم ہاتھ پاؤں کو دھونا ضروری ہے۔

یہ یاد رہے کہ پٹی وغیرہ پر مسح کے جائز ہونے کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ طہارت کی حالت میں باندھی ہو۔ لہٰذا اگر پٹی ناپاکی کی حالت میں باندھی ہو تب بھی اس پر مسح کرنا جائز ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ پٹی باندھے ہوئے ہونے کی حالت میں غسل کی ضرورت پیش آ گئی تو پٹی وغیرہ پر مسح کی وہی تفصیل ہے جو وضو کے بیان میں اوپر گذر چکی ہے۔

پٹی پر مسح کو توڑنے والی چیزیں :

اگر پٹی وغیرہ کھل کر گر پڑے اور زخم بھی اچھا نہیں ہوا، پھر [illegible] ی باندھ لے یا نئی، وہی پہلا مسح باقی ہے، پھر مسح کرنے کی ضرورت نہیں ہے اگر اب زخم اچھا ہو گیا ہے اور پٹی باندھنے کی ضرورت نہیں رہی تو مسح ٹوٹ گیا، بس اتنی جگہ دھو کر نماز پڑھ لے، سارا وضو دہرانا ضروری نہیں ہے۔

امام کاسانیؒ نے پٹی کے کھل کر گرنے کے مسائل کو خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے: پٹی کے زخم سے اتر جانے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، یا زخم اچھا ہو گیا ہوگا، یا ابھی اچھا نہیں ہوا ہوگا۔ اگر زخم ابھی اچھا نہیں ہوا تھا کہ پٹی اتر کر گرگئی تو یہ صورت یا تو نماز کی حالت میں پیش آئی ہوگی یا نماز سے باہر۔

◉ چنانچہ اگر پٹی اس حالت میں گری کہ ابھی زخم اچھا نہیں تھا اور وہ نماز کی حالت میں گری تو نماز جاری رکھے۔ نماز کو نئے سرے سے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ ایسی حالت میں پٹی گرنے سے وضو اور نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

◉ اور اگر وہ زخم اچھا نہ ہونے کی صورت میں نماز سے باہر گری تو اب بھی اس پر مسح کا دوبارہ لوٹانا ضروری نہیں ہے۔ وہ پہلے والا مسح کافی ہے خواہ یہی پٹی دوبارہ باندھ لے یا کوئی اور نئی پٹی باندھ لے

لیکن اگر وہ پٹی ایسی حالت میں گری کہ زخم اچھا ہو چکا تھا تو اب اسکی بھی وہی دو صورتیں ہیں، یا تو نماز کی حالت میں گری ہوگی یا نماز سے باہر۔

◉ اگر پٹی ایسی حالت میں گری کہ زخم ٹھیک ہو چکا تھا اور یہ شخص نماز کی حالت میں تھا تو صرف زخم والی جگہ دھو کر دوبارہ نماز پڑھے۔ تاہم سارا وضو لوٹانا ضروری نہیں ہے۔

◉ اور اگر پٹی ایسی حالت میں گری ہے کہ زخم اچھا ہو چکا تھا اور یہ شخص نماز سے باہر تھا اب اگر یہ شخص پہلے سے بے وضو تھا تو وضو کرتے وقت یہ زخم والی جگہ دھوئے اور نماز پڑھے یہ دھونا بھی اس وقت ضروری ہے جب وہ زخم ان اعضاء پر ہو وضو میں جن کا دھونا ضروری ہوتا ہے۔

◉ اگر زخم والی جگہ کسی ایسے عضو پر ہے جن کا دھونا وضو میں ضروری نہیں ہے تو پھر وضو کر لے اور اس زخم والی جگہ کا دھونا ضروری نہیں۔

◉ اور اگر یہ شخص پہلے سے باوضو تھا تو صرف زخم والی جگہ دھولے سارا وضو دھرانا ضروری نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ زخم وضو والے اعضاء پر ہو۔ اگر زخم وضو والے اعضاء پر نہ ہو تو اب بھی اس جگہ کا دھونا ضروری نہیں ہے۔

(بدائع ۱ ۱۴)

موزوں اور پٹی پر مسح کرنے میں فرق

پہلا فرق پٹی پر مسح کی کوئی مدت متعین نہیں ہے۔ جب تک زخم ٹھیک نہ ہو برابر پٹی پر مسح کرتا رہے

۔جبکہ موزوں پر مسح کی مدت متعین ہے۔مقیم ایک دفعہ موزے پہن کر ایک دن اور ایک رات تک مسح کر سکتا ہے اور مسافر تین دن اور تین راتیں۔

دوسرا فرق : پٹی پر مسح کے جائز ہونے کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ طہارت (وضو) کی حالت میں پہنی ہو۔جبکہ موزوں پر مسح کیلئے شرط ہے کہ جب آدمی کو حدث لاحق ہو تو اس سے پہلے طہارتِ کاملہ (مکمل وضو) پر موزے پہن چکا ہو۔

تیسرا فرق : پٹی زخم سے اتر جائے اور زخم اچھا نہ ہوا ہو تو اس سے مسح نہیں ٹوٹتا جبکہ کوئی ایک موزہ یا دونوں موزے پاؤں سے اتر جائیں تو اس سے موزوں پر کیا ہوا مسح ٹوٹ جاتا ہے۔



عملی مشق

سوال نمبرا

درجِ ذیل جملوں میں سے صحیح یا غلط پر (✓) کے نشان کے ساتھ نشاندہی کریں۔ صحیح/غلط

(ا) اگر موزہ تین یا زیادہ انگلیوں کی مقدار پھٹ چکا ہے، تو اس پر مسح جائز ہے۔ ☐ ☐

(۲) کپڑوں کی طرح ڈھیلے ڈھالے موزوں پر بھی مسح جائز ہے۔ ☐ ☐

(۳) ہر وہ چیز جو وضو توڑ دیتی ہے اس سے موزوں کا مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ ☐ ☐

(۴) ہر وہ چیز جو موزوں کا مسح توڑ دیتی ہے اس سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ ☐ ☐

(۵) مقیم اور مسافر کے لئے موزوں پر مسح کی ایک ہی مدت ہے۔ ☐ ☐

(۶) اگر زخم ٹھیک ہو جانے کی صورت میں پٹی گر جائے تو مسح ٹوٹ جاتا ہے۔ ☐ ☐

(۷) پٹی پر مسح کے صحیح ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ پٹی مکمل طہارت کے بعد باندھی ہو۔ ☐ ☐

(۸) پٹی پر مسح کی مدت مقیم کے لئے ایک دن ایک رات اور مسافر کے لئے تین دن اور

تین راتیں ہیں۔ ☐ ☐

(۹) ایک پاؤں سے موزہ اتر جائے تو دوسرے کا بھی مسح ختم ہو جاتا ہے۔ ☐ ☐

(۱۰) وضو توڑنے والی چیزیں تیمم، موزوں پر مسح اور پٹی پر مسح کو توڑ دیتی ہیں ☐ ☐

سوال نمبر۲

درجِ ذیل صورتوں میں غور کریں کہ کس شخص کے لئے موزوں پر مسح جائز ہے، جس شخص کے لئے جائز ہو۔اس کے خانے میں (✓) اور جس کے لئے ناجائز ہو اس کے دائرہ میں (×) کا نشان لگائیں

☐ احسان نے پاؤں دھو کر موزے پہن لئے پھر اس کو حدث لاحق ہو گیا......اب وہ وضو کرنا چاہتا ہے......تو وضو کے دوران پاؤں پر مسح کر سکتا ہے یا نہیں۔

☐ نعمان کسی وجہ سے گڑھے میں گر پڑا، جسکی وجہ سے اس کے پاؤں پانی سے تر ہو گئے......اب یہ وضو کے دوران موزوں پر مسح کر سکتا ہے یا نہیں۔

☐ حذیفہ نے فجر کے لئے وضو کیا ظہر تک اس کو حدث لاحق نہیں ہوا ظہر کی نماز سے پہلے موزے پہن لئے اب عصر کے وقت وضو ٹوٹ گیا تو وضو کے دوران مسح کر سکتا ہے۔

☐ زبیر نے پھٹے پرانے موزے پہن لئے، جس میں چلتے ہوئے اس کے ایک پاؤں سے ہاتھ کی انگلیوں کی مقدار اور دوسرے پاؤں سے ہاتھ کی انگلیوں کی مقدار اور دوسرے پاؤں سے ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر پاؤں نظر آتا ہے۔

☐ سفیان نے مروجہ موزے پہن لئے، کام کاج کے وقت اس کے موزوں کی دونوں (Zip) کھل گئیں، جس سے پنڈلیاں صاف نظر آنے لگیں۔اس نے فوراً زپ (Zip) لگائی اور وضو کے لئے بیٹھ گیا۔

سوال نمبر۳

پہلے واقعہ پڑھئے اور پھر آخر میں درج سوالوں کے صحیح جواب دے کر اپنے فقہی بصیرت کا ثبوت دیجئے:

ساجد اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔بڑے لاڈ پیار سے جوان ہوا۔اپنی اچھی عادات اور نیک خصلتوں

کی وجہ سے خاندان بھر کا منظورِ نظر تھا۔اس کا خاندان کراچی کے علاقے گلشن اقبال میں رہائش پذیر تھا۔موسم گرما کی تعطیلات میں اپنے والدین نے منظورِ نظر بیٹے کی فرمائش پر شمالی علاقہ جات (وادی کاغان،سوات) کی سیر کا پروگرام بنایا......قدرتِ الٰہی کا کرشمہ دیکھئے کہ جن دنوں نشیبی علاقوں پر سورج آگ برسا رہا تھا،اور گرمی کی تپش سے دم گھٹنے لگتا تھا۔انہی دنوں یہ علاقے برفانی ہواؤں کی لپیٹ میں تھے،گرم اونی کپڑوں میں بھی ہر شخص یخ بستہ ہواؤں کے تھپیڑوں سے ٹھٹھر رہا تھا،بیس دن کے قیام کی نیت سے یہ حضرات کاغان کے ایک صاف ستھرے ہوٹل میں ٹھہر گئے ۔اللہ کو یہی منظور تھا کہ تفریح کے دوران ایک دن ساجد کا پاؤں چٹان سے پھسلا......ریڑھ کی ہڈی اور کلائی پر چوٹیں آئیں۔قریبی ہسپتال سے مرہم پٹی کرائی گئی ۔اس تفریحی قافلے میں ساجد اسکا والد،عابد،والدہ فاطمہ،چچا عبدالرحیم اور ماموں جمیل شامل تھے......سب نے فجر کی نماز کے لئے وضو کیا اور موزے پہن لئے جمیل تو رات ہی مکمل وضو کئے بغیر صرف پاؤں دھو کر موزے پہن کر سو گیا،فاطمہ نے فجر میں وضو کر کے موزے پہنے،مگر سردی کی شدت سے وہ بخار میں مبتلا ہو گئی ......بیماری کے بڑھ جانے کے خوف سے انہوں نے ڈاکٹر کی ہدایت پر تیمم شروع کرنے کا ارادہ کر لیا......عابد نے فجر میں موزے پہنے مگر ان کو عصر کے قریب حدث لاحق ہو گیا......   چچا عبدالرحیم فجر کی نماز سے فارغ ہوتے ہی سو گئے جبکہ ساجد پچھلے دن عصر کے وقت وضو کر کے موزے پہن چکا تھا۔مغرب کے وقت پانچ بجے زخمی ہوا،اسی وقت مرہم پٹی کی گئی ،اور زخموں سے خون صاف کیا گیا عشاء کے قریب استنجاء سے فارغ ہو کر وضو کرنے بیٹھ گیا۔

ان سب حضرات نے موزے پہن تو لئے ،مگر احکام شریعت سے ناواقفیت کی وجہ سے موزوں وغیرہ پر مسح کے مسئلہ میں تردد کا شکار تھے......درج ذیل سوالات لیکر قریبی عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔مگر آپ ان کے جوابات مختصر مگر جامع انداز مین تحریر کریں۔

(۱) ساجد کب تک موزوں پر مسح کر سکتا ہے؟

جواب: ....

(۲) ساجد کے لئے ریڑھ اور کلائی کی پٹی پر مسح کا کیا حکم ہے،کب تک مسح کر سکتا ہے؟

جواب: ....

(۳) عابد کے لئے موزوں پر مسح کا کیا حکم ہے؟

جواب: ....

(۴) فاطمہ بخار کی حالت میں کب تک مسح کر سکتی ہے؟

جواب: ....

(۵) جمیل کب تک موزوں پر مسح کر سکتا ہے؟

جواب: ....

(۶) عبدالرحیم کے لئے موزوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: ....

سوال نمبر۴

پٹی اور پلستر پر مسح کی کئی صورتیں کتاب میں درج ہیں۔ اپنے ذہن میں زور ڈال کر کوئی ایسا خوبصورت نقشہ یا جدول بنائیں جس میں مسائل کی یہ سب صورتیں سما جائیں:



نجاستوں کے احکام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ . (المدثر)

ترجمہ : اور اپنے کپڑوں کو پاک کیجئے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

لَايَقْبَلُ اللّٰهُ صَلاةًمِّنْ غَيْرِ طُهُوْرٍ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ بغیر پاکیزگی کے کوئی نماز قبول نہیں فرماتے۔

کتاب الطہارت میں اس باب کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اس باب میں ہمیں دو چیزوں سے متعلق گفتگو کرنی ہے۔

(۱) نجاست کی تعریف اور اس کی اقسام کیا ہیں؟

(۲) وہ چیزیں جو بذاتِ خود پاک ہوتی ہیں مگر نجاست لگنے سے ناپاک ہوجاتی ہیں ان کے پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

نجاست کی تعریف :

بدن، کپڑے یا جگہ وغیرہ کا ایسی حالت میں ہونا کہ شریعت اسے گندا خیال کرے۔ اور اس سے پاکی حاصل کرنے کا حکم دے" نجاست" کہلاتا ہے۔

نجاست کی اقسام :

نجاست کی دو قسمیں ہیں:

(۱) نجاست حکمیہ۔ (۲) نجاستِ حقیقیہ۔

(۱) نجاستِ حکمیہ :

انسان پر ایسی حالت طاری ہونا جس کے ہوتے ہوئے نماز ادا کرنا صحیح نہ ہو۔ نجاستِ حکمیہ کو" حدث" بھی کہتے ہیں۔ پھر حدث کی دو قسمیں ہیں:

(ا) حدثِ اکبر:

انسان پر ایسی حالت طاری ہونا جس میں اس پر غسل کرنا واجب ہو اور اس حالت میں نماز پڑھنا جائز نہ ہو اور قرآنِ کریم کی تلاوت جائز نہ ہو۔ جیسے آدمی کا جنبی ہونا، عورت کو حیض ونفاس آنا وغیرہ۔

(ب) حدثِ اصغر :

ایسی حالت جس کے طاری ہونے پر صرف وضو کرنا ضروری ہو (غسل ضروری نہ ہو) اور اس حالت میں زبانی تلاوت جائز ہو" حدثِ اصغر" کہلاتا ہے۔

(۲) نجاستِ حقیقہ :

کپڑے، بدن یا کسی اور چیز کو لگنے والی وہ گندگی جس سے صفائی حاصل کرنا اور اسے دھونا واجب ہو،" نجاستِ حقیقہ" کہلاتی ہے۔ جیسے پیشاب پاخانہ، خون، پیپ وغیرہ۔

حکم کے اعتبار سے" نجاستِ حقیقہ" کی دو قسمیں ہیں:

(ا) نجاستِ غلیظہ۔ (ب) نجاستِ خفیفہ۔

(ا) نجاستِ غلیظہ :

وہ نجاست جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔ یہ نجاست سخت ہوتی ہے اس کی معاف مقدار تھوڑی ہوتی ہے۔

نجاستِ غلیظہ کی اقسام :

(۱) بہنے والا خون۔

(۲) شراب۔ (خمر)

(۳) اس جانور کا پیشاب جس کا گاشت کھانا حرام ہے جیسے درندے۔

(۴) کتے کا پاخانہ اور حرام جانوروں کا پاخانہ۔

(۵) مردہ جانوروں کا گوشت اور ان کی کھال۔

(۶) درندوں کا پاخانہ اور ان کا لعاب۔

(۷) مرغی اور بطخ کی بیٹ۔

(۸) انسانی بدن سے نکلنے والی ہر وہ چیز جس سے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ جیسے خون، پیپ، منہ بھر کر آنے والی قے۔، زخموں سے بہنے والا گندا پانی۔اور چھوٹے دودھ پینے والے بچے کا پیشاب، پاخانہ وغیرہ۔

یاد رہے کہ انسانی بدن سے نکلنے والی ان چیزوں میں سے اگر اتنی مقدار نکلے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تب وہ" نجاستِ غلیظہ" کے حکم میں ہوگی۔اگر یہ چیزیں بدن پر ظاہر ہوئیں۔ جس سے وضو نہیں ٹوٹا تو یہ نجاست کے حکم میں نہیں ہوگی۔

◉ اگر پیشاب کی چھینٹیں سوئی کی نوک کے برابر پڑ جائیں کہ جب تک غور سے نہ دیکھیں تو دکھائی نہ دیں تو اس کا کچھ حرج نہیں۔اس کا دھونا واجب نہیں۔لیکن اگر دھولیں تو بہتر ہے۔

نجاستِ غلیظہ کا حکم :

نجاستِ غلیظہ میں سے اگر پتلی اور بہنے والی چیز کپڑے یا بدن پر لگ جائے۔اور اگر وہ پھیلاؤ میں ایک درہم یعنی ہتھیلی کے گہراؤ (پورے تین سینٹی میٹر قطر) کے پھیلاؤ کے رقبے کے برابر یا اس سے کم ہو تو معاف ہے۔یعنی اس کو دھوئے بغیر اگر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائیگی لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ ہے۔

اور اگر نجاستِ غلیظہ پھیلاؤ سے زیادہ ہو تو معاف نہیں ہے۔اس کو دھوئے بغیر نماز نہ ہوگی۔اور اگر نجاستِ غلیظہ کی اقسام میں سے وہ نجاست لگ جائے جو گاڑھی ہوتی ہے، جیسے پاخانہ، مرغی وغیرہ کی بیٹ وغیرہ تو ایسی صورت میں پھیلاؤ میں رقبہ کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ وزن کا اعتبار ہوگا۔ چنانچہ ایسی نجاست اگر وزن میں ایک درہم (یعنی تین ماشہ ایک رتی (۴ گرام) یا اس سے کم ہو تو معاف ہے دھوئے بغیر نماز پڑھنے سے نماز ہو جائیگی۔اگر چہ اس کا پھیلاؤ کم ہو یا زیادہ۔اور اگر اس سے زیادہ وزن لگ جائے تو معاف نہیں، دھوئے بغیر نماز درست نہیں۔

(۱) نجاستِ خفیفہ :

نجاست خفیفہ وہ نجاست ہوتی ہے جسے یقین سے نجاست کہنا ممکن نہ ہو کیونکہ کوئی دوسری دلیل ایسی موجود ہوتی ہے جو اس کے پاک ہونے پر دلالت کرتی ہے۔یہ نجاست کیونکہ نجاستِ غلیظہ کے مقابلے میں کم اور ہلکی ہوتی ہے اور اس کی معاف مقدار زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس کو نجاستِ خفیفہ کہا جاتا ہے۔

نجاستِ خفیفہ کی اقسام :

(۱) گھوڑے کا پیشاب۔

(۲) حرام پرندوں۔(کوا، باز، گدھ وغیرہ) کی بیٹ۔

(۳) حلال جانوروں۔(مثلاً گائے، بکری، بھینس وغیرہ) کا پیشاب۔

نجاستِ خفیفہ کا حکم :

اگر نجاستِ خفیفہ کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو جس حصے یا عضو میں لگی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم میں لگی تو معاف ہے دھوئے بغیر نماز پڑھنے سے نماز ہو جائیگی۔اور اگر پورا چوتھائی یا اس سے زیادہ نجاست لگی ہو تو معاف نہیں۔دھوئے بغیر نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی۔

یعنی اگر نجاستِ خفیفہ آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو، اگر کلی میں لگی ہو تو اس کی چوتھائی سے کم ہو اگر دوپٹہ یا رومال میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے۔اگر بازو میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہے تو معاف ہے غرضیکہ جس عضو میں لگے اس کی چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے اور اگر پورا چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو تو اس کا دھونا واجب ہے یعنی دھوئے بغیر نماز درست نہیں۔

- نجاستِ غلیظہ جس پانی میں پڑ جائے وہ پانی بھی نجسِ غلیظ بن جاتا ہے اور نجاستِ خفیفہ جس پانی میں پڑ جائے تو وہ پانی نجسِ خفیف بن جاتا ہے۔

- پانی میں رہنے والے جانوروں مثلاً مچھلی مینڈک وغیرہ اور ایسے جانوروں کا خون نجس نہیں ہوتا جن کا خون بہنے والا نہیں ہوتا۔جیسے مکھی، کھٹمل اور مچھر وغیرہ کا خون۔



آثار کے اعتبار سے نجاست کی تقسیم :

نجاستِ غلیظہ اور نجاستِ خفیفہ میں سے وہ نجاستیں جو لگنے کے بعد نظر آتی ہیں "نجاستِ مرئیہ" کہلاتی ہیں جیسے خون، پاخانہ، بیٹ وغیرہ اور اگر نجاست لگنے کے بعد نظر نہ آئے تو ''نجاستِ غیر مرئیہ'' کہلاتی ہیں۔جیسے پیشاب وغیرہ۔



نجاست لگی چیزوں کو پاک کرنیکا طریقہ :

جو چیزیں خود تو نجس نہیں ہیں لیکن نجاست لگنے سے ناپاک ہوگئیں ہیں ان کے پاک کرنے مختلف طریقے

ہیں بعض چیزیں دھونے سے ہی پاک ہوتی ہیں۔ بعض چیزیں پونچھنے رگڑنے یامٹی سے مانجھ ڈالنے سے پاک ہوجاتی ہیں ۔اسی طرح بعض چیزیں ملنے اور کھرچنے سے پاک اور صاف ہوجاتی ہیں۔ بعض چیزیں سوکھ جانے سے ہی پاک ہوجاتی ہیں۔ان تمام اشیاء کی تفصیل نمبر وار ذکر کی جاتی ہے تاکہ یادرکھنے میں سہولت ہو۔

پاک کرنے کے طریقے :

(ا) دھونا : نجاست کو دور کرنے کیلئے سب سے بڑا طریقہ" دھونا" ہے۔اگر نجاست مرئیہ ہے (یعنی کپڑے یا جسم پر لگنے کے بعد اس کا وجود اور جسم نظر آتا ہے) تو اس سے پاکی حاصل کرنیکا طریقہ یہ ہے کپڑے یا بدن وغیرہ کو اتنا دھودیا جائے جس سے اس نجاست کا عین اور جسم ختم ہوجائے۔ خواہ یہ مقصد ایک مرتبہ دھونے سے ہی حاصل ہوجائے یا کئی مرتبہ دھونا پڑے اگر نجاست ایک مرتبہ دھونے سے دھل جاتی ہے تو اگرچہ مقصود حاصل ہوجانے کی وجہ سے کپڑا پاک ہوجائیگا تاہم تین بار دھولینا افضل اور بہتر ہے۔

یہ بات خوب ذہن نشین رہے کہ دھونے میں محض اس نجاست کا عین اور وجود ختم کرنا ضروری ہے اگرچہ اس کا داغ دھبہ اور اسکی بدبو ختم نہ ہو۔ جیسے خون کا داغ اور دھبہ۔

نجاست کا عین یا وجود کو زائل کرنے کے بعد اگرچہ اس کا داغ دھبہ سرف یا صابن سے، یا گرم پانی سے دور کرنا ممکن ہو تب بھی شریعتِ مطہرہ اس بات کی تکلیف نہیں دیتی۔ تاہم اگر کوئی استعمال کرنا چاہے تو اچھا ہے۔

ملاحظہ : یادرہے کہ" نجاست مرئیہ" کے دور کرنے کیلئے جس طرح پانی استعمال کرنا درست ہے۔اسی طرح وہ مائع چیز (جو بہنے والی ہو) اور پانی کی طرح پتلی ہو تو استعمال کرنا جائز ہے جس سے اس نجاست کا عین زائل ہوسکتا ہے۔ جیسے سرکہ،اور عرقِ گلاب وغیرہ۔ یہ بات پہلے معلوم ہوچکی ہے سرکہ یا عرقِ گلاب وغیرہ ایسی پاک مائع چیزوں سے طہارتِ حکمیہ (وضو اور غسل) حاصل نہیں ہوسکتی۔ تاہم طہارتِ حقیقہ حاصل ہوسکتی ہے۔

اگر کوئی مائع چیز ایسی ہو جو بذاتِ خود طاہر بھی ہو اور بہنے والی بھی ہو، لیکن اس سے نجاست کا عین اور اجزاء کو بدن اور کپڑے وغیرہ سے اچھی طرح چھڑانا اور صاف کرنا ممکن نہ ہو واس سے بھی طہارت حاصل کرنا جائز نہیں۔ جیسے گھی، تیل، دودھ وغیرہ۔ایسی چیزوں کے استعمال کے باوجود وہ چیز بدستور نجس رہے گی۔

یہ تو تھی تفصیل نظر آنے والی نجاست" نجاستِ مرئیہ" کے بارے میں، لیکن اگر وہ نجاست" نظر نہ آنے والی ہو جسے" نجاستِ غیر مرئیہ" کہتے ہیں جیسے پیشاب وغیرہ (خواہ وہ نجاست غلیظہ کی اقسام میں سے ہو

یا نجاستِ خفیفہ کی) تو اس سے پاکی حاصل کرنے کیلئے پانی (یا پانی جیسی پتلی بہنے والی کسی بھی ایسی پاک چیز سے جس سے نجاست کا اثر زائل کرنا ممکن ہو) سے تین مرتبہ اس طرح دھونا ضروری ہے:

(۱) تیسری مرتبہ دھونے کے بعد اتنا نچوڑا جائے کہ اس سے قطرے آنے بند ہو جائیں۔

(۲) اور ہر دفعہ نیا پاک پانی استعمال کیا جائے۔

◉ تین مرتبہ دھونے اور نچوڑنے وغیرہ کا مسئلہ اس وقت ہے جب پانی جاری نہ ہو۔ اگر پانی جاری ہو مثلاً کھلے نل کے نیچے ناپاک کپڑے کو رکھ دیا جائے، یا نہر یا دریا میں ڈال دیا جائے۔ یا سمندری لہر کے سامنے کر دیا جائے اور اس کپڑے پر اتنا پانی بہہ جائے کہ نجاست دور ہو جانے کا اطمینان ہو جائے تو کپڑا پاک ہو جائیگا۔ نچوڑنے کی بھی ضرورت نہیں۔

اسی طرح واشنگ مشین میں اس طرح کپڑے ڈالے جائیں کہ مشین چل رہی ہو۔ مشین کے اوپر نل کھولدیا ہو اور نیچے سے گندا پانی باہر نکل رہا ہو اس صورت میں بھی نجاست کے دور ہو جانے کا اطمینان ہو جانے پر کپڑا پاک ہو جائیگا، نچوڑنے کی بھی ضرورت نہیں۔

(۲) پونچھنا:

جس طرح پانی کے استعمال کرنے سے ہر قسم کی نجاست دور ہو جاتی ہے اسی طرح بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جو پونچھنے سے پاک ہو جاتی ہیں۔ جیسے آئینہ کا شیشہ، چھری، چاقو، چاندی سونا اور ان کے زیورات، پیتل تانبے لوہے، شیشے وغیرہ کی چیزیں اگر نجس ہو جائیں تو ان کی دو صورتیں ہیں:

(ا) ان پر ایسی پتلی نجاست لگی ہوگی جو سوکھنے کے بعد نظر نہیں آتی ہے۔ جیسے پیشاب وغیرہ۔

(ب) یا ان پر ایسی گاڑھی نجاست لگی ہوگی جو سوکھنے کے بعد نظر آتی ہے۔ جیسے پاخانہ، خون وغیرہ۔

اگر پہلی صورت ہو (یعنی پتلی نجاست لگی ہو) تو اشیاء کے پاک کرنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ ان کو تین مرتبہ پانی سے دھوئے اور ہر مرتبہ دھو کر اتنی دیر ٹھہرے کہ برتن وغیرہ یا ان اشیاء سے پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔

اور اگر نجاست لگنے کی دوسری صورت ہو (یعنی گاڑھی نجاست، پاخانہ وغیرہ لگا ہو) اور دوسری طرف برتنوں کی صورتحال ایسی ہو کہ وہ کھردرے اور نقش ونگار والے ہوں تب بھی ان کو پاک کرنے کیلئے پانی سے اس طرح دھونا ضروری ہے کہ نجاست بالکل دور ہو جائے اور اس کے ذرّات نظر نہ آئیں۔ ایسے برتنوں کو اور زیور وغیرہ کو پونچھنا مفید نہیں ہے کیونکہ نجاست ان کے کھردرے پن اور نقوش کی وجہ سے ان کے ریخوں کے درمیان جم جاتی ہے۔ پونچھنے

سے نجاست سے مکمل آزادی حاصل نہیں ہوتی۔

لیکن اگر یہ چیزیں اوران سے بننے والے برتن اور زیور وغیرہ ہموار ہوں تو کپڑے مٹی اور ٹشو پیپر وغیرہ سے خوب پونچھنے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔

(۳) خشک ہوکراثر جاتے رہنا :

اگر زمین نجاست گرنے کی وجہ سے ناپاک ہوگئی تو اسکے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے۔کہ زمین ایسی خشک ہوجائے کہ نجاست کا نشان بالکل نہ رہے۔نجاست کا دھبہ باقی رہے نہ بدبو آئے اس طرح زمین کے خشک ہوجانے سے زمین پاک ہوجاتی ہے۔اس زمین پرنماز پڑھنا درست ہے۔

یہ یاد رہے کہ اسطرح خشک ہوجانے سے زمین خود تو طاہر اور پاک ہوتی ہے مگر مطہر نہیں ہوتی (دوسروں کو پاک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی)۔لہٰذا ایسی زمین پر تیمم کرنا درست نہیں ہے۔کیونکہ تیمم میں زمین سے پاکی حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

ملاحظہ : یہ بات ذہن نشین رہے کہ پاکی اور ناپاکی میں جو حکم زمین کا ہے وہی حکم ان چیزوں کا ہے جوزمین سے ایسی متصل ہوجائیں کہ بغیر کھودے ان کو زمین سے جدا کرنا ممکن نہ ہو۔

مثال : جیسے اینٹیں اور پتھر اگر زمین پر گارے یا سیمنٹ سے جوڑ دئے جائیں تو چونکہ کھودے بغیر ان کو زمین سے جدا کرنا ممکن نہیں ہے لہٰذا یہ زمین کے حکم میں سمجھے جائیں گے چنانچہ ایسی اینٹوں اور پتھر پر نجاست گر جائے اور وہ اسطرح خشک ہوجائے کہ ان پر نجاست کا اثر باقی رہے نہ داغ دھبہ اور بدبُو تو یہ "پاک" ہوجائیں گے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ اگر اینٹیں یا پتھر زمین پر فقط بچھائے گئے ہیں ان کو گارے اور سیمنٹ وغیرہ کے ذریعہ زمین سے جوڑا نہیں گیا تو ان کے ناپاک ہونے کی صورت میں محض خشک ہونا کافی نہیں ہے بلکہ پانی وغیرہ سے دھونا ضروری ہے۔

اوپر بیان کردہ اصول کی روشنی میں پودوں یا گھاس وغیرہ کی ناپاکی کی صورت میں ان کے پاک ہونیکا حکم بھی معلوم ہوگیا چنانچہ گھاس وغیرہ اگر زمین پر اگی ہوئی ہے تو محض خشک ہوجانے اور نجاست کا نشان وغیرہ ختم ہوجانے سے پاک ہوجاتی ہے۔اور اگر گھاس کٹی ہوئی ہے تو محض خشک ہوجانے سے پاک نہیں ہوگی بلکہ پانی وغیرہ سے دھونا ضروری ہوگا۔

(۴) جلانا :

اگر کوئی چیز نجاست کے لگنے سے ناپاک ہوجائے اور اسکو آگ میں ڈالدیا جائے جس کے نجاست کے اثرات ختم ہوجائیں۔اور اس نجاست کے ذرات جل جائیں تو بھی وہ چیز پاک ہوجاتی ہے۔

مثال ۱ : ناپاک چاقو، چھری، مٹی یا تانبے اور اسٹیل وغیرہ کے برتن اگر دھکتی آگ میں ڈالدیئے جائیں تو بھی پاک ہوجاتے ہیں۔

مثال ۲ : ناپاک مٹی سے برتن یا اینٹیں وغیرہ بنائی گئیں تو جب تک وہ اشیاء کچی ہیں ناپاک ہیں۔اگر انھیں بھٹی میں ڈال کر پکالیا جائے تو پاک ہوجائیں گی۔

مثال ۳ : اگر تنور وغیرہ نجس پانی یا پیشاب لگنے سے ناپاک ہوجائے اور اس میں آگ لگادی جائے جس سے اس کی تری خشک ہوجائے تو تنور پاک ہوجائیگا۔اب روٹی پکانے سے روٹی ناپاک نہیں ہوگی۔

مثال ۴ : بکری وغیرہ کی ایسی سری یا ران کو جو خون میں لت پت تھی اس کو آگ پر اس طرح بھون لیا گیا کہ اس پر لگا ہوا خون جل گیا اور اس پر خون کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہے تو وہ سری اور ران پاک ہوجائیگی۔

(۵) حقیقت کا بدل جانا :

اگر کسی چیز کو اس طرح جلادیا جائے یا اس کو کسی کیمیائی عمل سے اسطرح گذار دیا جائے کہ اس شے کی حقیقت بدل جائے تب بھی وہ چیز پاک ہوجاتی ہے۔

مثال ۱ : گوبر وغیرہ کے اوپلے اور لید وغیرہ اگر آگ میں جل کر راکھ بن جائے تو یہ راکھ پاک ہے کیونکہ آگ میں جلنے کی وجہ اس کی حقیقت تبدیل ہوگئی ہے لہٰذا اگر یہ راکھ وغیرہ کھانے کی چیز میں لگ جائے تو کچھ حرج نہیں ہے۔

مثال ۲ : شراب جو کہ ناپاک ہوتی ہے اگر پڑے پڑے خود بخود سرکہ بن جائے یا کسی کیمیائی عمل کے ذریعے سرکہ بنالیا جائے تو چونکہ سرکہ بن جانے کی وجہ سے اس کی حقیقت تبدیل ہوچکی ہے لہٰذا وہ پاک ہوجاتی ہے۔جس کا استعمال اب ہر طرح سے صحیح ہے۔

مثال ۳ : ناپاک تیل یا ناپاک چربی کو کسی کیمیائی عمل سے گذار کر صابن بنالیا جائے تو چونکہ صابن بن جانے سے ان اشیاء کی حقیقت بدل جاتی ہے۔لہٰذا ایسا صابن پاک ہے۔

مثال ۴ : کوئی جانور مثلاً گدھا وغیرہ نمک کی کان میں گر کر نمک بن جائے یا پانی کے کنویں میں گر کر کچھ عرصے بعد مٹی بن جائے تو ایسی کان اور کنواں اس گرنے والے جانور کی حقیقت بدل جانے کی وجہ سے پاک ہے۔

(٦) ذبح سے پاک ہونا :

کسی بھی جانور کو ذبح کر دیا جائے تو بہنے والے خون کے نکل جانے کی وجہ سے کھال پاک ہو جاتی ہے۔ایسی کھال کی رطوبات وغیرہ کپڑے یا بدن کو لگ جانے سے کپڑا یا بدن ناپاک نہیں ہوں گے۔

(٧) چمڑے کا دباغت سے پاک ہونا :

اگر کوئی جانور شرعی طور پر ذبح نہ کیا جاسکا اور ایسے ہی مُردار ہو گیا اور اسکی کھال اتار لی گئی تو یہ کھال ناپاک ہے۔مردہ جانور کی کھال کو پاک کرنے کے عمل کا نام" دباغت" ہے۔" دباغت" کے ذریعے ایسی کھال پاک ہو جاتی ہے۔

" دباغت" کا طریقہ :

دباغت کا طریقہ یہ ہے کہ

(١) کھال کو دھوپ میں رکھدیا جائے جس کی وجہ سے اس کی تمام نجس رطوبات خشک ہو جائیں۔اور کھال میں کچھ بھی پانی باقی نہ رہے۔

(٢) کھال کو نمک یا کسی بھی کیمیکل سے اسطرح صاف کر دیا جائے کہ اس کا نجس پانی اور نجس رطوبات خشک ہو جائیں۔

ملاحظہ : اوپر ذکر کردہ مسئلہ آدمی اور خنزیر کے علاوہ تمام مردہ جانوروں کی کھال کے بارے میں ہے۔آدمی اور خنزیر کی کھال دباغت سے بھی پاک نہیں ہوتی۔آدمی کی کھال تو اس کے احترام واکرام کی وجہ سے۔اور خنزیر کی کھال اس وجہ سے کہ خنزیر نجس العین ہوتا ہے۔ہر طرح کی صفائی اور دباغت کے باوجود وہ نجس ہی رہتا ہے۔

(٨) ملنا اور کھرچنا :

اگر کسی شخص کے کپڑے کو منی لگ جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دیکھا جائے گا کہ کپڑے کو لگنے والی منی خشک ہے یا تر۔اگر منی تر ہے تو اسے پانی سے دھونا واجب ہے۔کھرچنے سے کچھ بھی فائدہ نہیں۔اور اگر منی خشک ہو چکی ہے تو اسکو مل کر کھرچ دینا بھی کافی ہے۔

منی اگر بدن کو لگ جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ تر ہو تو دھونا ضروری ہے اور اگر خشک ہو چکی ہو تو کھرچ دینے سے بدن پاک ہو جاتا ہے۔

کھرچنے کی صورت میں صرف منی کے اجزاء کا دور ہو جانا کافی ہے۔ منی کے داغ اور بدبو کو ختم کرنا ضروری نہیں ہے۔

ملاحظہ: چونکہ طبعی کمزوری کی وجہ سے آج کل منی پتلی ہوتی ہے۔ جو کپڑے کے اندر جذب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا صرف کھرچنے سے منی کے اجزاء سے چھٹکارا حاصل نہیں ہوتا بلکہ دھونا بھی ضروری ہے۔

(۹) رگھسنا اور رگڑنا:

چمڑے کے موزے اور جوتے پر نجاست لگ جائے تو اس کو پاک کرنے میں یہ تفصیل ہے:

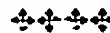
(۱) اگر ایسی نجاست لگے جو گاڑھی اور جسم دار ہے جیسے پاخانہ، گوبر اور منی وغیرہ۔ تو اب اگر

(ا) ایسی نجاست خشک ہو جائے تو زمین وغیرہ پر گھسنے اور اس طرح رگڑنے سے موزہ اور جوتا وغیرہ پاک ہو جائیگا۔ کہ نجاست کے اثرات ختم ہو جائیں۔

(ب) اور اگر ایسی نجاست کو خوب اچھی طرح زمین پر گھس دیا جائے یا خوب اچھی طرح پونچھ دیا جائے کہ نجاست کا کچھ بھی اثر یعنی رنگ اور بُو باقی نہ رہے تو پاک ہو جائیگا۔

(یہ تو تھی تفصیل نجاست کے گاڑھے ہونے کی صورت میں)

(۲) اور اگر نجاست پتلی ہو جو سوکھنے کے بعد نظر نہیں آتی تو اگر گیلے موزے اور جوتے پر مٹی، ریت یا راکھ وغیرہ ڈال کر رگڑ دیں اور اچھی طرح پونچھ لیں تو یہ پاک ہو جائیں گے۔





عملی مشق

سوال نمبر ۱

ذیل میں کچھ الفاظ دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے مناسب لفظ چن کر خالی جگہ پر کریں۔

حدث اکبر، نجاست خفیفہ، نجاست مرئیہ، نجاست غلیظہ، نجاست غیر مرئیہ، نجاست حکمیہ، نجاست حقیقیہ، حدث اصغر، نجاست۔

(۱) بدن، کپڑے یا جگہ کا ایسی حالت میں ہونا کہ شریعت اسے گندہ خیال کرتے ہوئے پاکی کا حکم دے..........کہلاتا ہے۔

(۲) ....حدث کی صورت میں صرف وضو کر لینے سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔

(۳) ہر وہ نجاست جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جائے جس کو دلیل میں شبہ پائے جانے کی وجہ سے یقینی طور پر نجاست کہنا مشکل ہو..........کہلاتا ہے۔

(۴) ....وہ نجاست ہوتی ہے جو لگنے کے بعد نظر نہ آئے۔

(۵) انسان پر ایسی حالت طاری ہو جانا جس میں اس پر غسل واجب ہو..........کہلاتا ہے۔

(۶) ....اگر ایک درہم کے برابر یا اس سے کم جگہ پر لگی ہو تو معاف ہے۔

(۷) ....میں نجاست کے عین (جسم) کو زائل کرنا ضروری ہے، خواہ اس کا داغ اور دھبہ ختم نہ ہو۔

(۸) جو نجاست کسی چیز پر لگی محسوس نہ ہو، لیکن شریعت کے حکم سے ثابت ہو..........کہلاتی ہے۔

(۹) نجاست غلیظہ اور خفیفہ حکم کے اعتبار سے..........کی اقسام ہیں۔

(۱۰) ....لاحق ہونے کی صورت میں غسل فرض ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر ۲

درجِ ذیل فہرست میں غور کر کے نیچے دیئے گئے کالم پُر کریں۔ یہ بات واضح رہے کہ ایک ہی لفظ مختلف کالموں میں بھی آ سکتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی لفظ کسی کالم میں بھی نہ آئے۔

{خون، دودھ پیتے بچے کا پیشاب، حرام پرندوں کی بیٹ، حلال جانوروں کا پیشاب، حرام جانوروں کا پیشاب، کتے کا لعاب، زخم کا پانی، گائے بھینس کا گوبر، جنابت کا طاری ہونا، حیض کا خون، مکھی یا مچھر کا خون، ریح کا نکلنا، پیشاب جو سوکھ جائے، منی، نفاس کی حالت، تھوڑی سی قے، حلال پرندوں کی بیٹ}

نجاست حکمیہ	نجاست حقیقیہ	نجاست غلیظہ	نجاست خفیفہ	نجاست مرئیہ	نجاست غیر مرئیہ
....	....	....	....	....	....
....	....	....	....	....	....
....	....	....	....	....	....
....	....	....	....	....	....

سوال نمبر ۴

پہلی مثال کی روشنی میں درجِ ذیل جدول مکمل کریں۔ پہلے پاک کرنے کے طریقے نمبروار ذکر کیجئے۔ پھر مثال سے ان کی وضاحت کریں

پاک کرنے کا طریقہ	مثال سے وضاحت
مثال: دھونا	کپڑے پر پیشاب لگ جائے تو دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔-------
(۱)	....
(۲)	....
(۳)	....
(۴)	....
(۵)	....
(۶)	....

(۷)	....
(۸)	....

سوالنمبر۵

درجِ ذیل میں سے صحیح اور غلط جملوں کی (✓) کے نشان سے نشاندہی کریں۔ صحیح/غلط

(۱) بچے کا پیشاب اگر ہتھیلی کے گہراؤ (پونے تین 1/4 2 سینٹی میٹر) کے برابر ہو، یا کم لگا ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ ☐ ☐

(۲) نجاست خفیفہ ایک درہم یا اس سے کم مقدار میں معاف ہے۔ اتنی نجاست کے ساتھ نماز پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے۔ ☐ ☐

(۳) پاک کرنے میں پانی اور ہر ایسی بہنے والی چیز کا حکم ایک ہی ہے جس سے نجاست کا ازالہ ممکن ہو۔ ☐ ☐

(۴) خون یا نجاست وغیرہ دور کرنے کے بعد صابن یا بلیچ وغیرہ سے اس کا داغ دھبہ دور کرنا بھی ضروری ہے۔ ☐ ☐

(۵) نقش و نگار والے برتن صرف پونچھنے سے صاف ہو جاتے ہیں۔ ☐ ☐

(۶) خون آلود کپڑا پانی کے ساتھ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے، مگر عرقِ گلاب وغیرہ سے پاک نہیں ہوتا۔ ☐ ☐

(۷) نجاست غیر مرئیہ اگر ایسی چیز کو لگے، جنہیں نچوڑنا ممکن نہیں ہوتا، جیسے برتن تو اسے دھو لینا کافی ہوتا ہے، قطرے بند ہونا ضروری نہیں۔ ☐ ☐

(۸) اگر نجس چیز کو کیمیائی عمل سے اس طرح گزارا جائے کہ اس کی حقیقت یا ماھیت بدل جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔ ☐ ☐

(۹) نجس چیز کو جاری پانی (دریا، نہر، نل وغیرہ کا پانی) میں پاک کرنے کے لئے ازالہ نجاست شرط ہے۔ تین مرتبہ دھونا اور نچوڑنا کوئی شرط نہیں ہے۔ ☐ ☐

(۱۰) فرش وغیرہ پر پیشاب گر کر خشک ہو جائے تو فرش پاک ہو جاتا ہے۔ ☐ ☐

❖❖❖❖❖

حیض ونفاس کے احکام

حیض (M ENSES) کسے کہتے ہیں؟

بالغ عورت کو ہر مہینے آگے کے راستے سے بغیر کسی بیماری کے جو معمول کا خون آتا ہے اس کو "حیض" کہتے ہیں۔

حیض کی مدّت :

حیض کی کم سے کم مدّت تین دن اور تین راتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ مدّت دس دن اور دس راتیں ہیں۔ کسی عورت کو تین دن اور تین راتوں سے کم خون آیا تو وہ حیض نہیں ہے۔ بلکہ" استحاضہ" ہے (استحاضہ کی تعریف اور اسکا حکم آگے آرہا ہے)۔

اسی طرح اگر کسی عورت کو دس دن، ور دس راتوں سے زیادہ خون آیا تو جتنے دن دس دن سے زیادہ خون آیا تو وہ بھی استحاضہ ہے۔ البتہ دس دن اور دس راتیں حیض میں شمار ہوں گی۔

یاد رہے کہ اگر تین دن اور تین راتوں سے ذرا بھی کم خون آیا تو وہ بھی حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے۔

مثال :

جیسے جمعہ کے روز صبح سات بجے کسی عورت کو خون آنا شروع ہوا اور پیر کے دن صبح 55 : 6 بجے پر خون بند ہوگیا۔ تو یہ خون استحاضہ میں شمار ہوگا۔ اسے حیض کا خون نہیں کہیں گے۔

حیض کی شرط :

نو برس سے پہلے حیض بالکل نہیں آتا، اسلئے نو برس سے چھوٹی لڑکی کو جو خون آئے وہ حیض نہیں بلکہ "استحاضہ" ہے۔

اور پچپن برس کے بعد عام طور پر جو عادت ہے وہ یہی ہے کہ حیض نہیں آتا، لیکن آنا ممکن ہے اسلئے اگر پچپن برس کے بعد خون نکلے تو وہ" استحاضہ" ہے۔ حیض نہیں ہے۔

لیکن اگر پچپن برس کے بعد ایسا خون آیا جس کا رنگ حیض والا ہے مثلاً خوب سرخ یا سیاہ رنگ کا خون ہے تو چونکہ پچپن برس کے بعد بھی حیض آنے کا امکان تو بہر حال رہتا ہے لہٰذا یہ خون بھی حیض میں شمار ہوگا۔

حیض کے رنگ :

حیض کی مدّت کے اندر اندر سرخ، زرد، سبز، خاکی یا مٹیالا، سیاہ جس رنگ کا بھی خون آئے، سب حیض ہے۔

"طُہر" (پاکی) کی مدّت

دو حیض کے درمیان پاکی کی مدّت کم از کم پندرہ دن ہے۔ یعنی ایک مرتبہ کے حیض کے بعد دوبارہ آنے والے خون کے اوپر حیض کے احکام تب جاری ہوں گے جب دونوں خونوں کے درمیان کم از کم پندرہ دن پاکی کے گذرے ہوں۔ چنانچہ ایک ماہواری کے بعد دوسرا خون اس وقت زیادہ کی کوئی حد نہیں لہٰذا اگر کسی وجہ سے عورت کو حیض آنا بند ہو جائے تو جتنے مہینے تک خون نہ آئے پاک رہے گی۔

اس مسئلہ کی وضاحت کیلئے یہ مثال سمجھ لیجئے: اگر کسی عورت کو تین دن اور تین رات خون آیا، پھر پندرہ دن پاک رہی، پھر تین دن اور تین رات خون آیا تو اس صورت میں پہلے تین دن ارر پندرہ دن پاکی کے بعد تین دن حیض شمار ہوں گے۔ اور بیچ میں پندرہ دن پاکی کا زمانہ ہے۔



نِفاس (Delivery) کی تعریف:

بچہ پیدا ہونے کے بعد (خواہ بچہ بڑے آپریشن (Seazer) سے پیدا ہوا ہو۔ جو خون عورت کو آگے کے راستے آتا ہے" نفاس" کہلاتا ہے۔

بچہ اگر آدھے سے زیادہ باہر نکل آیا لیکن ابھی پورا نہیں نکلا اس وقت جو خون آئے وہ بھی "نفاس" کہلاتا ہے۔

نفاس کی مدّت :

نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدّت چالیس دن ہے اس سے زیادہ اگر خون آئے تو چالیس دن نفاس کے شمار ہوں گے۔ باقی خون استحاضہ شمار ہوگا۔ نفاس کی کم مدت کی کوئی حد نہیں۔

اگر عورت کو ولادت کے بعد آدھے گھنٹے تک خون آنے کے بعد رک گیا پھر چالیس دن کے اندر خون نہیں آیا تو وہ آدھا گھنٹہ" نفاس" شمار ہوگا۔



حیض اور نفاس کے مسائل

پہلا حکم: حیض اور نفاس کے دنوں میں نماز پڑھنا اور روزے رکھنا جائز نہیں ہے۔ اتنا فرق ہے کہ نماز تو بالکل معاف ہو جاتی ہے پاک ہو جانے کے بعد بھی اس کی قضاء واجب نہیں ہوتی لیکن روزہ معاف نہیں ہوتا پاک ہونے کے بعد روزہ کی قضاء ضروری ہے۔

وجہ یہ ہے کہ نمازیں ہر روز پانچ فرض ہوتی ہیں اور حیض کے دنوں کی ساری نمازیں جمع کی جائیں، مثلاً حیض کے دس دنوں کی نمازیں جمع کی جائیں تو کل پچاس نمازیں بنتی ہیں اب اگر عورت کو ہر مہینے رواں فرض نمازوں کے ساتھ پچاس نمازیں پڑھنا پڑتیں تو بڑی مشقت لاحق ہوتی اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے نوع انسان کی صنفِ نازک کو اتنی بڑی مشقت سے بچا کر سہولت عطا فرمادی۔ جبکہ روزہ سال بھر میں ایک ہی دفعہ آتا ہے اگر حیض کی وجہ سے دس دن روزہ چھوٹ بھی جائے تو رمضان شریف کے بعد اس کی قضاء کرنا کوئی مشکل نہیں ہوتا۔ روزہ کے عظیم ثواب میں شرکت کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اسکی قضاء کو لازم قرار دیا۔

دوسرا حکم: حیض اور نفاس کے دنوں میں مرد کو اپنی بیوی سے صحبت کرنا ناجائز ہے۔ اس کے علاوہ سب کام (بوس و کنار وغیرہ) درست ہیں۔ ایسی عورت کے ساتھ کھانا پینا وغیرہ سب درست ہے۔

تیسرا حکم: حیض اور نفاس کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت (دیکھ کر ہو یا زبانی) ممنوع ہے۔ تاہم ذکر، تسبیحات، درود شریف درس و تدریس وغیرہ سب جائز ہے۔

اگر کسی معلّمہ کو جو بچیوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیتی ہے ماہواری کے ایام شروع ہو جائیں تو کیونکہ ان ایام میں تلاوتِ قرآنِ جائز نہیں ہوتی لہٰذا تعلیم کے دوران ایسا انداز اختیار کرنے کی حضراتِ فقہائے عظام ؒ نے اجازت دی ہے جسے ہمارے معاشرے میں تلاوت نہیں کہتے۔ مثلاً وہ حرف کو توڑ توڑ کر اس طرح پڑھائے کہ وہ تلاوت نہ بننے پائے۔

چوتھا حکم: حیض اور نفاس کے دنوں میں مسجد میں جانا درست نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی عورت کیلئے نماز یا طواف کیلئے مسجدِ حرام میں جانا جائز نہیں ہے۔

❖❖❖❖❖

عملی مشق

سوال نمبر ا

درج ذیل مسائل میں سے صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں: صحیح/غلط

(ا) بالغ عورت کو بچے کی پیدائش کے بعد جو معمول کا خون آتا ہے، اسکو حیض کہتے ہیں۔ ☐ ☐

(۲) اگر پانچ دن سے کم حیض آیا تو یہ استحاضہ ہے۔ ☐ ☐

(۳) نو برس سے پہلے حیض بالکل نہیں آتا۔ ☐ ☐

(۴) حیض ونفاس کے دنوں میں روزہ رکھنا جائز جبکہ نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ ☐ ☐

(۵) حیض ونفاس کی حالت میں قرآن کی تلاوت کرنا ناجائز ہے۔ ☐ ☐

(٦) قرآن کی معلمہ کو حیض ونفاس کے دنوں میں مطلقاً تلاوت قرآن کی اجازت ہے۔ ☐ ☐

(۷) نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہیں۔ ☐ ☐

(۸) نفاس کے دنوں کی نماز کی قضاء ضروری ہے، جبکہ روزوں کی قضاء ضروری نہیں۔ ☐ ☐

سوال نمبر ۲

مناسب الفاظ سے خالی جگہیں پُر کریں:

(ا) حیض کی کم سے کم مدت............ہے۔

(تین دن تین رات۔ پانچ دن پانچ رات)

(۲) اگر عورت کو نو برس سے پہلے خون آئے تو اسے............کہتے ہیں۔

(حیض، نفاس، استحاضہ)

(۳) حیض ونفاس کے دنوں میں مرد کا اپنی بیوی سے............ناجائز ہے۔

(صحبت، بوس وکنار)

(۴) حیض نفاس کی حالت میں .... میں جانا ناجائز ہے۔

(اسکول، مسجد، مدرسہ)

(۵) دوحیضوں کے درمیانی پاکی کی مدت کم ازکم .... ہے۔

(دس دن، پندرہ دن، ایک ماہ)

(۶) پچپن برس کے بعد عام عادت یہی ہے کہ .... نہیں آتا۔

(استحاضہ، حیض، نفاس)

(۷) حیض کی مدت میں آنے والا .... رنگ کا خون حیض شمار ہوگا۔

(سیاہ، نیلا)

(۸) نفاس کے دنوں میں .... کی اجازت ہے۔

(تلاوت، ذکر وتسبیحات، نماز)

سوال نمبر۳

ذیل کے جملوں میں عورت کو آنے والا خون کس قسم میں سے ہے متعلقہ خانے میں اس کی نشاندہی کریں:

	حیض	نفاس	استحاضہ
(۱) نوبرس سے پہلے آنے والا خون۔			
(۲) تین دن سے کم آنے والا خون۔			
(۳) تین دن خون آنے کے بعد پندرہ دن وقفہ رہا۔ پھر تین دن بعد آنے والا خون۔			
(۴) بچے کی پیدائش کے دوران آنے والا خون۔			
(۵) بچے کی پیدائش کے پچاس روز بعد آنے والا خون جب کہ نفاس ایک مہینے کے بعد بند ہوگیا تھا۔			
(۶) طہر کے پندرہ دن گزرنے کے بعد صرف دو دن خون آیا۔			
(۷) پچپن برس کے بعد خاص سرخ رنگ کا خون آیا۔			



(۸) مٹیالے رنگ والا خون..........................

معذور کا حکم

معذور کی تعریف :

شریعتِ مطہرہ کی نظر میں ہر وہ شخص معذور ہے جسے ایسا کوئی عذر لاحق ہو۔جس کے ہوتے ہوئے اس کا وضو برقرار نہیں رہتا اور اس کو پاکی کا اتنا وقت بھی نہیں ملتا کہ وہ وضو کر کے فرض نماز پڑھ سکے۔لہٰذا اگر اسے نماز کے پورے وقت میں اتنا وقت مل جاتا ہے کہ پاکی کی حالت میں وضو کر کے صرف فرض نماز ادا کر سکتا ہے تو یہ شخص شریعت کی نظر میں معذور نہیں ہے۔

عذر کی مثالیں

مثلاً کوئی عورت ایسی ہے کہ جسے استحاضہ کا خون آتا رہتا ہے اور مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق اسے وضو اور نماز کا وقت بھی پاکی کی حالت میں نہیں ملتا، یا کسی شخص کو مسلسل نکسیر آرہی ہے کہ خون کسی طرح بند ہی نہیں ہوتا، یا کسی شخص کو مسلسل پیشاب کے قطرے آتے رہتے ہیں یا کسی کو دائمی دست لگے ہیں۔یا کوئی ایسا زخمی ہے کہ مسلسل اس کے زخم سے خون رستا رہتا ہے۔وغیرہ وغیرہ۔

معذور کا حکم :

اگر کوئی شخص (مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں) شریعت کی نظر میں معذور ہے تو اسکا حکم یہ ہے کہ وہ نماز کے وقت آنے پر ایک دفعہ وضو کر لے۔اور اس وضو سے اس نماز کے اندر فرض، نفل، تلاوت وغیرہ سب کچھ جائز ہے۔ایسی حالت میں ایک دفعہ وضو کرنے سے وہ شخص باوضو ہو جائے گا۔خواہ باقی وقت اسے مسلسل خون یا پیشاب کیوں نہ آتا رہے۔شریعت کی نظر میں معذور ہونے کے بعد یہ چیزیں اسکے لئے ناقض وضو نہیں رہتیں۔تاہم ان کے علاوہ کوئی دوسری ناقض وضو چیز پائی گئی اور اس چیز میں یہ معذور نہیں ہے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

جب اس نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو اس شخص کا وضو خود بخود ختم ہو جائیگا۔گویا معذور کے وضو کیلئے ناقض فرض نماز کا وقت ختم ہو جانا ہے۔پھر اگلی نماز کے وقت کیلئے وضو کر لے اور وہ وضو اگلے سارے وقت کیلئے کافی ہوگا۔

عذر کی مدت :

یہ یاد رہے کہ اگر ایک وقت نماز میں کوئی شخص شرعاً معذور ہو گیا تو وہ اس وقت تک معذور سمجھا جائیگا جب تک

اس پر کسی نماز کا مکمل وقت اس طرح نہ گزر جائے کہ اس میں وہ عذر لاحق نہ ہو۔ اگر کسی نماز کا مکمل وقت پاکی کی حالت میں گزر گیا تو ایسا شخص شریعت کی نظر میں معذور ہونے سے نکل جائے گا۔

یہ بھی خوب ذہن نشین رہے کہ ایک دفعہ معذور شرعی ہونے کے بعد یہ ضروری نہیں ہے کہ باقی نمازوں کے اوقات بھی مکمل طور پر اسی عذر کے ساتھ گزریں۔ ایک دفعہ معذور ہونے کے بعد اگلے وقت میں اگر ایک دفعہ بھی وہ عذر لاحق ہو گیا تب بھی وہ معذور سمجھا جائیگا۔ اس سے اگلے وقت میں پھر ایک دفعہ وہ عذر لاحق ہو گیا تب بھی شریعت کی نظر میں ابھی وہ مسلسل معذور ہے خواہ باقی وقت پاکی کی حالت میں ہی کیوں نہ گزرے۔



عملی مشق

سوال نمبر ۱

درج ذیل مسائل میں سے صحیح اور غلط کی متعلقہ خانہ میں نشاندہی کریں۔

☐ ہر وہ شخص معذور ہے جسے کوئی ایسا عذر لاحق ہے جس کے ہوتے ہوئے اس کا غسل باقی نہیں رہتا۔ اور اس کو پاکی کا اتنا وقت نہیں ملتا کہ وہ کر کے فرض نماز پڑھ سکے۔

☐ اگر کسی کے ناک سے مسلسل نزلہ بہہ رہا ہے تو ایسا شخص معذور ہے اور اس پر معذور والا حکم لگے گا۔

☐ شریعت کی نظر میں معذور جس بیماری میں مبتلا ہے تو وہ بیماری اس کی پاکی کے لئے ناقض نہیں ہے۔

☐ وقت ختم ہونے کے بعد معذور کا وضو خود بخود ختم ہو جائے گا۔

سوال نمبر ۲

مناسب الفاظ سے خالی جگہیں پر کریں:

(۱) اگر..........نماز کا وقت مکمل پاکی میں گزر گیا تو ایسا شخص معذور کے حکم سے نکل جائے گا۔

(ایک، پانچ)

(۲) ایک دفعہ معذور ہونے کے بعد یہ ضروری..........کہ باقی نمازوں کے اوقات مکمل طور پر اسی

عذر کے ساتھ گزریں۔ (ہے، نہیں)

(۳) معذور کے وضو کے لئے ناقض .... کا ختم ہو جانا ہے۔

(فرض نماز، فرض نماز کے وقت)

(۴) جس کے بدن سے مسلسل خون رس رہا ہے، تو ایسا شخص معذور .... ۔ (ہے، نہیں)





چند ضروری اِصطلاحات

فرضِ عین :

وہ فعل ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے اور جو کوئی بغیر کسی عذر کے اس کو چھوڑ دے تو وہ فاسق ہے، مستحقِ عذاب ہے اور جو کوئی اس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

فرضِ کفایہ :

وہ فعل ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری نہیں ہے۔ بلکہ بعض لوگوں کے ادا کرنے سے ادا ہو جائیگا۔ اور اگر کوئی ادا نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے۔

واجب :

وہ فعل ہے جو دلیلِ ظنّی سے ثابت ہو، اس کا بلا عذر ترک کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے، بشرطیکہ بغیر کسی تاٗ ویل اور شبہ کے چھوڑ دے اور جو اسکا انکار کرے وہ فاسق ہے کافر نہیں۔

سنّتِ موٴکدہ :

وہ فعل ہے جس کو نبی ﷺ نے یا صحابہ کرامؓ نے ہمیشہ کیا ہو اور بغیر عذر کے ترک نہ کیا ہو، لیکن ترک کرنے والے پر کسی قسم کا زجر اور تنبیہ نہ کی ہو، بلا عذر چھوڑنے والا اور ترک کی عادت بنانے والا فاسق اور گناہ گار ہے۔

سنّتِ غیر موٴکدہ :

وہ فعل ہے جس کو نبی ﷺ یا صحابہ کرامؓ نے کیا ہو اور بغیر کسی عذر کے ترک بھی کیا ہو اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق اور چھوڑنے والا عذاب کا مستحق نہیں ہے۔

مستحب:

وہ فعل ہے جس کو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے کیا ہو، لیکن ہمیشہ اور اکثر نہیں بلکہ کبھی کبھی، اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے۔ اور نہ کرنے والے پر کسی قسم کا گناہ نہیں ہے۔

حرام :

وہ فعل ہے جو دلیلِ قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر اور اس کا بغیر عذر کرنیوالا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔

مکروہِ تحریمی:

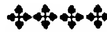
وہ فعل ہے جو دلیلِ ظنّی سے ثابت ہو، اور اسکا انکار کرنے والا فاسق ہے، بغیر عذر کرنے والا گناہ گار اور عذاب کا مستحق ہے۔

مکروہِ تنزیہی :

وہ فعل ہے جس کے نہ کرنے میں ثواب ہو اور کرنے میں عذاب نہ ہو۔

مباح:

وہ فعل ہے جس کے کرنے میں ثواب نہ ہو اور نہ کرنے میں عذاب نہ ہو۔



عملی مشق

سوال نمبر ا

درجِ ذیل مسائل میں سے صحیح اور غلط کی (✓) اور (x) کے ساتھ نشاندہی کریں۔

- ☐ فرض عین کو بغیر عذر کے ترک کرنے والا فاسق ہے۔
- ☐ واجب کا انکار کرنے والا کافر ہے۔
- ☐ مستحب وہ فعل ہے جس کو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے ہمیشہ کیا ہو۔
- ☐ مکروہ تحریمی وہ فعل ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو۔
- ☐ مباح وہ فعل ہے جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں عذاب نہ ہو۔

سوال نمبر۲

مناسب الفاظ چن کر خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) ....وہ فعل ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے۔

(فرض عین، فرض کفایہ)

(۲) واجب وہ فعل ہے جو............سے ثابت ہو۔

(دلیل قطعی، دلیل ظنی)

(۳) حرام کا منکر............ہوتا ہے۔

(فاسق، بدعتی کافر)

(۴) مکروہ تنزیہی وہ فعل ہے جس کے نہ کرنے میں............ہو۔

(عذاب، ثواب، گناہ)

(۵) حرام کا بغیر عذر کے ارتکاب کرنے والا............ہے۔

(فاسق، کافر)





نماز کے احکام

- نماز کے اوقات و مسائل
- جماعت کے احکام
- نماز وتر کے احکام
- مسافر کی نماز کے احکام
- قضاء نمازوں کے احکام
- مریض کی نماز کے احکام
- سجدہ سہو کے احکام
- سجدہ تلاوت کے احکام
- نماز جمعہ کے احکام
- صلاۃ الاستسقاء کے احکام
- صلاۃ الکسوف کے احکام
- عیدین کے احکام

نماز کے احکام

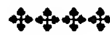
قال اللہ تعالیٰ: حَافِظُوا عَلَى الصَّلٰوتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰى وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ.

(البقرہ۔۲۳۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمام نمازوں اور بالخصوص درمیانی نماز کی محافظت (آداب وسنن کی رعایت) کرو اور اللہ کے حضور عاجز بن کر کھڑے ہوا کرو۔

وقال رسول اللہ ﷺ: اَرَاَيْتُمْ لَوْاَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ؟ قَالُوْا: لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ. قَالَ: فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلٰوتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا. (رواہ البخاری ومسلم عن ابی ہریرۃؓ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے بتلاؤ کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر ہو جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو اس کے بدن پر میل باقی رہے گا؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کچھ بھی میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے گناہوں کو صاف فرما دیتے ہیں۔



نماز کی قسمیں

نماز کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ نماز جو رکوع اور سجدے والی ہو۔

(۲) وہ نماز جو رکوع اور سجدے والی نہیں ہے۔ جیسے نمازِ جنازہ وغیرہ۔

پھر ایسی نماز جو رکوع اور سجدے والی ہے اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) فرض نماز: ہر روز کی پانچ نمازیں۔ اور جمعہ کے دن ظہر کی جگہ نمازِ جمعہ ادا کرنا۔

(۲) واجب نماز : جیسے نمازِ وتر، نمازِ عیدین، ان نوافل کی قضاء کرنا جو شروع کرنے کے بعد توڑ دئے ہوں۔، اور طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھنا اور وہ نفل جن کے پڑھنے کی نذر مان لی ہو۔

(۳) نفل : فرض اور واجب کے علاوہ باقی نمازیں، جیسے نمازِ تہجد (یہ نماز بڑی فضیلت اور برکت کی حامل ہے) اور نمازِ اشراق، نمازِ چاشت اور نمازِ زوال، نمازِ اوابین، نمازِ استخارہ، نماز حاجت، نمازِ توبہ، تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء وغیرہ۔



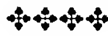
فرضیّت نماز کی شرائط : نماز کے فرض ہونے کی تین شرطیں ہیں جس شخص میں یہ تینوں شرائط پائی جائیں اس پر نماز پڑھنا فرض ہے:

(۱) مسلمان ہونا : لہٰذا کافر پر نماز فرض نہیں۔

(۲) بالغ ہونا : لہٰذا نابالغ پر نماز فرض نہیں ہے۔

(۳) عقل مند ہونا : لہٰذا مجنون پر نماز فرض نہیں ہے۔

یہ یاد رہے کہ نابالغ بچے پر اگرچہ نماز فرض نہیں ہے تاھم والدین کو چاہئے کہ جب بچہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دیں۔ اور جب دس سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے مار پیٹ کے ذریعے نماز پڑھوائیں تاکہ نماز فرض ہونے سے پہلے پہلے نماز کی عادت ہو جائے۔



نمازوں کی تعداد (رکعات اور اوقات)

اللہ تعالیٰ نے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں جن کی رکعات اور ان کے اوقات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) نمازِ فجر :

نمازِ فجر میں دو رکعتیں پڑھنا فرض ہے۔ رات کے آخری حصّے میں صبح ہونے سے پہلے مشرق کی جانب افق (آسمان کا کنارہ) پر مشرق سے مغرب کی طرف اگر لمبی سفیدی دکھائی دے۔ جو کچھ دیر کے بعد ختم ہو جاتی ہے اس کو "فجرِ کاذب" کہتے ہیں اس وقت فجر کا وقت شروع نہیں ہوتا۔

پھر تھوڑی دیر بعد آسمان کے افق اور کنارے پر جب سورج اٹھارہ درجے زیرِ افق ہوتا ہے تو چوڑائی میں سفیدی نمودار ہوتی ہے اور جب سورج پندرہ درجے زیرِ افق رہ جاتا ہے تو وہ روشنی تیزی سے بڑھنا شروع ہو جاتی ہے اور تھوڑی دیر میں بالکل اجالا ہو جاتا ہے۔ تو جس وقت سے یہ چوڑی سفیدی دکھائی دے تو اس کو "فجرِ صادق" کہتے ہیں۔ فجر صادق کے طلوع ہونے سے فجر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور طلوعِ آفتاب تک باقی رہتا ہے۔ اور جب آفتاب کا ذرا سا کنارہ نکل آتا ہے۔ تو فجر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

(۲) نمازِ ظہر :

نمازِ ظہر میں چار رکعتیں پڑھنا فرض ہے۔ زوالِ شمس (دوپہر ڈھل جانے) کے بعد سے ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور جتنا سایہ ٹھیک دوپہر کے وقت ہوتا ہے جسے سایہ اصلی بھی کہتے ہیں اسے چھوڑ کر جب تک ہر چیز کا سایہ دوگنا نہ ہو جائے ظہر کا وقت رہتا ہے۔ سایۂ اصلی چھوڑ کر جب ہر چیز کا سایہ دوگنا (مِثلِ ثانی) ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ اور عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ یہ تفصیل حضرتِ امامِ ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق ہے۔ اور اسی بات پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

حضرتِ امامِ اعظم کے دونوں جلیل القدر شاگرد حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ سایۂ اصلی کو چھوڑ کر جب ہر چیز کا سایہ اس سے ایک گنا (مثل اول) ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ احتیاط اس میں ہے کہ ظہر مثل اول سے پہلے پہلے پڑھ لی جائے۔ البتہ مسافر اس سہولت سے یہ فائدہ اٹھا سکتا ہے کہ ظہر کو مثلِ ثانی کے اخیر میں پڑھ لیں اور مثل ثانی کے پورا ہونے پر عصر اول وقت میں ادا کر لے۔ یوں جمع کرنے سے مسافر کو سہولت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور نماز بھی اپنے اپنے وقت میں ادا ہو جاتی ہے۔

سایۂ اصلی کا مطلب : مشرق سے سورج نکل کر جتنا بلند ہوتا رہتا ہے اسی قدر مخالف سمت میں ہر چیز کا سایہ گھٹتا رہتا ہے یہاں تک کہ ٹھیک دوپہر کے وقت ایک وقت ایسا آتا ہے کہ سایہ گھٹنا موقوف ہو جاتا ہے۔ یہ ٹھیک زوال کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت جو سایہ بظاہر رکا ہوا محسوس ہوتا ہے اسے " سایۂ اصلی" کہتے ہیں۔ پھر سورج جب ہر چیز سے ڈھل کر مغرب کی سمت ہوتا ہے۔ تو چند منٹ سایہ رکنے کے بعد مشرقی جانب بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔

(۳) نمازِ عصر :

نمازِ عصر میں چار رکعتیں پڑھنا فرض ہے۔ اوپر ذکر کردہ تفصیل کے مطابق جب ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو عصر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور سورج کے غروب ہونے تک رہتا ہے۔ سورج جب غروب کے قریب ہوتا ہے

تو اس کا رنگ بدل جاتا ہے اور دھوپ زرد پڑ جاتی ہے اور سورج پر نظریں جمانا آسان ہوتا ہے اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ تاہم اسی دن کی عصر اگر کسی وجہ سے رہ گئی تو ادا کرنے کی گنجائش ہے۔

(۴) نمازِ مغرب :

نمازِ مغرب میں تین رکعتیں پڑھنا فرض ہے۔ سورج غروب ہونے پر مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ پھر جب تک مغربی جانب آسمان کے کنارے پر سرخی (جسے شفق احمر کہتے ہیں) باقی رہے اس وقت تک مغرب کا وقت رہتا ہے۔ پھر جب سرخی ختم ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہو کر عشاء کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

لیکن یاد رہے کہ مغرب کی نماز جلدی ادا کرنا مستحب ہے۔ اتنی دیر کرنا کہ خوب تارے نکل آئیں مکروہ ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل صاحبین (حضرت امام ابو یوسف اور امام محمدؒ) کے نزدیک ہے۔

جبکہ امامِ اعظم ابو حنیفہؒ کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ مغرب کی جانب سرخی کے غائب ہو جانے کے بعد شمالاً جنوباً جو سفیدی ظاہر ہوتی ہے (جسے شفقِ ابیض کہتے ہیں) اس وقت تک مغرب کی نماز کا وقت رہتا ہے۔ جب یہ سفیدی چھپ جائے تو عشاء کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

لہٰذا احتیاط اس میں ہے کہ مغرب کی نماز شفقِ احمر ختم ہونے سے پہلے پہلے پڑھ لے۔ اور عشاء کی نماز "شفقِ ابیض" کے غائب ہونے کے بعد پڑھے تا کہ تمام ائمہ کے ارشادات کے مطابق نماز صحیح ہو جائے۔

(۵) نمازِ عشاء :

نمازِ عشاء میں چار رکعتیں پڑھنا فرض ہے۔ شفق کے غروب ہونے کے بعد جب مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ جو صبح صادق کے طلوع ہونے تک رہتا ہے۔

نمازِ وتر :

نمازِ وتر واجب ہے اور اس کی ادائیگی کا وقت عشاء کا وقت ہے مگر یہ فرضوں کے تابع ہے۔ لہٰذا عشاء کے فرضوں سے پہلے وتر ادا کرنا جائز نہیں ہے اگر کسی نے ایسا کر لیا تو فرضوں کے بعد اس کا اعادہ کرنا لازم ہے۔



عملی مشق

سوال نمبرا

درجِ ذیل مسائل میں سے صحیح اور غلط کی (✓) اور (×) کے ساتھ نشاندہی کریں۔ صحیح/غلط

(۱) عیدین کی نماز ادا کرنا واجب ہے۔ ☐ ☐

(۲) نماز کے فرض ہونے کی چار شرائط ہیں۔ ☐ ☐

(۳) مجنون کے لئے نماز ادا کرنا فرض نہیں ہے۔ ☐ ☐

(۴) زوالِ شمس کے بعد جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے، تب ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ ☐ ☐

(۵) ہر چیز کے حجم کے برابر جو سایہ ہوتا ہے، اسے سایہ اصلی کہتے ہیں۔ ☐ ☐

(٦) فجر صادق کے طلوع ہونے سے فجر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ ☐ ☐

(۷) غروب شمس سے پہلے جب سورج کی رنگت بدل جائے تو نماز عصر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ ☐ ☐

(۸) سورج غروب ہونے کے بعد سب سے پہلے آسمان کے کنارے پر چھانے والی سرخی کو شفق ابیض کہتے ہیں۔ ☐ ☐

(۹) نماز مغرب کا وقت شفق ابیض کے ختم ہونے سے تمام ائمہ کے نزدیک ختم ہو جاتا ہے۔ ☐ ☐

(۱۰) نماز عشاء کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے تک رہتا ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر۲

مناسب الفاظ چن کر خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) نماز وتر پڑھنا............ ہے۔

(فرض، واجب، سنت)

(۲) تحیۃ المسجد..........نمازوں میں سے ہے۔

(نفل،واجب،سنت)

(۳) سات سال کے بچے پر نماز فرض..........

(ہے،نہیں)

(۴) رات کے آخری حصہ میں صبح ہونے سے پہلے مشرقی افق پر جو سب سے پہلے روشنی نمودار ہوتی ہے اسے .... کہتے ہیں۔

(شفقِ ابیض،فجر کاذب)

(۵) سایہ اصلی کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ..........ہوجائے تو ظہر کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔

(دوگنا،تین گنا)

(٦) غروب شمس سے پہلے جب سورج کی رنگت بدل جائے تو اس وقت نماز پڑھنا..........ہے۔

(ناجائز،مکروہ)

(۷) مغرب کی نماز جلدی ادا کرنا..........ہے۔

(واجب،مستحب،سنت)

(۸) سات سال کے بچے پر نماز فرض..........۔

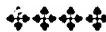
(ناجائز،مکروہ)

(۹) بہتر یہی ہے کہ مغرب کی نماز..........کے ختم ہونے سے پہلے پڑھ لے اور عشاء کی..........کے غائب ہونے کے بعد پڑھے۔

(شفقِ ابیض،شفق احمر)

(۱۰) نماز وتر عشاء کے وقت میں فرض نماز سے پہلے پڑھنا.......... ہے۔

(جائز،ناجائز)



نمازوں کے مستحب اوقات

نمازِ فجر کا مستحب وقت :

مردوں کیلئے مستحب ہے کہ فجر کی نماز ایسے وقت شروع کریں جب روشنی پھیل جائے۔اور اس قدر وقت باقی ہو کہ اگر نمازِ فجر میں چالیس پچاس آیات کی اچھی طرح تلاوت کی جائے اور نماز سے فراغت کے بعد اگر نماز کا اعادہ کرنا چاہیں تو طلوعِ آفتاب سے پہلے پہلے چالیس پچاس آیتیں نماز میں پڑھ سکیں۔

اور عورتوں کے لئے ہمیشہ "غلَس" یعنی اندھیرے میں فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔

نمازِ ظہر کا مستحب وقت :

موسمِ گرما میں ظہر کی نماز اس قدر تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے کہ گرمی کی تیزی کا وقت ختم ہو جائے۔

اور موسمِ سرما میں اوّل وقت پڑھ لینا مستحب ہے تاہم اگر آسمان پر بادل ہوں تو تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے تاکہ سورج کے زوال کا مکمل یقین ہو جائے۔البتہ جمعہ کی نماز ہمیشہ اوّل وقت پڑھنا ہی مستحب ہے۔

نمازِ عصر کا مستحب وقت :

عصر کی نماز کو دیر سے ادا کرنا مستحب ہے، تاہم اتنی دیر درست نہیں کہ دھوپ کا رنگ بدل جائے اور سورج میں زردی آجائے۔

نمازِ مغرب کا مستحب وقت :

مغرب کی نماز میں جلدی کرنا اور سورج غروب ہوتے ہی پڑھنا مستحب ہے البتہ بادل والے دن تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے۔

نمازِ عشاء کا مستحب وقت :

عشاء کی نماز میں ایک تہائی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے اور اس کے بعد آدھی رات تک تاخیر مباح ہے اور آدھی رات کے بعد تاخیر مکروہِ تحریمی ہے۔

نمازِ وتر کا مستحب وقت :

اگر کوئی شخص نمازِ تہجد کا عادی ہو اور اسے اخیر رات میں اٹھنے کا مکمل بھروسہ ہو تو اسکو وتر کی نماز تہجد کے نوافل کے بعد ادا کرنا مستحب ہے۔لیکن اگر آنکھ کھلنے کا اعتبار نہ ہو تو عشاء کے بعد سونے سے پہلے ہی وتر پڑھ لینا چاہیے۔

❖❖❖❖❖

وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہے :

وہ اوقات جن میں سرے سے کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ وہ تین اوقات ہیں ان میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے اور نہ قضاء نماز پڑھنا۔ وہ اوقات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عین طلوعِ شمس کے وقت۔

(۲) ٹھیک زوال کے وقت

(۳) عین غروبِ شمس کے وقت۔ البتہ اگر عصر کی نماز نہ پڑھی ہو تو سورج غروب ہوتے وقت بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ان تینوں اوقات میں جس طرح کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اسی طرح سجدۂ تلاوت بھی جائز نہیں ہے۔

اگر کوئی چیز ایسی ہے جو واجب ہی ان تینوں ممنوع اوقات میں ہوئی ہو تو پھر اسے کراہت کے ساتھ ادا کرنا جائز ہے۔ جیسے کسی شخص نے ان اوقات میں آیتِ سجدۂ تلاوت کی اور سجدہ بھی کرلیا تو سجدہ ادا تو ہوجائے گا مگر مکروہ ہوگا۔

اسی طرح اگر ان اوقات میں کوئی جنازہ آگیا تو اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز تو ہے مگر مکروہ ہے۔



وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے :

درج ذیل اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۱) طلوعِ فجر کے بعد فجر کی دو سنت کے علاوہ نفل نماز پڑھنا۔ نمازِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک۔

(۲) نمازِ عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک۔

(۳) جمعہ کے دن جب خطیب خطبہ دینے کیلئے نکلتا ہے اس کے فرض نماز سے فارغ ہونے تک۔

(۴) اقامت کے دوران۔ لیکن اس سے فجر کی سنتیں مستثنیٰ ہیں وہ اقامت کے دوران پڑھنا اور اقامت ہوچکنے کے بعد جماعت والی جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ پڑھنا جبکہ کہ جماعت فجر ملنے کا یقین ہو بلا کراہت جائز ہے کیونکہ ان کی بڑی اہمیت ہے اور احادیثِ مبارکہ میں ان کی بڑی تاکید آئی ہے۔

(۵) نمازِ عید سے پہلے کسی قسم کی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ خواہ عیدگاہ میں ہو یا گھر میں البتہ نمازِ عید سے فراغت کے بعد عیدگاہ میں بدستور مکروہ ہے۔ تاہم گھر میں آکر پڑھنا جائز ہے۔

(۶) جب وقت اس قدر تنگ ہو کہ نفل نماز میں مشغولی کی وجہ سے فرض فوت ہوجانے کا اندیشہ ہو تو نفل نماز

پڑھنا مکروہ ہے۔

(۷) کھانا موجود ہو اور سخت بھوک کی حالت ہو کہ کھانا نہ کھانے کی صورت میں اس طرف دھیان لگا رہے۔

(۸) پیشاب پاخانہ وغیرہ کے تقاضے کے وقت ہر قسم کی نماز مکروہ ہے۔ خواہ فرض ہو یا نفل۔

(۹) اسی طرح پیٹ میں گیس (ریح) ہو اور اسے روکے رکھنا اور اسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۱۰) ایسی چیز کی موجودگی کے دوران نماز پڑھنا مکروہ ہے جو اسکے خشوع میں خلل ڈالے اور نماز میں اپنی طرف متوجہ کرے۔

(۱۱) حاجی کیلئے میدانِ عرفات میں یومِ عرفہ (۹ ذی الحج) کو ظہر اور عصر کی نماز کے درمیان کوئی نفل پڑھنا۔ یہ یاد رہے کہ یہ مسئلہ اس وقت ہے جب ظہر اور عصر کو جمع کرنے کی تمام شرائط پائی جائیں۔ آج کل شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے حنفی حاجی چونکہ ظہر اور عصر اپنے اپنے وقت میں خیموں کے اندر باجماعت ادا کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے لئے نوافل پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

(۱۲) حاجی کیلئے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان کوئی نفل پڑھنا۔

نوٹ: فجر اور عصر کے بعد نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر ان اوقات میں قضا نماز پڑھنا اور سجدۂ تلاوت ادا کرنا مکروہ نہیں ہے۔



عملی مشق

سوال نمبر ۱

درجِ ذیل مسائل میں سے صحیح اور غلط کی (✓) کے ساتھ نشاندہی کریں۔ صحیح/غلط

(۱) نماز فجر کا مردوں کے لئے مستحب وقت یہ ہے کہ روشنی نکلنے سے پہلے ہی پڑھ لیں۔ ☐ ☐

(۲) عصر کی نماز کو دیر سے ادا کرنا مستحب ہے۔ ☐ ☐

(۳) موسم گرما میں ظہر کی نماز جلدی ادا کرنا مستحب ہے۔ ☐ ☐

(۴) عین طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ☐ ☐

(۵) زوال کے وقت نماز پڑھنا تو ممنوع ہے، البتہ سجدہ تلاوت ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ☐ ☐

(۶) نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ ☐ ☐

(۷) نفل میں مشغول ہونے کی صورت میں فرض فوت ہونے کا اندیشہ ہو، تو نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ☐ ☐

(۸) عین غروب کے وقت نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ ☐ ☐

(۹) حاجی کیلئے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے درمیان نفل پڑھنا مستحب ہے۔ ☐ ☐

(۱۰) سخت بھوک کی حالت میں کھانا چھوڑ کر نماز پڑھنا مستحب ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر۲

مناسب الفاظ چن کر خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) .... کیلئے ہمیشہ غلس میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔

(بچوں، عورتوں، جوانوں، بوڑھوں)

(۲) نماز عشاء میں............ رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔

(نصف رات، ایک تہائی، صبح صادق)

(۳) تہجد کی نماز کے بعد وتر کی نماز ادا کرنا اس شخص کے لئے .... ہے جو صبح تہجد پڑھنے کا عادی ہو۔

(مباح، مستحب، سنت)

(۴) عین زوال کے وقت نماز پڑھنا............ ہے۔

(جائز، مکروہ، ممنوع)

(۵) جمعہ کے دن خطبہ کے وقت نماز پڑھنا............ ہے۔

(مکروہ، مستحب، ممنوع)

(۶) .... سے پہلے کسی قسم کی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(تہجد، نماز عید، نماز ظہر)

(۷) پیشاب، پاخانے کے تقاضے کے وقت............کی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(فرض، نفل، واجب، ہر قسم کی نماز)

(۸) پیٹ میں ہوا ہو تو نماز پڑھنا............ ہے۔

(ناجائز، مکروہ)

(۹) سورج زرد ہونے کے بعد نماز پڑھنا............ ہے۔

(مکروہ، جائز، مستحب)

(۱۰) ....کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

(صبح صادق، عین غروب)



اذان اور اقامت کے احکام

اذان اور اقامت کا حکم :

پانچوں وقت کی فرضِ عین نمازوں اور جمعہ کو جماعت سے ادا کرنے کیلئے اذان دینا مردوں پر سنّتِ مؤکدہ ہے اور ترک پر گناہ ہے۔ یہ ہر شہر و بستی کیلئے سنّتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی ہر شہر اور بستی میں ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہے اور اگر کسی ایک نے اذان نہ کہی تو وہاں کے سب لوگ گناہ گار ہوں گے۔ اور اگر شہر وسیع ہو اور بڑے بڑے محلّے ہوں کہ ایک محلّے کی اذان دوسرے محلّے میں نہ پہنچتی ہو تو محلّے والے اگر ترک کریں تو وہ بھی سب گناہ گار ہوں گے۔

اگر اہلِ شہر اذان کے ترک پر اتفاق کرلیں امام محمدؒ کے نزدیک ان سے جنگ حلال ہے۔ کیونکہ اذان اسلام کے شعائر (بڑی علامتوں) میں سے ہے اور اس کے ترک میں دین کی قدر و قیمت کو گھٹانا ہے۔

اقامت بھی پانچوں فرضِ عین نمازوں اور جمعہ کیلئے سنّت ہونے میں اذان کی مانند ہے۔ البتہ اذان کا سنّت ہونا اقامت کی نسبت زیادہ مؤکد ہے۔

ان کے علاوہ جو نمازیں ہیں خواہ وہ فرضِ کفایہ ہوں یا واجب یا سنّت و نوافل جیسے نمازِ جنازہ، وتر، عیدین، کسوف، خسوف، استسقاء، تراویح اور دیگر نوافل ان سب کیلئے اذان اور اقامت نہیں ہے۔

مسجد کے اندر اذان اور اقامت کے بغیر فرض نماز کو جماعت سے پڑھنا سخت مکروہ ہے۔



اذان کے مستحبات :

درجِ ذیل امور اذان کیلئے مستحب ہیں۔

(۱) مؤذن باوضو ہو۔

(۲) مؤذن سنت طریقے اور نماز کے اوقات کو جاننے والا ہو۔

(۳) مؤذن نیک وصالح آدمی ہو۔

(۴) مؤذن اذان کے وقت قبلہ رو ہو۔

(۵) مؤذن اذان کے وقت اپنی انگلیوں کو کانوں میں داخل کرے۔

(٦) مؤذن جب "**حَيَّ عَلَى الصَّلاَة**" کہے تو اپنے چہرے کو دائیں جانب پھیرلے۔اور جب "**حَيَّ عَلَى الْفَلاَح**" کہے تو اپنے چہرے کو بائیں جانب پھیرلے۔

(۷) مؤذن اذان اور اقامت کے درمیان اتنا وقفہ کرے کہ نماز باجماعت پر ہمیشگی کرنے والے حاضر ہوجائیں۔بہرحال جب نماز کا وقت فوت ہونے کا خطرہ ہو تو نماز کو مؤخر نہ کیا جائے۔

(۸) مؤذن مغرب کی اذان اور نماز میں تین چھوٹی آیت یا تین قدم چلنے کی مقدار وقفہ کرے۔

(۹) مستحب ہے اس شخص کیلئے جو اذان سنے کہ اپنی مصروفیات ترک کردے اور جو الفاظ مؤذن کہے اس کے جواب میں اُسی طرح کہے لیکن "**حَيَّ عَلَى الصَّلاَة**" و "**حَيَّ عَلَى الْفَلاَح**" کے جواب میں "**لاحَوْلَ وَلاقُوَّةَ اِلّاباللهِ**" اور صبح کی اذان میں "**اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌمِّنَ النَّوم**" کے جواب میں "صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ" کہے۔

یادرہے کہ اشھدأن محمدرسول اللّٰہ کے جواب میں یہی کلمات کہنے چاہئے۔چونکہ آپ کا نامِ نامی سنا اور کہا گیا ہے۔لہٰذا ساتھ درود شریف بھی پڑھ لے۔

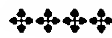
● اگر کئی مساجد سے اذان کی آواز آرہی ہو تو پہلی اذان کا جواب دے دوسری اذانوں کا جواب ضروری نہیں

(۱۰) مؤذن اور سامع کیلئے اذان کے بعد ان کلمات کیساتھ دعا کرنا مستحب ہے

"اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَہ.

● اذان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف اور درج ذیل دعا پڑھنا بھی ثابت ہے:

"رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا"



اذان کے مکروہات :

اذان کے مکروہات مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) گانے کی طرز پر اذان دینا مکروہ ہے۔

(۲) بے وضو کی اذان اور اقامت مکروہ ہے۔

(۳) جنبی کی اذان مکروہ ہے۔

(۴) ناسمجھ بچّے کی اذان مکروہ ہے۔

(۵) پاگل کی اذان مکروہ ہے۔

(۶) نشے کی حالت میں اذان دینا مکروہ ہے۔

(۷) عورت کا اذان دینا مکروہ ہے۔

(۸) فاسق کا اذان دینا مکروہ ہے۔

(۹) بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے۔

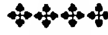
(۱۰) اذان اور اقامت کے دوران مؤذن کیلئے کلام کرنا مکروہ ہے۔ اگر مؤذن نے اذان میں کلام کیا تو اذان کا اعادہ کرنا مستحب ہے۔ اور اگر مؤذن نے اقامت میں کلام کیا تو اقامت کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔

(۱۱) شہر میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز کیلئے اذان اور اقامت کہنا مکروہ ہے۔

اذان میں کراہت ہو تو اس کا اعادہ کرنا مستحب ہے۔ اگر اقامت میں کراہت ہو تو اس کا اعادہ نہ کیا جائے۔

ملاحظہ: جس شخص کی ایک سے زائد نمازیں فوت ہو جائیں اور وہ ایسی جگہ پر ہے جہاں پہلے اذان اور

اقامت نہیں ہوئی تو پہلی فوت شدہ نماز کیلئے اذان اور اقامت دونوں کہے گا اور باقی میں اس کو اختیار ہے اذان اور اقامت دونوں کہے یا صرف اقامت پر اکتفا کرے۔لیکن اگر شہر اور بستی میں جہاں باقاعدہ اذان اور جماعت کا اہتمام ہوتا ہے وہاں اگر کسی کی نماز قضاء ہو جائے تو اس کے لئے اذان مسنون نہیں ہے۔



اذان دینے کا مسنون طریقہ :

اذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان دینے والا دونوں حدثوں سے پاک ہو اور اگر لاؤڈ اسپیکر نہ ہو تو کسی اونچے مقام پر خواہ مسجد سے علیحدہ ہو یا مسجد کی چھت پر قبلہ رو کھڑا ہو اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو شہادت کی انگلی سے بند کر کے اپنی طاقت کے موافق بلند آواز سے ان کلمات کو کہے "اللہ اکبر" (چار بار) پھر "اشھدان لاالٰہ الّااللّٰہ" (دومرتبہ) پھر "اشھدانّ محمّدرّسول اللّٰہ" (دومرتبہ) پھر "حیّ علی الصّلوٰۃ" (دومرتبہ) پھر "حیّ علی الفلاح" (دومرتبہ) پھر "اللّٰہ اکبر" (دومرتبہ) پھر "لاالٰہ الّااللّٰہ" (ایک مرتبہ)۔اور حیّ علی الصّلوٰۃ" کہتے وقت اپنے چہرے کو داہنی طرف اور حیّ علی الفلاح کہتے وقت اپنے چہرے کو بائیں طرف پھیرلیا کرے۔اسطرح کہ سینہ اور قدم قبلے سے نہ پھرنے پائیں اور فجر کی اذان میں حیّ علی الفلاح کے بعد "اَلصَّلوٰۃ خَیرٌمِّنَ النَّوم" (دومرتبہ) کہے۔اس طرح فجر کی اذان میں کل سترہ کلمات اور باقی اذانوں میں کلمات کل پندرہ ہیں۔

◉ اذان اور اقامت میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ہر کلمہ کے آخر کو ساکن پڑھا جائے۔اس پر اعراب پڑھنا خلاف سنت ہے۔مثلاً اَللّٰہُ اَکْبَرْ اَللّٰہُ اَکْبَر کو اللّٰہ اکبرُ اللّٰہ اکبرُ پڑھنا غلط ہے۔پھر اذان میں تو ہر کلمہ کے بعد وقف کرنا چاہئے۔اور اقامت میں دو کلمات کے بعد۔یہ یاد رہے کہ اذان اور اقامت میں دو تکبیروں کو ایک کلمہ شمار کیا جاتا ہے۔



عملی مشق

سوال نمبر ۱

درجِ ذیل مسائل میں سے صحیح اور غلط کی (✓) کے ساتھ نشاندہی کریں۔ صحیح/غلط

(۱) پانچوں وقت کی فرض نمازوں کے لئے اذان مردوں کے لئے فرض ہے۔ 

(۲) فرض نمازوں کے لئے اقامت کہنا مستحب ہے۔ ☐ ☐

(۳) اذان اور اقامت کے بغیر مسجد میں فرض نماز با جماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔ ☐ ☐

(۴) اذان کے لئے مؤذن کا باوضو ہونا مستحب ہے۔ ☐ ☐

(۵) مؤذن کے لئے مستحب ہے کہ وہ مغرب کی اذان اور اقامت میں چار رکعت ادائیگی کی مقدار وقفہ کرے۔ ☐ ☐

(۶) مؤذن کے لئے دونوں حدثوں سے پاک ہو کر اذان دینا فرض ہے۔ ☐ ☐

(۷) فاسق کے لئے اذان دینا مکروہ ہے۔ ☐ ☐

(۸) مؤذن کا اذان کے دوران اپنی انگلیوں کو کانوں میں داخل کرنا مسنون ہے۔ ☐ ☐

(۹) نشے کی حالت میں اذان دینا مکروہ ہے۔ ☐ ☐

(۱۰) مؤذن کو چاہئے کہ حی علی الفلاح کہتے وقت اپنے منہ کو دائیں طرف پھیر لے۔ ☐ ☐

سوال نمبر۲

مناسب الفاظ چن کر خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) اذان کا سنت ہونا اقامت کی بہ نسبت............ہے۔

(کم مؤکد، زیادہ مؤکد)

(۲) بڑے شہر کے اندر جہاں ایک محلے کی اذان دوسروں تک نہ پہنچتی ہو وہاں ایک اذان شہر کے تمام محلوں کے لئے............ہے۔

(کافی، ناکافی)

(۳) مؤذن کا اذان کے وقت قبلہ رخ ہونا............ہے۔

(سنت، مستحب، فرض، مباح)

(۴) گانے کی طرز پر اذان دینا............ہے۔

(حرام، ناجائز، مکروہ)

(۵) بیٹھ کر اذان دینا............ہے۔

(مکروہ، جائز، ناجائز)

(٦) اذان اسلام کے..........میں سے ہے۔

(مستحبات، شعائر، عام احکامات)

(٧) مؤذن کا نیک صالح ہونا..........ہے۔

(مستحب، واجب)

(٨) فاسق کا اذان دینا..........ہے۔

(بدعت، مکروہ، جائز)

(٩) اذان سن کر اپنی مصروفیات ترک کر دینا..........ہے۔

(مستحب، سنت، واجب)

(١٠) فجر کی اذان میں کل..........کلمات ہیں۔

(تیرہ، سترہ، انیس، پندرہ)



نماز کی شرائط کا بیان :

چند چیزیں جو کہ نماز کی حقیقت میں تو داخل نہیں لیکن نماز کی صحت کا مدار ان پر ہے۔اس حیثیت سے اگر ان میں سے ایک بھی فوت ہو جائے تو نماز صحیح نہ ہوگی اور ان چیزوں کو شروطِ صلوٰۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اور ان کی مقدار چھ ہے۔

(١) طہارت کا ہونا :

نماز کے صحیح ہونے کے لئے پہلی شرط طہارت ہے، طہارۃ کے بغیر نماز صحیح نہ ہوگی اور طہارت سے مراد چند اشیاء کی طہارت ہے:

(ا) نمازی کا بدن حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر سے پاک ہو۔

(ب) نمازی کا بدن نجاست کی اتنی مقدار سے پاک ہونا ضروری ہے جو کہ معاف نہیں ہے۔(جس کی تفصیل نجاستوں کے بیان میں گزر چکی ہے)۔

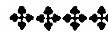
(ج) جس کپڑے پر نماز پڑھنی ہے وہ بھی نجاست کی اتنی مقدار سے پاک ہو جو کہ معاف نہیں ہے۔

◉ اگر کوئی شخص معذور ہے جیسے مستحاضہ عورت، سلسل البول (مسلسل پیشاب یا قطروں کا مریض) یا ایسا زخمی جس کے زخموں سے خون مسلسل رستا رہتا ہے۔ تو اس کے لئے کپڑوں کی پاکی کا حکم یہ ہے کہ اگر اسے یقین ہو کہ ایک مرتبہ کپڑا دھونے کے بعد نماز سے فارغ ہونے تک دوبارہ ناپاک نہیں ہوگا تو اسے دھونا واجب ہے۔ اور اگر یہ یقین ہو کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے دوبارہ ناپاک ہو جائیگا تو دھونا واجب نہیں۔ انہیں نجس کپڑوں میں نماز پڑھ سکتا ہے۔

(د) جس جگہ پر نماز پڑھنی ہو وہ جگہ بھی نجاست سے پاک ہو اور جگہ سے مراد (کھڑے ہونے کی جگہ) قدموں کی جگہ، ہاتھ رکھنے کی جگہ، گھٹنے رکھنے کی جگہ اور پاؤں رکھنے کی جگہ ہے۔

◉ جس شخص کے پاس نجاست زائل کرنے کیلئے کوئی چیز نہ ہو وہ شخص نجاست کے ساتھ نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ بھی نہ کرے۔

◉ ناپاک کپڑے کے پاک کنارے پر نماز پڑھنا اس وقت درست ہے جبکہ ایک کنارہ کو حرکت دینے سے دوسرے کنارے کو حرکت نہ ہو۔



(۲) ستر چھپانا :

نماز کے صحیح ہونے کے لئے دوسری شرط ستر چھپانا ہے۔ اگر ستر ڈھانپنے پر قادر ہو تو پھر ستر چھپائے بغیر نماز درست نہ ہوگی اور ستر چھپانے سے مراد یہ ہے کہ نماز کی ابتداء سے لیکر انتہا تک ستر ڈھانپا ہوا ہو۔

اگر عضو کا چوتھائی حصہ نماز شروع کرنے سے پہلے کھلا ہوا ہو تو نماز درست نہ ہوگی۔ اور اگر نماز کے دوران عضو کا چوتھائی حصہ ایک رکن کی مقدار کھل جائے تو نماز باطل ہو جائیگی۔

جب مختلف اعضاء سے ستر کھل جائے اگر ان کا مجموعہ ستر کھلے اعضاء میں سے چھوٹے عضو کے ربع (چوتھائی) تک پہنچ جائے۔ تو نماز باطل ہو جائیگی۔ اور اگر مجموعہ ستر کھلے ہوئے اعضاء میں سے چھوٹے عضو کے ربع تک نہ پہنچے تو اس صورت میں نماز درست ہو جائیگی۔

مرد کے ستر کی مقدار :

مرد کے ستر کی مقدار ناف سے لیکر گھٹنے کی انتہا تک ہے گھٹنہ ستر میں داخل ہے اور ناف ستر میں داخل

نہیں ہے۔

عورت کے ستر کی مقدار :

چہرے، ہتھیلیوں اور قدموں کے علاوہ تمام بدن عورت کے ستر میں داخل ہے۔



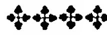
متفرقات

◉ جس شخص کے پاس ستر چھپانے کیلئے کپڑا نہیں اور اسی طرح گھاس اور مٹی وغیرہ بھی نہیں اور ننگے بدن کیساتھ نماز پڑھے اور اعادہ بھی نہ کرے۔

◉ جس شخص کے پاس چوتھائی کپڑا ہو تو ننگی حالت میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

◉ جس شخص کے پاس ناپاک کپڑا ہے تو اس کیلئے نماز ناپاک کپڑے میں پڑھنا بہتر ہے ننگی حالت میں نماز پڑھنے سے۔

◉ ننگی حالت میں نماز پڑھنے والا بیٹھ کر اور ٹانگوں کو قبلے کی طرف پھیلا کر نماز پڑھے رکوع اور سجدے کو اشارے سے ادا کرے۔



(۳) نماز کا وقت ہونا :

نماز کے صحیح ہونے کے لئے تیسری شرط نماز کے وقت کا ہونا ہے۔ نماز وقت داخل ہونے سے پہلے درست نہیں اور اوقاتِ نماز تفصیل سے ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

(۴) استقبالِ قبلہ:

نماز کے صحیح ہونے کے لئے چوتھی شرط استقبال قبلہ ہے، یعنی قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ اس شرط میں تفصیل درجِ ذیل ہے۔

نمازی آدمی دو حالتوں سے خالی نہیں:

(ا) وہ قبلے کی طرف منہ کرنے پر قادر ہوگا۔

(ب) قبلے کی طرف منہ کرنے پر قادر نہ ہوگا......

پھر جس صورت میں وہ قبلے کی طرف منہ کرنے پر قادر ہوگا یا تو وہ اپنی آنکھوں سے بیت اللہ شریف کو دیکھ رہا ہوگا یا وہ بیت اللہ شریف سے اتنا دور ہوگا کہ وہ اسے دیکھ نہیں سکتا......

(ا) اگر وہ بیت اللہ شریف کو دیکھ رہا ہے یا کسی اونچی جگہ پر کھڑے ہوکر دیکھ سکتا ہو تو پھر نماز میں خاص بیت اللہ شریف کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔

(ب) اور اگر اس قدر دور ہے کہ بیت اللہ شریف اس کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور کسی بلندی پر سے دیکھ بھی نہیں سکتا تو پھر خاص بیت اللہ شریف کی طرف نظر کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اس جہت (سمت) کی طرف منہ کرنا ضروری ہے جس جہت میں بیت اللہ واقع ہے۔

اگر نماز پڑھنے والا شخص بیت اللہ شریف سے پینتالیس (۴۵) درجہ تک پھرا ہوا ہو تو اسے جہت قبلہ کے اندر شمار کریں گے۔ اتنے انحراف (پھرنے) سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور اگر چہرہ پینتالیس (۴۵) درجہ سے زائد پھرا ہوا ہے تو یہ جہتِ قبلہ میں شمار نہیں ہوگا۔ اور اس قدر انحراف نماز کے لئے مفسد ہے۔



اگر نمازی ایسا ہے کہ وہ استقبالِ قبلہ پر قادر نہیں ہے تو اسکی دو صورتیں ہے:

(ا) اس وجہ سے استقبالِ قبلہ پر قادر نہیں ہے کہ اس کو کوئی ایسا عذر لاحق ہے جس کی وجہ سے وہ قبلے کی طرف منہ نہیں کرسکتا حالانکہ اس کو قبلے کا علم ہے۔

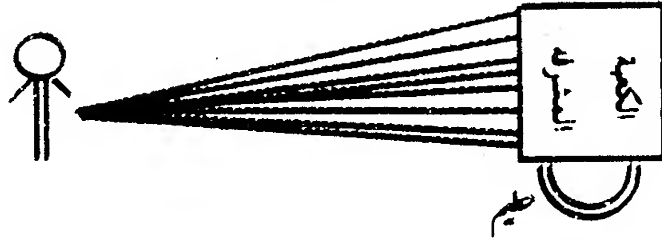
مثال : قبلے کی طرف منہ کرنے کی صورت میں دشمن کا خوف ہے اور صلوٰۃ الخوف ادا کر رہا ہے۔

مثال : ایسی صورتحال درپیش ہے کہ قبلے کی طرف منہ کرنے کی صورت میں کسی دشمن یا ڈاکو یا درندے کے حملہ کردینے کا خطرہ ہے۔

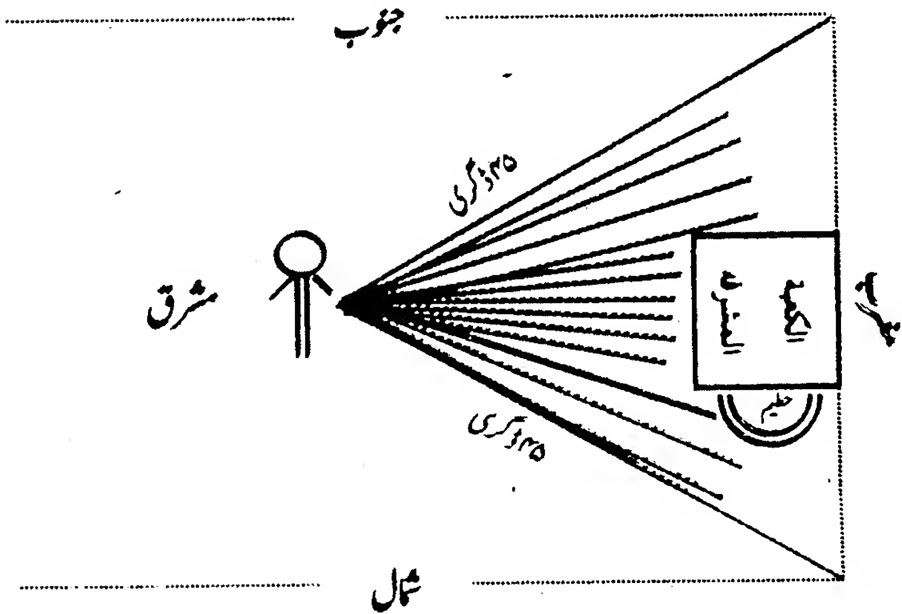
مثال : کشتی میں سفر کر رہا ہے اور وہ ایسے تختے پر ہے کہ قبلہ رخ ہونے کی صورت میں کشتی کے غرق ہوجانے کا غالب گمان ہو۔

مثال : وہ ایسا مریض ہے کہ خود قبلہ رخ ہونے کی طاقت نہیں رکھتا اور دوسرا بھی کوئی شخص موجود نہیں جو اسے قبلے کی طرف پھیر دے۔

(الف) بیت اللہ شریف کے نظر آنے کی صورت میں



(ب) بیت اللہ شریف کے نظر نہ آنے کی صورت میں



ان تمام صورتوں میں ایسے شخص پر استقبالِ قبلہ شرط نہیں ہے وہ جس طرف بھی نماز پڑھ لے نماز ہو جائیگی۔

(ب) اور اگر اس وجہ سے استقبالِ قبلہ پر قادر نہیں ہے کہ اُسے اشتباہ ہو گیا ہے اور پتہ نہیں چل رہا کہ قبلہ کس طرف ہے۔ جیسے کوئی سخت تاریک رات میں جنگل میں موجود ہے۔ پھر اسکی دو صورتیں ہے:

(۱) یا تو قریب کوئی ایسا شخص ہے کہ جو قبلہ کے بارے میں بتا سکتا ہے۔

(۲) قریب میں ایسا کوئی شخص بھی نہیں ہے۔

پہلی صورت میں جب کوئی بتلانے والا موجود ہو تو اس شخص پر واجب ہے کہ اس سے قبلہ کے بارے میں پوچھے اور اس کیمطابق عمل کرے۔ اگر اس نے اس شخص سے نہیں پوچھا خود ہی سوچ بچار کر کے نماز پڑھ لی اور واقعۃً اگر اس نے ٹھیک قبلے کی طرف نماز پڑھ لی تو نماز ہو گئی اور تحرّی (سوچ و بچار) کے نتیجے میں ٹھیک قبلے کی طرف نماز نہیں پڑھی تو اسکی نماز نہیں ہوئی کیونکہ اس شخص پر دوسرے شخص سے راھنمائی لینا واجب تھا۔

دوسری صورت میں جب کوئی بتلانے والا موجود نہ ہو تو اس شخص پر تحرّی (یعنی قبلے کے بارے میں علامات اور قرائن سے سوچ و بچار کرنا) واجب ہے۔ چنانچہ تحرّی کے نتیجے میں جس طرف بھی قبلہ ہونے کا غالب گمان ہو نماز پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے خواہ واقعہ میں قبلے سے پھرا ہوا کیوں نہ ہو۔

(مأخذہ البدائع۔ ۱/ ۱۱۸)

(۵) نیت کا ہونا :

نماز کے صحیح ہونے کیلئے نیت کا ہونا شرط ہے۔ نماز کیلئے نیت کا مطلب یہ ہے کہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا دل سے ارادہ کرنا۔

نیّت کرنے کا طریقہ : نیّت کس طرح کی جائیگی۔؟ اس میں درجِ ذیل تفصیل ہے۔

نمازی آدمی تین طرح کا ہو سکتا ہے۔

(۱) منفرد ہوگا (یعنی اکیلا نماز پڑھنے والا)

(۲) امام ہوگا۔

(۳) مقتدی ہوگا کہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوگا۔

...... اگر نمازی منفرد ہے تو اسکی نماز یا نفل ہوگی یا فرض۔ منفرد (یعنی اکیلا نماز پڑھنے والا) اگر نفل نماز پڑھ رہا ہو تو صرف یہ نیّت کر لینا کافی ہے کہ میں اللہ کیلئے نماز پڑھ رہا ہوں۔

منفرد اگر فرض نماز پڑھ رہا ہو تو صرف نماز کی نیت کر لینا کافی نہیں بلکہ یہ نیت کرنا بھی ضروری ہے کہ فرض نماز پڑھ رہا ہے اور کس وقت کی نماز پڑھ رہا ہے۔

مثلاً دل میں یوں نیت کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ظہر کی فرض نماز پڑھ رہا ہوں۔

......اگر نمازی "امام" ہے تو اس کی نیت کے بارے میں فرض اور نفل نمازوں میں وہی تفصیل ہے جو ابھی منفرد کے بیان میں گزری ہے۔

البتہ امامت کی نیت کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر امام صرف مردوں کو نماز پڑھا رہا ہو تو ان کے امام ہونے کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔ امامت کی نیت کئے بغیر نماز صحیح ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین نماز میں شریک ہوں تو ان کی نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ ان کے امام ہونے کی نیت کرے۔

......اور اگر نماز پڑھنے والا شخص "مقتدی" ہے تو اس کیلئے بھی وہی تفصیل ہے۔ جو منفرد کیلئے ہے البتہ اس میں یہ بات مزید ہے کہ امام کی اقتدا کی نیت بھی کرے۔

نیت کرنے کا وقت : مستحب اور افضل یہ ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ ساتھ مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق نیت کرے۔ تاہم اگر تکبیرِ تحریمہ سے پہلے نیت کر لی تو بھی جائز ہے۔ لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ تکبیرِ تحریمہ اور نیت کے درمیان ایسا کوئی کام نہ کرے جو نماز کے لئے مفسد ہوتا ہے۔ جیسے کسی سے بات چیت یا کھانا پینا وغیرہ۔ ورنہ ایسا کام کر لینے کی وجہ سے وہ نیت کالعدم شمار ہوگی دوبارہ نیت کرنا ضروری ہوگا۔ تکبیرِ تحریمہ کے بعد نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۶) تکبیرِ تحریمہ :

تکبیرِ تحریمہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسے کلمات سے نماز کو شروع کرنا جو خالص اللہ تعالیٰ کی ثناء، تعظیم اور ذکر پر مشتمل ہوں۔ جیسے یوں کہنا " اللہ اکبر" ، " اللہ أعظم" ، " سبحان اللہ" وغیرہ۔ مگر خاص اللہ اکبر کہنا واجب ہے۔

- تکبیرِ تحریمہ کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ کھڑے کھڑے جھکنے سے پہلے کہے۔ جھکتے ہوئے کہنے سے تکبیرِ تحریمہ ادا نہیں ہوتی۔

- تکبیرِ تحریمہ اور نیت کے درمیان کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ جیسے نیت کرنے کے بعد کھانا کھانا، پینا، بات چیت وغیرہ۔ پھر تکبیرِ تحریمہ کہنا۔

● اللہ اکبر اس طرح کہنا ضروری ہے کہ خود اپنی آواز سن لے۔



عملی مشق

سوال نمبرا

درجِ ذیل مسائل میں سے صحیح اور غلط کی (✓) کے ساتھ نشاندہی کریں۔ صحیح/غلط

(۱) شروطِ صلوٰۃ کی کل تعداد چھ ہے۔ ☐ ☐

(۲) شروطِ صلوٰۃ میں سے اگر کوئی شرط فوت ہو جائے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ ☐ ☐

(۳) نمازی کے بدن کا حدثِ اصغر اور اکبر سے پاک ہونا ضروری ہے۔ ☐ ☐

(۴) اگر نجاست زائل کرنے کی کوئی چیز نہیں ہے تو اس وقت نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لے، اور بعد میں اس کا اعادہ کرلے۔ ☐ ☐

(۵) مرد کے ستر کی مقدار ناف سے لیکر گھٹنے تک ہے۔ ☐ ☐

(۶) آزاد عورت کے لئے چہرے، ہتھیلیوں اور گھٹنوں سے لیکر قدموں تک کے علاوہ تمام بدن ستر میں داخل ہے۔ ☐ ☐

(۷) جس شخص کے پاس ناپاک کپڑا ہے، تو اس کے لئے ننگے نماز پڑھنے کی بہ نسبت ناپاک کپڑے میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ ☐ ☐

(۸) اگر جلدی ہو اور سفر وغیرہ کا ارادہ ہو، تو نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے نماز پڑھنا درست ہے۔ ☐ ☐

(۹) نماز کے صحیح ہونے کے لئے نیت کرنا سنت ہے۔ ☐ ☐

(۱۰) اللہ اکبر اس طرح کہنا ضروری ہے کہ خود اپنی آواز سن لے۔ ☐ ☐

سوال نمبر ۲

مناسب الفاظ چن کر خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) جس جگہ نماز پڑھنی ہے اس جگہ کا............ سے صاف ہونا شرائطِ صلوٰۃ میں سے ہے۔

(نجاست، نقش ونگار)

(۲) اگر............ ڈھانپنے کیلئے کپڑا ہو تو............ ڈھانپے بغیر نماز صحیح نہ ہوگی۔

(سر، ستر)

(۳) مختلف اعضاء سے ستر کھلنے کی مقدار کا مجموعہ ان میں سے چھوٹے عضو............ کے برابر ہو جائے تو نماز باطل ہو جائے گی۔

(نصف، ثلث، ربع)

(۴) قبلہ رخ ہونا............ صلاۃ میں سے ہے۔

(فرائض، شرائط، واجبات، آداب)

(۵) نماز کا وقت............ نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

(گزرنے کے بعد، داخل ہونے سے پہلے)

(۶) .... ادا کرتے وقت قبلے کی طرف منہ کرنا شرائطِ صلاۃ میں سے نہیں ہے۔

(صلوٰۃ الاستسقاء، صلوٰۃ الخوف)

(۷) نماز کے لئے نیت کا ہونا............ ہے۔

(واجب، شرط، سنت)

(۸) صرف مردوں کی امامت کرانے والے امام کے لئے مقتدیوں کی امامت کی نیت کرنا ضروری............۔

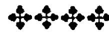
(ہے، نہیں)

(۹) امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے کو............ کہتے ہیں۔

(مقتدی، منفرد)

(۱۰) تکبیر تحریمہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسے کلمات سے نماز شروع کی جائے جو اللہ کی...... پر مشتمل ہوں۔

(دعا والتجاء، عظمت وثناء)



نماز کے فرائض :

نماز کے پانچ ارکان ہیں۔ جس شخص نے بھی اس میں سے کسی ایک کو بھی جان بوجھ کر یا بھول کر چھوڑا تو اسکی نماز باطل ہو جائیگی، اور فرض چھوٹ جانے کی صورت میں سجدۂ سہو کی بھی اجازت نہیں ہے۔

(۱) قیام یعنی کھڑا ہونا۔

◉ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض نمازوں میں فرض ہے جو نمازیں واجب ہیں مثلاً وتر اور عیدین کی نمازیں ان میں بھی قیام فرض ہے۔ اور اسی طرح فجر کی سنتوں اور نذر کے نفلوں میں بھی قیام فرض ہے۔

◉ بغیر عذر ایک پاؤں پر کھڑا ہونا مکروہ ہے لیکن نماز ہو جاتی ہے اور اگر عذر ہو تو مکروہ نہیں۔

(۲) قرأت یعنی قرآن مجید میں سے کوئی سورت یا آیت پڑھنا۔

◉ فرض نمازوں کی دو رکعتوں میں اور وتر سنت اور نفل کی تمام رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔

◉ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک آیت کے پڑھنے سے اگر چہ چھوٹی ہو قرأت کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔ ایک چھوٹی آیت سے مراد یہ ہے کہ جس میں دو یا دو سے زیادہ الفاظ ہوں جیسے " ثُمَّ قُتِلَ "، " كَيْفَ قَدَّرَ "، " ثُمَّ نَظَرَ " وغیرہ

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک تین چھوٹی آیتیں یا ان کے برابر ایک بڑی آیت پڑھنا فرض ہے۔

◉ قرآن پاک کی قرأت اس نازل شدہ عربی کی بجائے اس کا کسی اور زبان میں ترجمہ پڑھے تو یہ جائز نہیں، فقط ترجمہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی۔

(۳) رکوع کرنا۔

رکوع کی ادنیٰ حد یہ ہے کہ اتنا جھکا ہوا ہو کہ اگر اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے تو وہ گھٹنوں تک پہنچ جائیں اگر بیٹھے ہوئے رکوع کرے اسکی ادنیٰ حد یہ ہے کہ سر اور کمر کسی قدر جھک جائیں۔

(۴) دونوں سجدے کرنا۔

زمین پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں زمین پر پیشانی لگانا فرض ہے جبکہ اس کے ساتھ زمین پر ناک ٹکانا واجب ہے۔

- ہر رکعت میں دو مرتبہ سجدہ کرنا فرض ہے۔
- بلا عذر صرف ناک زمین پر لگائی اور پیشانی نہیں لگائی تو نماز جائز نہیں عذر کی وجہ سے صرف ناک پر اکتفا کرنا اس وقت جائز ہے جب اس قدر ناک لگادے کہ سخت حصہ بھی لگے اگر ناک کے صرف نرم حصہ کو لگایا تو جائز نہیں۔
- اگر دونوں سجدوں کے بیچ میں اچھی طرح نہیں بیٹھا ذرا سا سر اٹھا کر دوسرا سجدہ کرلیا تو اگر ذرا ہی سر اٹھایا ہو تو ایک ہی سجدہ ہوا دونوں سجدے ادا نہیں ہوئے اور نماز بالکل نہیں ہوئی اور اگر اتنا اٹھا کہ قریب قریب بیٹھنے کے ہو گیا تو خیر نماز سر سے اتر گئی لیکن بڑی نکمی اور خراب ہوگئی اس لئے پھر سے پڑھنا چاہئے ورنہ بڑا گناہ ہوگا۔
- اگر فوم یا روئی کی چیز پر سجدہ کرے تو سر کو خوب دبا کر سجدہ کرے اور اتنا دبائے کہ اور نہ دب سکے اگر اوپر اوپر ذرا اشارے سے سر رکھ دیا دبایا نہیں تو سجدہ نہیں ہوا۔
- سجدہ کی جگہ پاؤں کی جگہ سے ایک بالشت اونچی ہو تو سجدہ جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ اونچی ہو تو بلا عذر جائز نہیں مگر عذر کے ساتھ جائز ہے۔
- اگر دونوں ہاتھ یا دونوں گھٹنے زمین پر نہ رکھے تو سجدہ کا فرض ادا ہو جائیگا۔
- اگر سجدہ کیا اور دونوں پاؤں زمین پر نہ رکھے تو جائز نہیں اور اگر ایک پاؤں رکھے تو عذر کیساتھ بلا کراہت جائز ہے۔ اور بلا عذر کراہت کیساتھ جائز ہے، پاؤں کا رکھنا انگلیوں کے رکھنے سے ہوتا ہے اگر چہ ایک ہی انگلی ہو اگر دونوں پاؤں کی انگلیوں کی پشت رکھی اور انگلیاں نہ رکھیں تب بھی سجدہ جائز ہے۔ (جاننا چاہئے کہ پیشانی کا زمین پر جمنا سجدہ کی حقیقت ہے اور پاؤں کی انگلی کا کم از کم ایک مرتبہ "سبحان اللہ" کہنے کے بقدر لگنا شرط ہے

(۵) قعدۂ اخیرہ۔

نماز کے اخیر میں بقدر تشہد یعنی جتنی دیر التحیات پڑھنے میں لگتی ہے اتنی دیر بیٹھنا فرض ہے۔

فرائض کا حکم: نماز کے فرائض میں کوئی فرض چھوٹ جائے (خواہ بھول کر یا جان بوجھ کر چھوڑا ہو) تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے سجدہ سہو بھی کافی نہیں ہے۔ نماز دوبارہ لوٹانا فرض ہے۔



نماز کے واجبات :

درجِ ذیل باتیں نماز میں واجب ہیں۔

(۱) تکبیرِ تحریمہ کا خاص "اللہ اکبر" کے لفظ سے ہونا۔

(۲) فرض نمازوں میں فرض قرأت کیلئے پہلی دو رکعتوں کو متعین کرنا۔

(۳) فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

(۴) اسی طرح سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی چھوٹی سورت جیسے سورۂ کوثر یا اس کے برابر تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھنا۔

(۵) سورۂ فاتحہ کو سورت سے پہلے پڑھنا۔

(۶) قومہ کرنا یعنی رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا۔

(۷) جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان میں سیدھا بیٹھ جانا۔

(۸) تعدیل ارکان یعنی رکوع، سجدہ، قومہ، اور جلسے کو اطمینان سے اچھی طرح ادا کرنا۔

(۹) دو رکعتوں پر بیٹھنا یعنی قعدۂ اولیٰ کرنا۔

(۱۰) دونوں قعدوں میں التحیات پڑھنا۔

(۱۱) لفظ "سلام" کے ساتھ نماز سے نکلنا۔ اور دو بار السلام کا لفظ واجب ہے اور علیکم کا لفظ واجب نہیں۔

(۱۲) نمازِ وتر میں دعائے قنوت کیلئے تکبیر یعنی "اللہ اکبر" کہنا۔

(۱۳) نمازِ وتر میں قنوت میں کوئی دعا پڑھنا۔

(۱۴) عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیریں کہنا۔

(۱۵) فرض یا واجب میں تاخیر نہ ہونا، اور تاخیر یہ ہے کہ دو فرض یا دو واجب یا فرض و واجب کے درمیان تین بار "سبحان اللہ" کہنے کی مقدار وقفہ ہو جائے۔

(۱۶) نماز میں آیتِ سجدہ پڑھی تو سجدہ تلاوت کرنا۔

(۱۷) نماز میں سہو ہوا تو سجدۂ سہو کرنا۔

(۱۸) قرأت کے سوا تمام فرائض و واجبات میں امام کی اتباع کرنا۔

(۱۹) امام پر فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور جمعہ اور عیدین اور تراویح کی نمازوں میں اور رمضان کے وتر میں بلند آواز سے قرأت واجب ہے۔

اور سری نمازوں (ظہر اور عصر) میں امام اور منفرد (اکیلا نماز پڑھنے والا) کے لئے قرأت آہستہ آواز سے کرنا بھی واجب ہے۔

واجبات کا حکم :

اگر کسی شخص نے بھول کر ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑ دیا تو اس کی نماز ناقص ہوگی اور سجدۂ سہو کے ذریعے اسکا تدارک کرنا ضروری ہے۔ اور جان بوجھ کر کوئی بات چھوڑ دی تو نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے ورنہ گناہ گار ہوگا۔



نماز کی سنّتیں :

(۱) تکبیر کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھانا مردوں کا کانوں کی لَو تک اور عورتوں کا کندھوں تک۔ اسی طرح قنوت اور عیدین کی زائد تکبیریں اور نمازِ جنازہ کی پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔

(۲) ہاتھ اٹھاتے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اپنے حال پر کھلی رکھنا کہ نہ بہت کھلی ہوئی ہوں اور نہ بہت ملی ہوئی ہوں۔

(۳) انگلیوں اور ہتھیلیوں کا قبلہ رخ ہونا۔

(۴) تکبیرِ تحریمہ کے بعد مردوں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اس طرح کے دائیں ہتھیلی بائیں کلائی کے جوڑ پر رہے۔ دائیں انگوٹھے اور چھنگلیا سے حلقہ بنا کر کلائی کو پکڑے۔ باقی داہنی تین انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر رہیں۔ اور عورتیں اپنے ہاتھ سینے پر رکھیں اس طرح کہ داہنی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھیں اور حلقہ نہ بنائیں۔

(۵) پہلی رکعت میں ثناء یعنی" سبحانک اللّٰھُمَّ" پڑھنا۔

(۶) صرف پہلی رکعت میں قرأت کیلئے تعوذ پڑھنا اور ہر رکعت کے شروع میں" بِسْمِ اللّٰہ" پڑھنا۔

(۷) فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

(۸) ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد امام اور منفرد کا امین کہنا۔قرأت بلند آواز سے ہو تو سب مقتدیوں کا بھی آہستہ آواز میں آمین کہنا۔

(۹) ثناء،تعوذ،بسم اللہ اور آمین آہستہ کہنا۔

(۱۰) سنّت کے موافق قرأت کرنا۔

(۱۱) صرف فجر کی نماز میں پہلی رکعت کی قرأت کو دوسری سے لمبی کرنا۔

(۱۲) رکوع میں تین بار" **سبحان ربی العظیم**" کہنا۔

(۱۳) رکوع میں مردوں کو چاہیے کہ وہ اپنی پیٹھ کو بچھا دیں اور سر کو پشت کی سیدھ میں رکھیں دونوں ہاتھوں کی کھلی کی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑیں۔پنڈلیوں کو سیدھا رکھیں،گھٹنوں کو خم نہ دیں اور بازوؤں کو پہلو سے جدا نہ رکھیں۔

(۱۴) رکوع سے اٹھتے وقت امام" **سمع اللہ لمن حمدہ**" اور سیدھے کھڑے ہو کر،مقتدی کو" **ربنا لک الحمد**" اور منفرد کو یہ دونوں کہنا چاہیے۔

(۱۵) ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے وقت تکبیر یعنی" اللہ اکبر" کہنا۔

(۱۶) سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنوں پھر دونوں ہاتھ پھر پیشانی پھر ناک رکھنا جبکہ بعض کے نزدیک پہلے ناک رکھے پھر پیشانی رکھے اور سجدے سے اٹھتے وقت اس کے برعکس کرنا۔

(۱۷) سجدۂ میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر رکھنا اور قبلہ رخ رکھنا اور اور دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدۂ کرنا اور اپنے بازوؤں کو پہلو سے جدا رکھنا اور کہنیوں کو زمین سے اونچا رکھنا اور پیٹھ کو رانوں سے جدا رکھنا مردوں کیلئے سنّت ہے۔

(۱۸) ہر سجدۂ میں تین بار" سبحان ربی الاعلیٰ" کہنا۔

(۱۹) دوسرے سجدے کے بعد جب دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہو تو پنجوں کے بل اٹھے اور گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر اٹھے۔

(۲۰) ہر جلسے اور قعدۂ میں دایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور دائیں پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ اس کے انگلیوں کے سرے قبلہ رخ ہوں۔

(۲۱) دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا اور ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑنا اور انگلیوں کے سرے گھٹنے کے قریب رکھنا۔

(۲۲) تشہد میں" **اشھدان لاالہ الّا اللہ**" پر کلمے کی انگلی سے اشارہ کرنا۔جس کا طریقہ یہ ہے کہ درمیان

کی انگلی اور انگوٹھے کے سروں کو ملا کر حلقہ بنایا جائے اور لااِلٰہ پر انگلی کھڑی کی جائے اور اِلا اللہ پر جھکا دی جائے۔ جھکانے میں اس کا خیال رکھے کہ تھوڑا سا جھکا دے بالکل گرانا صحیح نہیں ہے۔(احسن الفتاویٰ، امداد الفتاویٰ)

(۲۳) قعدۂ اخیرہ میں درود پڑھنا اور درود کے بعد کسی ایسی چیز کی دعا مانگنا جس کا ہمارے معاشرے میں بندوں سے مانگنے کا رواج نہ ہو۔

(۲۴) پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام پھیرنا۔اور ساتھ میں چہرہ کو بھی پھیرنا۔

(۲۵) امام کو دونوں سلام بلند آواز سے کہنا مگر دوسرے سلام کو پہلے کی نسبت پست آواز میں کہنا۔

(۲۶)سلام ان لفظوں سے کہنا" السّلامُ علیکم ورحمة الله" ۔

سنتوں کا حکم: نماز کی سنتوں کا حکم یہ ہے کہ کوئی بھی سنت جان بوجھ کر چھوڑ دے یا بھول کر چھوٹ جائے اس سے ثواب میں تو کمی آتی ہے نماز فاسد نہیں ہوتی اور نہ ہی سجدہ سہو کی ضرورت ہوتی ہے۔



نماز کے مستحبات :

(۱) دونوں قدموں کے درمیان چار انگلی کی مقدار یا اسکے قریب قریب فاصلہ چھوڑنا۔

(۲) ہر رکعت میں الحمد کے بعد جب سورت ملائے تو اس سے پہلے" بسم اللہ" پڑھنا۔

(۳) تکبیر تحریمہ کے وقت جب کوئی عذر نہ ہو دونوں ہاتھ چادر وغیرہ سے باہر نکال کر اٹھانا۔

(۴) منفرد کو رکوع و سجود میں تین تین مرتبہ سے زیادہ لیکن طاق عدد میں تسبیح پڑھنا۔

(۵) جمائی آئے تو منہ خوب بند کرلے اور اگر کسی طرح نہ رکے تو ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت کی طرف سے روکے۔

(۶) دونوں سجدوں کے درمیان جلسے میں یہ دعا پڑھنا" اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ" یا صرف" رَبِّ اغْفِرْلِیْ" ایک مرتبہ یا تین مرتبہ۔

(۷) قنوت میں خاص اس دعا کا پڑھنا" اَللّٰهُمَّ اِنَّانَسْتَعِیْنُکَ" ۔

(۸) جب کھڑا ہو تو اپنی نگاہ سجدے کی جگہ رکھے۔اور جب رکوع میں جائے تو پاؤں پر اور جب سجدہ کرے تو ناک پر رکھے جلسے اور قعدہ میں نگاہ گود میں رہے اور سلام پھیرتے وقت کندھوں پر ڈالے۔



عملی مشق

سوال نمبرا

درجِ ذیل مسائل میں سے صحیح اور غلط کی (✓) کے ساتھ نشاندہی کریں۔ صحیح/غلط

(۱) نماز کے کل ارکان پانچ ہیں۔ قیام، قرأت، تکبیر تحریمہ، رکوع وسجود۔ ☐ ☐

(۲) فرض نمازوں میں قیام فرض اور سنتوں میں قیام کرنا سنت ہے۔ ☐ ☐

(۳) بغیر عذر کے ایک پاؤں پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ☐ ☐

(۴) زمین پر پیشانی لگانا اور ناک ٹکانا فرض ہے۔ ☐ ☐

(۵) عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیریں کہنا واجب ہے۔ ☐ ☐

(۶) دونوں قعدوں میں "التحیات" پڑھنا سنت ہے۔ ☐ ☐

(۷) مقتدی کے لئے امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ کے علاوہ کسی قسم کی قرأت جائز نہیں۔ ☐ ☐

(۸) فجر کی دونوں رکعتوں میں امام کے لئے بلند آواز سے ''آمین'' کہنا مسنون ہے۔ ☐ ☐

(۹) ثناء، تعوذ آہستہ کہنا مسنون ہے۔ ☐ ☐

(۱۰) منفرد کے لئے رکوع اور سجود میں طاق عدد میں تسبیح پڑھنا واجب ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر۲

مناسب الفاظ چن کر خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) سجدہ کی جگہ پاؤں کی جگہ سے بلا عذر.........اونچی ہو تو سجدہ جائز نہیں۔

(ایک انچ، بالشت، ذراع)

(۲) تکبیر تحریمہ میں خاص.........کہنا واجب ہے۔

(سبحان اللہ، اللہ اکبر، اللہ اعظم)

(۳) رکوع سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہونے کو.........کہتے ہیں۔

(قعدہ،قومہ،تحریمہ)

(۴) سورۃ الفاتحہ کو دوسری سورۃ سے پہلے پڑھنا............ ہے۔

(واجب،سنت،فرض)

(۵) تکبیرتحریمہ کیلئے ہاتھ اٹھاتے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو.. ....سنت ہے۔

(ملا کر رکھنا،اپنے حال پر رکھنا)

(۶) انگلیوں کا قبلہ رخ رکھنا .... ہے۔

(واجب،سنت،مستحب)

(۷) فجر کی نماز میں پہلی رکعت کی قرأت دوسری رکعت سے ....سنت ہے۔

(لمبی کرنا،برابر کرنا،کم کرنا)

(۸) .... رکعت میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا سنت ہے۔

(پہلی،ہر)

(۹) ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورۃ پڑھنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا............ ہے۔

(سنت،مستحب)

(۱۰) قیام کی حالت میں نگاہ............کی جگہ رکھنا مستحب ہے۔

(رکوع،سجدہ)

(۱۱) قعدہ اخیرہ......................صلاۃ میں سے ہے۔

(سنن،فرائض،واجبات)

(۱۲) پہلی رکعت میں ثناء پڑھنا......................ہے۔

(مسنون،واجب،مستحب)

سوال نمبر۳

استاذ کو چاہئے کہ نماز کے احکام سے متعلق طلبہ کی یادداشت کا اس طرح امتحان لے کہ ایک طالبعلم مسنون طریقے کے مطابق نماز پڑھے اوراذکار بلند آواز سے پڑھے اوردوسرا طالبعلم پوری جماعت (class) کے سامنے اس کے ہر ہر فعل کا حکم بتلائے کہ یہ فرض ہے اور یہ واجب، یہ سنت اور یہ مکروہ؟



مفسدات یعنی نماز کو توڑنے والی چیزوں کا بیان

(۱) نماز میں بولنا یا بلا ضرورت آواز نکالنا۔

نماز میں بولنا نماز کے لئے مفسد ہے۔ اصطلاح میں اسے کلام الناس کہتے ہیں اور اس سے مراد وہ کلمہ ہے جو عام لوگ اپنی گفتگو میں استعمال کرتے ہوں۔ خواہ وہ جملہ عربی زبان میں ہو یا کسی دوسری زبان میں۔ جیسے تعال کا معنی ہے ادھر آجا۔ یا بِعْ جس کا معنی ہے بیچ دو۔

● نماز میں قصداً یا بھولے سے یا خطا سے بول اٹھا تو نماز ٹوٹ جائیگی۔ بولنے سے مراد یہ ہے کہ کہا ہوا لفظ کم از کم دو حرفوں پر مشتمل ہو اور اگر ایک حرف پر مشتمل ہو تو وہ ایسا ہو جو بامعنی ہو جیسے عربی زبان میں مثلاً "عِ" اور "قِ" کہ "عِ" کا مطلب ہے کہ تو حفاظت کر اور "قِ" کا مطلب ہے کہ تو بچا۔

● کسی شخص کو سلام کرنے کے قصد سے سلام یا تسلیم یا السّلام علیکم یا اس جیسا کوئی لفظ کہنا اور اس طرح کسی کے سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا۔ اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

● اگر درد یا مصیبت سے نماز میں آہ یا اُف یا ہائے کہے یا زور سے روئے تو نماز جاتی رہتی ہے البتہ مریض مرض سے بے قابو ہو جائے اور اس سے بے اختیار آہ یا ہائے نکل جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ اسی طرح اگر جنت یا دوزخ کو یاد کرنے سے دل بھر آیا اور زور سے آواز یا آہ یا اُف وغیرہ نکل جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔

● بے ضرورت کھنکارنے اور گلا صاف کرنے سے جس سے دو حرف بھی پیدا ہو جائیں نماز ٹوٹ جاتی ہے البتہ عذر اور مجبوری کے وقت کھنکارنا درست ہے اور نماز نہیں ٹوٹتی۔

● نماز میں چھینک آئے اور اس پر الحمد للہ کہا تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی البتہ کہنا نہیں چاہئے اور اگر کسی اور کو چھینک آئی اور اس نے جواب میں اس کو یرحمک اللہ کہا تو نماز ٹوٹ گئی۔

● نماز میں کچھ خوشخبری سنی اور اس پر "الحمد للہ" کہدیا یا کسی کی موت کی خبر سنی اس پر "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن" پڑھا تو نماز فاسد ہوگئی۔

● کوئی لڑکا وغیرہ گر پڑا اس کے گرتے وقت "بسم اللہ" کہدیا تو نماز جاتی رہی۔

◉ اگر نمازی نے وسوسہ کو دور کرنے کیلئے "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم" پڑھا تو اگر وہ وسوسہ دنیاوی امور سے متعلق ہو نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر امور آخرت سے متعلق ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(۲) ایسا عمل کرنا جو کثیر ہو اور نماز کی جنس سے نہ ہو۔

عملِ کثیر کی چند صورتیں ہیں:

(ا) دور سے دیکھنے والا شخص جس کے سامنے نماز شروع نہیں کی وہ عمل ہوتے دیکھ کر یہ سمجھے کہ وہ شخص نماز میں نہیں ہے۔

(ب) وہ کام جو عام طور پر دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہے جیسے عمامہ باندھنا، تہہ بند باندھنا وغیرہ (اگر چہ نماز ی اس وقت اس کو ایک ہاتھ سے ہی کرے)۔ وہ کام جو عام طور سے ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے جیسے ٹوپی پہننا یا اتارنا یہ عمل قلیل ہے (اگر چہ نمازی اس کو دو ہاتھوں سے کرے)۔

(ج) وہ کام جس کیلئے کام کرنے والا عام طور سے علیحدہ مجلس اور نشست کا اہتمام کرتا ہے جیسے بچے کو دودھ پلانا۔

(د) عمل اگر چہ قلیل ہو لیکن اس کو ایک رکن یا ایک رکن کی مقدار میں تین بار تک کرنے سے وہ عمل کثیر بن جاتا ہے۔

وضاحت : آخری تین صورتیں بھی پہلی صورت ہی میں شامل ہوسکتی ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی بھی کام ہوتے دیکھ کر دور سے دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ یہ کام کرنے والا نماز میں نہیں ہے۔

◉ اگر ایک رکن کی مقدار یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مدّت میں تین بار کھجلایا یعنی ایک دفعہ کھجلا کر ہاتھ ہٹالیا ہو پھر دوسری مرتبہ ہاتھ لیجا کر پھر کھجلایا ایسا تین مرتبہ کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

اگر ہاتھ صرف ایک مرتبہ اٹھا کر ایک جگہ رکھ کر چند مرتبہ کھجلانے کی حرکت کی تو یہ ایک ہی مرتبہ کھجلانا سمجھا جائیگا اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

(۳) نماز کے اندر کھانا پینا۔

◉ نماز میں کوئی چیز کھالی یا کچھ پی لیا تو نماز ٹوٹ جاتی ہے یہاں تک کہ ایک تل یا چھالیہ کا ٹکڑا اٹھا کر کھالے تو بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے البتہ اگر چھالیہ کا ٹکڑا وغیرہ کوئی چیز دانتوں میں اٹکی ہوئی تھی اسکو نگل گیا تو اگر چنے سے کم ہو تو نماز ہو جاتی ہے اور اگر چنے کے برابر یا زیادہ ہو تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

◉ کوئی میٹھی چیز کھائی پھر کلّی کر کے نماز پڑھنے لگا لیکن منہ میں اسکا کچھ مزا باقی ہے اور تھوک کے ساتھ

حلق میں جاتا ہے تو نماز صحیح ہے۔

(۴) نماز کے اندر زیادہ چلنا چاہے اختیار سے ہو یا بلا اختیار سے۔

اگر نماز کے اندر بلا عذر چلا تو اگر متواتر اور کثیر چلا تو نماز فاسد ہو جائیگی خواہ قبلے کی طرف سے سینہ نہ پھرے اور اگر کثیر غیر متواتر چلنا ہو یعنی مختلف رکعتوں میں متفرق چلنا ہو اور ہر رکعت میں قلیل چلنا ہو تو اگر قبلے سے سینہ نہ پھرا ہو تو نماز نہیں ٹوٹتی۔

◉ کثیر کی حد مقتدی کیلئے ایک دم متواتر چلنے کی دو صف کی مقدار ہے اس سے کم قلیل ہے لہٰذا ایک دفعہ میں دو صفوں کے بقدر چلا تو نماز ٹوٹ جائیگی اور اگر ایک صف کی بقدر چلا تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔

اور کثیر غیر متواتر کی مثال یہ ہے کہ ایک صف کی بقدر چلا، پھر ایک رکن کی یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی بقدر ٹھہرا، پھر ایک صف کی بقدر چلا، پھر ایک رکن کی مقدار ٹھہرا تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی اگر چہ بہت چلا ہو جب تک جگہ مختلف نہ ہو جائے یعنی اگر مسجد ہے تو مسجد سے باہر نہ ہو جائے اور اگر میدان ہے تو صفوں سے باہر نہ ہو جائے۔

(۵) نماز کے دوران نماز کا کوئی رکن چھوٹ جائے مثلاً رکوع سجدے وغیرہ سے کوئی چیز بھول گیا اور سلام پھیرنے تک اس کو ادا نہیں کیا تو اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

(٦) نماز کے صحیح ہونے کی شرائط (جن کا بیان پہلے گزر چکا ہے) میں سے اس کی ایک شرط بھی نماز کے دوران فوت ہو جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

مثال ۱ : (ا) نماز کے دوران طہارت ختم ہوگئی، احتلام وغیرہ کی صورت میں حدثِ اکبر لاحق ہو گیا یا نواقضِ وضو (وضو توڑنے والی اشیاء) میں کوئی چیز پائی گئی تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

(ب) نماز کے دوران جنون لاحق ہو گیا۔

(ج) نماز کے دوران بے ہوش ہو گیا (تیمم کر کے نماز شروع کی تھی نماز کے دوران اسے پانی مل گیا اور وہ اس پانی کے استعمال پر قادر بھی ہے تو چونکہ تیمم باطل ہو گیا لہٰذا اس کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی۔

(د) موزوں پر مسح کر کے نماز پڑھ رہا تھا کہ مسح کو توڑنے والی کوئی چیز پائی گئی مثلاً نماز کے دوران موزوں پر مسح کی مدّت ختم ہوگئی یا تین انگلیوں کی مقدار موزہ پاؤں سے اتر گیا تو چونکہ اس طرح موزوں پر مسح باطل ہو جاتا ہے اس سے وضو ختم ہو جاتا ہے۔ جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

مثال ۲ : نماز کے دوران چہرہ قبلے سے پھر گیا تو استقبالِ قبلہ کی شرط کے فوت ہونے کی وجہ سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

مثال ۳: نماز کے دوران ستر کھل گیا تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اور ستر کے بارے میں شرائط نماز کے بیان میں گزر چکی ہیں۔

مثال ۴: نماز کے دوران وقتِ ممنوع شروع ہو گیا مثلاً نمازِ فجر کے دوران سورج طلوع ہو گیا، عیدین کی نماز کے دوران سورج کا زوال شروع ہو گیا یا جمعہ کی نماز کے دوران عصر کا وقت داخل ہو گیا تو ان صورتوں میں نماز فاسد ہو جائیگی۔

(۷) نماز کے دوران تلاوت و اذکار میں کوئی ایسی غلطی کی جس سے معنی بگڑ کر الٹ ہو جاتا ہے۔ اس سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

قرأت میں غلطی کی مثال :

(۱) "وَاللهُ يُعلَمُ بِمَا تَصْنَعُوْنَ" کی جگہ "واللهُ لايَعلَمُ بِمَا تَصْنَعُوْن" پڑھ دیا۔

(۲) "اِنّ الابرارَلفِیْ نَعِيمٍ" کی جگہ "اِنّ الابرارَلفِیْ جحيمٍ" پڑھ دیا۔

(۳) "قُلْ يَاأيُهَاالْكَافِرُوْنَ o لَااَعبدُمَاتَعبُدُوْنo" کی جگہ "قُلْ يَاأيُهَا الكافِرُوْن o اَعبدُمَاتَعبُدُوْنo" پڑھ دیا۔

(۴) "اِنّ الفُجّارَ لَفِیْ جَحِيمٍ" کی جگہ "اِنّ الفُجّارَ لفِیْ نَعِيمٍ" پڑھ دیا۔

اذکار میں غلطی کی مثال :

اللہ اکبر کے الف کو مدّ کے ساتھ پڑھا۔ اللہ اکبر (پہلی صورت میں معنی یہ ہیں کہ اللہ سب سے بڑا ہے اور دوسری صورت میں معنی یہ ہیں کہ "کیا اللہ سب سے بڑا ہے؟" جب اللہ اکبر کی جگہ "آللہ اکبر" پڑھ دیا اس صورت میں معنی ہی میں خرابی لازم آتی ہے۔

(۸) نیند کی حالت میں مکمل ایک رکن ادا کر لیا اور بیدار ہونے کے بعد اسے دوبارہ نہیں لوٹایا۔ مثلاً قعدہ میں بیٹھتے ہی سو گیا اور اسی حالت میں آخر میں سلام پھیر دیا۔

(۹) نماز کے دوران اتنی آواز سے ہنس پڑا کہ اسکی آواز خود کو سنائی دی۔

(۱۰) مقتدی نے اگر کوئی مکمل رکن امام سے پہلے ادا کر لیا کہ وہ اس رکن میں ایک لمحہ کیلئے بھی امام کے ساتھ شریک نہ ہوا تو مقتدی کی نماز ٹوٹ جائیگی۔

✤✤✤✤

وہ مجبوریاں جن میں نماز توڑنا جائز ہے

◉ نماز کے دوران اگر ایک درہم (قریباً ساڑھے تین ماشے 3.402 گرام چاندی) کی مالیت کی بقدر کسی چیز کے ضائع ہو جانے کا خدشہ ہو تو نماز توڑنا جائز ہے۔

◉ نماز کے دوران کوئی خاص گمشدہ چیز مثلاً گھڑی یا چشمہ وغیرہ یاد آنے سے نماز توڑنا جائز ہے۔

◉ کسی شخص کی جان بچانے کے لئے نماز توڑنا جائز ہے۔

◉ اگر کوئی بے ہوش ہو کر گر جائے تو اس کو اٹھانے کے لئے نماز توڑ سکتے ہیں۔

◉ اگر نماز میں اچانک کوئی زہریلا کیڑا نظر آ جائے اور نمازی کی طرف بڑھے اگر نماز توڑنے بغیر (عمل کثیر کے بغیر) اس کو مار سکتے ہوں تو ٹھیک ورنہ اس کو مارنے کے لئے نماز توڑ سکتے ہیں (البتہ عملِ کثیر کی صورت میں نماز ٹوٹ جائے گی)

◉ اگر نماز کے دوران بھڑ، شہد کی مکھی کے تکلیف دینے کا خوف ہو اور بغیر عمل کثیر کے مار سکے تو مار دے اس سے نماز نہیں ٹوٹے گی۔ ورنہ نماز توڑ کر مار دے۔

◉ نماز کے دوران اگر کوئی ساتھ والے کمرے سے آواز دے یا دروازے پر دستک دے کسی ایسی شدید ضرورت کے لئے جس کے نقصان کی تلافی نہ ہو سکے تو نماز توڑنا جائز ہے۔ محض دستک سن کر نماز توڑنا جائز نہیں۔

◉ اگر فرض نماز میں ہو تو والدین کے بلانے پر نماز نہ توڑے۔ الا یہ کہ وہ کسی ناگہانی آفت میں مبتلا ہو کر اس کو مدد کے لئے پکاریں (یہ صورت والدین کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کسی کی بھی جان بچانے کے لئے نماز توڑنا ضروری ہے) اور اگر نفل نماز میں ہو اور والدین کو اس کا علم ہو تو نہ توڑے اور اگر علم نہ ہو تو نماز توڑ کر جواب دے۔





جماعت کے احکام

قَالَ اللہُ تعالٰی: وَارْکَعُوْمَعَ الرَّاکِعِیْنَ. (البقرۃ:۴۳)

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اور تم میرے آگے جھکنے والوں کے ساتھ جھک جاؤ۔

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ: **صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلَاۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً۔** (رواہ مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جماعت کی نماز اکیلے نماز سے ستائیس گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔



جماعت کم سے کم دو آدمیوں کے مل کر نماز پڑھنے کو کہتے ہیں اس طرح کہ ان میں ایک شخص تابع ہو اور دوسرا متبوع۔ متبوع کو "امام" اور تابع کو "مقتدی" کہتے ہیں۔

- جماعت سے نماز پڑھنا مردوں کیلئے اکثر کے نزدیک واجب ہے اور بعض کے نزدیک سنّت مؤکدہ ہے لیکن ایسی سنّت مؤکدہ جس کی تاکید واجب کے قریب ہے۔

- امام کے سوا ایک آدمی کے نماز میں شریک ہو جانے سے جماعت ہو جاتی ہے خواہ وہ آدمی مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا آزاد، بالغ ہو یا سمجھدار نابالغ بچہ۔

البتہ جمعہ وعیدین میں امام کے علاوہ کم سے کم تین آدمیوں کے بغیر جماعت نہیں ہوتی۔

- جماعت کے ہونے میں یہ بھی ضروری نہیں کہ فرض نماز ہو بلکہ اگر نفل بھی دو آدمی اسطرح ایک دوسرے کے تابع ہو کر پڑھیں تو جماعت ہو جائیگی خواہ امام اور مقتدی دونوں نفل پڑھتے ہوں یا مقتدی نفل پڑھتا ہو۔ البتہ نفل کی جماعت کا عادی ہونا یا تین مقتدیوں سے زیادہ ہونا مکروہ ہے۔

ضروری تنبیہ: یاد رہے کہ جس طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے اسی طرح مسجد کی حاضری بھی واجب ہے۔ لہٰذا جو لوگ صرف جماعت کو واجب سمجھتے ہوئے گھروں یا دفتروں یا نماز کے لئے مخصوص جگہوں میں

جماعت کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور مسجدِ شرعی میں جماعت کے لئے حاضر نہیں ہوتے وہ ایک واجب کے ترک کی وجہ سے گناہ گار ہوتے ہیں۔ اگر چہ نماز کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔



جماعت کن لوگوں پر واجب ہے:

ان عاقل بالغ آزاد مردوں پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے جن کو کوئی عذر نہ ہو اور وہ کسی حرج اور مشقت کے بغیر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے پر قادر ہوں۔

ترک جماعت کے عذر :

ذیل میں وہ عذر ذکر کئے جاتے ہیں جن کی وجہ سے جماعت چھوڑنا جائز ہو جاتا ہے۔ تاہم اگر کوئی عذر کی حالت میں بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو بہت بڑی فضیلت کی بات ہے:

(۱) مسجد کے راستے میں سخت کیچڑ ہو کہ چلنا سخت دشوار ہو۔

(۲) بارش بہت زور سے برستی ہو۔

تنبیہ : جب تک بارش اور کیچڑ کے باوجود مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھ سکتا ہو تو جماعت سے نماز پڑھنے کی ہمت کرنی چاہئے۔

(۳) سخت سردی ہو کہ باہر نکلنے یا مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہو جانے کا یا بڑھ جانے کا خوف ہو۔

(۴) مسجد جانے میں مال و اسباب کے چوری ہو جانے کا خوف ہو۔

(۵) مسجد جانے میں کسی دشمن کے مل جانے کا خوف ہو۔

(۶) مسجد جانے میں کسی قرض خواہ کے مل جانے کا خوف ہو اور اس سے تکلیف پہنچنے کا خوف ہو بشرطیکہ اس کا قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو۔

(۷) اندھیری رات ہو کہ راستہ دکھائی نہ دیتا ہو لیکن اگر روشنی کا سامان خدا نے دیا ہو تو جماعت نہ چھوڑنی چاہئے۔

(۸) رات کا وقت ہو اور بہت سخت آندھی چل رہی ہو۔

(۹) کسی مریض کی تیمارداری کرتا ہو کہ اس کے جماعت میں چلے جانے سے اس مریض کی تکلیف یا وحشت کا خوف ہو۔

(۱۰) کھانا تیار ہو یا تیاری کے قریب ہو اور بھوک ایسی لگی ہو کہ نماز میں جی نہ لگنے کا خوف ہو۔

(۱۱) پیشاب یا پاخانہ زور کا معلوم ہوتا ہو۔

(۱۲) کوئی ایسی بیماری ہو کہ جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکے یا نابینا ہو یا پیر کٹا ہو لیکن جو نابینا بے تکلف مسجد تک پہنچ سکے تو جماعت ترک نہ کرنی چاہئے۔

(۱۳) سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور خوف ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائیگی قافلہ نکل جائیگا۔ یا ریل چل دے گی اور دوسری ریل پکڑنا یا تو ممکن نہیں یا اس میں سخت حرج ہے۔

تنبیہ : خود سفر ترک جماعت کیلئے عذر نہیں بلکہ جو سفر میں ہوں وہ خود جماعت کا اہتمام کریں۔



امامت کے صحیح ہونے کی شرطیں :

(۱) مسلمان ہو۔ کافر کی امامت درست نہیں۔

(۲) بالغ ہونا بالغ کی امامت جبکہ اس کے پیچھے بالغ مقتدی ہوں صحیح نہیں البتہ جو لڑکا ابھی بالغ نہ ہوا ہو اور اس کی عمر پندرہ سال ہو چکی ہو وہ تراویح کی جماعت کرا سکتا ہے۔

لیکن اگر اتنی عمر کے لڑکے کی امامت کی وجہ سے کسی بھی فتنہ کا اندیشہ ہو تو بچنا بہتر ہے۔

(۳) عاقل ہو۔ مست یا بے ہوش یا دیوانے کی امامت صحیح نہیں۔

(۴) مرد ہو۔ اگر عورت امام ہو اور اس کے پیچھے مرد مقتدی ہوں تو ان کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ اور اگر عورت کے پیچھے مقتدی صرف عورتیں ہوں تو یہ جماعت مکروہ تحریمی ہے۔

(۵) اتنی قرأت کرنے پر قادر ہو جو نماز کے صحیح ہونے کیلئے ضروری ہے۔ لہٰذا ایسے اُمّی اوران پڑھ کا ایسے شخص کی امامت کرنا جو قرآنِ کریم پڑھنے کی قدرت رکھتا ہو صحیح نہیں ہے۔

(۶) نماز کی شرطوں میں سے کوئی شرط اس سے نہ چھوٹ رہی ہو جیسے "طہارت" "ستر عورت (ستر چھپانا) وغیرہ۔

(۷) کسی قسم کا عذر لاحق نہ ہو، جیسے دائمی نکسیر، مسلسل پیشاب کے قطرات آنا۔ اور مسلسل ہوا خارج ہوتے رہنا۔

(۸) قرآنِ کریم کے حروف صحیح مخارج سے ادا کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔ لہٰذا ایسے شخص کو جو تلاوت کے دوران "ر" کو "غ" یا "لام" پڑھتا ہو۔ اور "س" کو "ث" اور "ف" کو "پ" وغیرہ ایسے شخص کا امام بنانا جو حرف صحیح پڑھ سکتا ہو صحیح نہیں ہے۔



امام اور مقتدیوں کے کھڑے ہونے کی ترتیب :

- اگر ایک ہی مقتدی ہو اور وہ مرد ہو یا نابالغ لڑکا تو اسکو امام کے داہنی جانب امام کے برابر کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے اگر بائیں جانب یا امام کے پیچھے کھڑا ہو تو مکروہ ہے۔

- اگر ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کے پیچھے ان کو صف باندھ کر کھڑا ہونا چاہئے اگر امام کے دائیں بائیں کھڑے ہوں اور دو ہوں تو مکروہِ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو مکروہِ تحریمی ہے اس لئے کہ جب دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کا آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔

- اگر نماز کے شروع کرتے وقت ایک ہی مقتدی تھا اور وہ امام کے دائیں جانب کھڑا تھا اور اس کے بعد اور مقتدی آگئے تو پہلے مقتدی کو چاہئے کہ پیچھے ہٹ جائے تاکہ سب مقتدی مل کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں اگر وہ نہ ہٹے تو ان مقتدیوں کو چاہئے کہ اس کو کھینچ لیں اور اگر لاعلمی سے وہ مقتدی امام کے دونوں جانب کھڑے ہو جائیں اور پہلے مقتدی کو پیچھے نہ ہٹائیں تو امام کو چاہئے کہ وہ آگے بڑھ جائے تاکہ وہ مقتدی سب مل جائیں اور امام کے پیچھے ہو جائیں اسی طرح اگر پیچھے ہٹنے کی جگہ نہ ہو تب بھی امام ہی کو چاہئے کہ وہ آگے بڑھ جائے لیکن اگر مقتدی مسائل سے ناواقف ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں غالب ہے تو اس کو ہٹانا مناسب نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے کہ جس سے نماز ہی غارت ہو جائے۔

- اگر مقتدی عورت یا نابالغ لڑکی ہو تو اس کو چاہئے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو خواہ ایک ہو یا ایک سے زیادہ۔

- اگر مقتدیوں میں مختلف قسم کے لوگ ہوں کچھ مرد کچھ عورتیں کچھ نابالغ تو امام کو چاہئے کہ اس ترتیب سے ان کی صفیں قائم کرے پہلے مردوں کی صفیں پھر نابالغ لڑکوں کی پھر بالغ عورتوں کی پھر نابالغ لڑکیوں کی۔

ضروری وضاحت: عورتوں کی صفوں کا مردوں سے مؤخر کرنا واجب ہے۔ مگر بچوں کی صفوں کا مردوں کے پیچھے کرنا مستحب ہے۔ لہٰذا بعد میں آنے والے لوگوں کا پہلے سے نماز میں مشغول بچوں کو پیچھے کرنا ضروری نہیں۔

اگر بچوں کے ایک ہی صف میں کھڑا کرنے میں ان کے شور و شغب یا شرارتوں کا اندیشہ ہو تو مناسب یہ ہے کہ بچوں کو متفرق طور پر بڑوں کی صفوں میں کھڑا کیا جائے۔

- امام کو چاہئے کہ صفیں سیدھی کرے یعنی صف میں آگے پیچھے ہونے سے منع کرے سب کو برابر کھڑا

ہونے کا حکم دے، صف میں ایک کو دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا چاہئے، درمیان میں خالی جگہ نہ رہنی چاہئے۔

◉ تنہا ایک شخص کا صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے بلکہ ایسی حالت میں چاہئے کہ اگلی صف سے کسی آدمی کو کھینچ کر اپنے ہمراہ کر لے لیکن کھینچنے میں اگر احتمال ہو کہ وہ اپنی نماز خراب کر لے گا یا برا مانے گا تو جانے دے۔

◉ پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے ہاں جب صف پوری ہو جائے تب دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہئے۔



امامت کا حقدار کون ہے؟

(۱) سب سے پہلے بادشاہ یا اسکا نائب امامت کے زیادہ حقدار ہیں (بشرطیکہ امامت کی باقی شرائط بھی اس میں پائی جاتی ہوں)۔

(۲) پھر کسی بھی مسجد کا مقرر کردہ امام اپنی مسجد میں امامت کروانے کا زیادہ حقدار ہے۔

(۳) جب گھر میں جماعت ہو رہی ہو تو اس گھر والا امامت کا زیادہ حقدار ہے (بشرطیکہ امامت کی باقی شرائط بھی اس میں پائی جائیں)۔

(۴) اگر حاضرین میں بادشاہ، یا اسکا نائب، یا اسکا مقرر کردہ امام یا صاحب خانہ نہ ہوں تو امامت کا سب سے زیادہ حقدار وہ شخص ہے جو نماز کے مسائل و احکام کو سب سے زیادہ جانتا ہو۔

(۵) اگر نماز کے مسائل کا علم رکھنے میں سب برابر ہوں تو اس کے بعد جو نماز کے احکام کو جاننے کے ساتھ ساتھ قرآن کا سب سے بڑا قاری ہو۔

(۶) اگر قرآن کے قاری ہونے میں سب برابر ہوں تو اسکے بعد جس کے اندر تقویٰ اور پرہیزگاری زیادہ ہو۔

(۷) اگر تقویٰ اور پرہیزگاری میں سب برابر ہوں تو اس کے بعد جس کی عمر زیادہ ہو۔

(۸) اگر عمر میں سارے کے سارے برابر ہوں تو جس کو قوم منتخب کر لے وہی امامت کا زیادہ حقدار ہے یا امامت کیلئے قرعہ اندازی کرنا جائز ہے۔

(۹) اگر اسکے انتخاب میں قوم کا اختلاف ہو جائے تو جس کے بارے میں قوم کے زیادہ افراد کی رائے ہو وہی نماز پڑھائے اور اگر انہوں نے غیر مستحق کو آگے کیا تو اچھا نہیں کیا تاہم نماز بہر صورت ادا ہو جائیگی۔



ان افراد کا بیان جن کی امامت اور جماعت مکروہِ تحریمی ہے:

(۱) فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ فاسق سے مراد وہ شخص جو کھلم کھلا گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے جیسے کہ داڑھی منڈواتا ہے، یا سود کھاتا ہے یا جوا کھیلتا ہے۔

(۲) بدعتی کی امامت مکروہ ہے۔

ملاحظہ: محلّہ کی مسجد میں اگر بدعتی امام ہو تو یہ جماعت ترک کرنے کا عذر ہے اس صورت میں اگر اہلِ حق کی کوئی دوسری مسجد قریب ہو یا زیادہ دور نہ ہو اور معمولی مشقت اٹھا کر وہاں جا کر نماز پڑھ سکتا ہو تو وہاں جا کر نماز پڑھے اور اگر دوسری مسجد زیادہ دور ہو اور ہر نماز میں اس مسجد میں جانے سے زیادہ مشقت ہو اور حرج ہو تو اپنے گھر پر جماعت سے نماز پڑھ لے اس صورت میں اگر یہ نیت ہو کہ اگر عذر نہ ہوتا تو مسجد میں جا کر نماز پڑھتا تو مسجد کا ثواب بھی ملے گا۔

◉ غیر مقلد امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ ائمہ اربعہ کو برا بھلا کہتا ہے تو ایسا شخص فاسق ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر وہ ائمہ کو برا نہیں کہتا تو اس کے پیچھے نماز اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وہ اختلافی امور خصوصاً طہارت کے مسئلہ میں احناف کے مسلک کی رعایت کرتا ہو۔

(۳) اندھے کی امامت مکروہ ہے ہاں اگر وہ مقتدیوں میں سب سے افضل ہو تو اس صورت میں اسکی امامت مکروہ نہ ہوگی۔

(۴) عالم کے ہوتے ہوئے جاہل کی امامت مکروہ ہے چاہے وہ جاہل شہری ہو یا دیہاتی۔

(۵) اس شخص کی امامت مکروہ ہے جسے لوگ کسی عیب کی وجہ سے ناپسند کرتے ہوں۔

(٦) مسنون مقدار سے نماز کو زیادہ لمبا کرنا مکروہ ہے۔

(۷) صرف عورتوں کی جماعت مکروہ ہے (یعنی جماعت میں صرف عورتیں ہی شریک ہوں مرد بالکل نہ ہوں) اگر وہ کراہت کے باوجود جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا چاہیں تو ان کی امامت کرنے والی ان کے درمیان میں کھڑی ہو۔ اس زمانہ میں فتنے کے اندیشے کی وجہ سے عورتوں کا مسجد کی جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے۔



اقتداء کے صحیح ہونے کی شرط:

درج ذیل شرائط کے ساتھ مقتدی کا امام کے پیچھے اقتداء کرنا درست ہے۔

(۱) مقتدی تکبیرِ تحریمہ کے وقت امام کی اتباع کی نیت کرے۔

(۲) امام کا مقتدی سے کم سے کم اس قدر آگے ہونا کہ امام کی ایڑھیاں مقتدی سے آگے ہوں۔

(۳) امام کی حالت کا مقتدی سے کم نہ ہونا، سو اگر امام نفل نماز پڑھ رہا ہو اور مقتدی فرض نماز، تو اقتداء صحیح نہیں لیکن اگر امام فرض نماز پڑھ رہا ہو اور مقتدی نفل نماز تو اقتداء صحیح ہوگی۔

(۴) امام اور مقتدی دونوں کا ایک ہی وقت میں نماز پڑھنا، لہٰذا امام اگر ظہر کی نماز پڑھ رہا ہے اور مقتدی اس کے پیچھے عصر کی نماز یا امام عصر کی پڑھ رہا ہے اور مقتدی ظہر کی تو اقتداء صحیح نہیں ہوگی۔

(۵) امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی صف نہ ہو۔

(۶) امام اور مقتدی کے درمیان اس قدر بڑی نہر کا فاصلہ نہ ہو جس میں کوئی چھوٹی کشتی چل سکتی ہو۔

(۷) امام اور مقتدی کے درمیان اس قدر کشادہ راستہ نہ ہو جس میں سے گاڑی یا بیل گاڑی گزر سکے۔

(۸) امام اور مقتدی کے درمیان ایسی چیز نہ ہو جس کی وجہ سے مقتدی کو امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کی خبر نہ ہو، اگر مقتدی امام کو دیکھ رہا ہو یا امام کی آواز سن رہا ہو جس سے اس کو امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کی خبر ہو تو اقتداء صحیح ہے۔

◉ وضو سے پڑھنے والے مقتدی کی نماز تیمم سے پڑھنے والے امام کے پیچھے صحیح ہے، پاؤں کو دھونے والے مقتدی کی اقتداء موزوں پر مسح کرنے والے امام کے پیچھے صحیح ہے۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے مقتدی کی نماز بیٹھ کر پڑھنے والے امام کے پیچھے جائز ہے۔

اشارہ سے پڑھنے والے کی نماز اشارہ سے پڑھنے والے امام کے پیچھے جائز ہے۔

ملاحظہ : اگر کسی وجہ سے امام کی نماز فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی۔ اس صورت میں امام پر لازم ہے کہ وہ دوبارہ نماز لوٹائے اور یہ اعلان کرے کہ میری نماز فاسد ہوگئی تا کہ مقتدی بھی اپنی نماز دوبارہ لوٹائیں۔



عملی مشق

سوال نمبر ا

درجِ ذیل مسائل میں سے صحیح اور غلط کی (✓) کے ساتھ نشاندہی کریں۔ صحیح/غلط

(۱) جماعت میں کم سے کم تین مردوں یا دو مرد اور دو عورتوں کا باہم مل کر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ ☐ ☐

(۲) سخت بارش کی صورت میں جماعت سے نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ ☐ ☐

(۳) امامت کے لئے امام کا اتنی قرأت پر قادر ہونا ضروری ہے جو نماز کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے۔ ☐ ☐

(۴) ایک مقتدی ہونے کی صورت میں اُسے امام کے بائیں جانب ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے۔ ☐ ☐

(۵) پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا سخت گناہ ہے۔ ☐ ☐

(۶) سب سے پہلے امامت کا حقدار بادشاہ ہے، اگرچہ وہ فاسق ہو۔ ☐ ☐

(۷) اقتداء کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مقتدی تکبیر تحریمہ کے وقت امام کے اتباع کی نیت کرے۔ ☐ ☐

(۸) عالم کے ہوتے ہوئے جاہل کی امامت ناجائز ہے۔ ☐ ☐

(۹) اندھے کی امامت ناجائز ہے اگر وہ مقتدیوں میں سب سے زیادہ افضل ہو تو پھر جائز ہے۔ ☐ ☐

(۱۰) امامت کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ امام حروف کے مخارج صحیح ادا کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔ ☐ ☐

(۱۱) اندھیری رات اور سخت ترین آندھی ترک جماعت کا عذر ہے۔ ☐ ☐

(۱۲) نماز میں اگر چہرہ قبلے سے پھر گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ ☐ ☐

سوال نمبر۲

مناسب الفاظ چن کر خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) مردوں کے لئے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اکثر کے نزدیک...........اور بعض کے نزدیک ....ہے۔

(واجب، سنت مؤکدہ، مستحب)

(۲) عاقل، بالغ آدمیوں پر جماعت سے نماز پڑھنا ضروری ہے جن کو کوئی...........نہ ہو۔

(مشقت، عذر، تھکاوٹ)

(۳) جماعت کے ہونے میں یہ ضروری...........کہ وہ فرض نماز ہو۔

(نہیں، ہے)

(۴) مسجد جانے میں مال واسباب لوٹ جانے کا خطرہ ہو، تو یہ...........کا عذر ہے۔

(ترکِ نماز، ترکِ جماعت)

(۵) اگر مقتدی صرف عورت ہو تو وہ امام کے...........کھڑی ہو۔

(دائیں جانب، بائیں جانب، پیچھے)

(٦) تنہا ایک شخص کا صف کے پیچھے کھڑا ہونا...........ہے۔

(ناجائز، مکروہ، جائز)

(۷) تقویٰ اور پرہیز گاری میں اگر سب لوگ برابر ہوں تو امامت کا حقدار وہ شخص ہے...........

(جس کی عمر زیادہ ہو، جو نماز کے مسائل جانتا ہو)

(۸) بدعتی کی امامت...........................ہے۔

(مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی، جائز)

(۹) امامت کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ امام اور مقتدیوں کے درمیان...........کی صف نہ ہو۔

(عورتوں، بچوں)

(۱۰) مسنون مقدار سے زیادہ لمبی نماز پڑھانے والے کی امامت............ ہے۔

(ناجائز، مکروہ، مباح)

(۱۱) وضو سے پڑھنے والے مقتدی کی نماز تیمم سے پڑھنے والے امام کے پیچھے صحیح............۔

(نہیں، ہے)

(۱۲) فاسق کی امامت........................ ہے۔

(مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، جائز)

(۱۳) فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے صحیح............۔

(نہیں، ہے)



نماز میں مکروہات کا بیان

حضرات فقہائے کرام نے فقہی کتابوں میں نماز کے مکروہات سے متعلق جو تفصیل ذکر فرمائی ہے ان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مکروہات کا تعلق لباس اور بعض کا تعلق جاندار کی تصویر، بعض کا تعلق دلی تشویش، بعض کا تعلق قرأتِ قرآنِ کریم، بعض کا تعلق جگہ، بعض کا تعلق نماز کے دوران عملِ قلیل اور بعض کا تعلق جماعت کے تقاضے کے خلاف کرنے سے ہے۔

ذیل میں ان مکروہات کی ترتیب کے ساتھ تفصیل تحریر کی جاتی ہے تاکہ اس کو یاد رکھنے میں سہولت ہو:

لباس سے متعلق مکروہات:

- حالتِ نماز میں کپڑے کا خلافِ دستور پہننا یعنی جو طریقہ اس کے پہننے کا ہو اور جس طریقے سے اسکو اہلِ تہذیب پہنتے ہوں اس کے خلاف اس کا استعمال مکروہِ تحریمی ہے مثلاً کوئی شخص چادر اوڑھے اور اس کا کنارہ شانہ پر نہ ڈالے یا کرتہ پہنے اور آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔
- کندھے پر رومال ڈال کر نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے یعنی جبکہ اس کو لپیٹے نہیں۔
- بہت بُرے اور میلے کچیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے اور دوسرے کپڑے نہ ہوں تو جائز ہے۔

◉ مردوں کیلئے برہنہ سر نماز پڑھنا مکروہ ہے ہاں اگر تذلل اور خشوع کی نیت ہے تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ سر ڈھانپ کر نماز پڑھے اور دل کے ساتھ خشوع اور خضوع کرے۔

◉ عمامہ یا رومال اس طرح باندھنا کہ درمیان میں سر کھلا رہے مکروہِ تحریمی ہے نماز کے علاوہ بھی اس طرح عمامہ باندھنا مکروہِ تحریمی ہے۔

◉ نماز میں ناک اور منہ ڈھانپ لینا مکروہِ تحریمی ہے۔

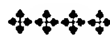
◉ کسی کے پاس کرتہ موجود ہو اور وہ صرف شلوار یا تہہ بند باندھ کر نماز پڑھے تو مکروہِ تحریمی ہے۔

◉ سجدہ میں جاتے وقت کپڑا سمیٹنا یا شلوار کے پائنچے اوپر اٹھانا مکروہِ تحریمی ہے۔

◉ ایسا چست لباس مثلاً چست پتلون یا پاجامہ جس سے مخفی اعضاء کی شکل نظر آئے اور اوپر سے کوئی چادر بھی نہ اوڑھی ہو جس میں وہ اعضاء چھپ گئے ہوں تو ایسے لباس میں نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔

◉ نماز پڑھنے کیلئے آستین کو چڑھانا مکروہِ تحریمی ہے خواہ کہنیوں تک ہو یا اس سے نیچے ہو اگر نماز شروع کرنے سے پہلے کسی کام کیلئے یا وضو کرنے کیلئے آستین چڑھائی تھی اور اسی طرح نماز پڑھنے لگا تو یہ بعض کے نزدیک مکروہِ تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک نہیں ہے۔ اگر آستین چڑھائی ہوئی تھی اور نماز میں جلدی ہونے کی وجہ سے آستین نہ اتاری تب بھی یہی حکم ہے اور افضل یہ ہے کہ نماز کے اندر عملِ قلیل سے آستین اتار لے۔

اگر ایسی قمیض یا کرتہ وغیرہ پہن کر نماز پڑھی جس کی آستین کہنیوں سے اوپر تک ہی ہو تو اس صورت میں بھی کراہتِ تحریمی ہے۔



جاندار کی تصویر سے متعلق مکروہات :

◉ جس چادر پر جاندار کی تصویر بنی ہو اس پر نماز ہو جاتی ہے لیکن تصویر پر سجدہ نہ کرے۔ اور تصویر دار جائے نماز رکھنا مکروہ ہے۔

◉ اگر تصویر سر کے اوپر ہو یعنی چھت میں یا چھت گیری میں تصویر بنی ہوئی ہے یا آگے کی طرف ہو یا دائیں بائیں طرف ہو یا پیچھے کی طرف ہو تو نماز مکروہ ہے اور اگر پیر کے نیچے ہو تو نماز مکروہ نہیں لیکن اگر بہت چھوٹی تصویر ہو کہ اگر زمین پر رکھ دیں تو کھڑے ہو کر دکھائی نہ دے یا پوری تصویر نہ ہو بلکہ سر کٹا ہوا ہو اور منہ مٹا ہوا ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں ایسی تصویر سے کسی صورت میں نماز مکروہ نہیں ہوتی چاہے جس طرف ہو۔

◉ جاندار کی تصویر والا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔

◉ درخت یا مکان وغیرہ کسی بے جان چیز کا نقشہ بنا ہو تو مکروہ نہیں ہے۔



قلبی تشویش سے متعلق مکروہات :

◉ جس وقت پیشاب پاخانہ زور کا لگا ہو، ایسے وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وقت کے نکل جانے کا اندیشہ ہو تو ایسے ہی پڑھ لے۔

◉ جب بھوک بہت لگی ہو اور کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھا لے تب نماز پڑھ لے بغیر کھانا کھائے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر وقت تنگ ہونے لگے تو پہلے نماز پڑھ لے۔

◉ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا بہتر نہیں ہے، لیکن اگر آنکھیں بند کرنے سے نماز میں دل خوب لگے تو بند کر کے پڑھنے میں برائی نہیں۔

◉ جس جگہ یہ ڈر ہو کہ کوئی نماز میں ہنسائے گا یا خیال بٹ جائے گا اور نماز میں بھول چوک ہو جائیگی، ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔



قرأت سے متعلق مکروہات :

◉ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے تین آیتوں سے زیادہ لمبا کرنا مکروہ تنزیہی ہے جن سورتوں کا پڑھنا سنت سے ثابت ہے ان میں مکروہ نہیں۔

◉ ابھی سورت پوری ختم نہیں ہوئی ایک دو کلمے رہ گئے تھے کہ جلدی کے مارے رکوع میں چلا گیا اور سورت کو رکوع میں جا کر ختم کیا تو نماز مکروہ ہوئی۔

◉ آیتوں یا سورتوں یا سبحان اللہ وغیرہ کو انگلیوں پر یا تسبیح ہاتھ میں لیکر گننا نماز کے اندر مکروہِ تنزیہی ہے، خواہ فرض نماز ہو یا نفل نماز اگر گننے کی ضرورت ہو جیسے صلوٰۃ التسبیح میں ضرورت ہوتی ہے تو انگلیوں کے سرے یعنی پوروں کو دبا کر شمار کرے۔



جگہ سے متعلق مکروہات:

صرف امام کا بلاضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑے ہونا جس کی بلندی ایک ہاتھ (ڈیڑھ فٹ) یا اس سے زیادہ ہو مکروہِ تنزیہی ہے اگر امام کے ساتھ چند مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں اگر صرف ایک مقتدی ہے تو مکروہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگر بلندی ایک ہاتھ (ڈیڑھ فٹ) سے کم ہو اور سرسری نظر سے اس کی اونچائی ممتاز معلوم ہوتی ہو تب بھی مکروہ ہے۔

تمام مقتدیوں کا امام سے بلاضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑے ہونا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر کوئی ضرورت ہو مثلاً جماعت زیادہ ہو اور جگہ کافی نہ رہے تو مکروہ نہیں اسی طرح اگر بعض مقتدی امام کے برابر ہوں اور بعض اونچی جگہ پر ہوں تب بھی جائز ہے۔

امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہِ تنزیہی ہے ہاں اگر محراب سے باہر کھڑا ہو مگر سجدہ محراب میں ہوتا ہو تو مکروہ نہیں۔

اگر سجدہ کی جگہ پیر سے اونچی ہو جیسے کوئی دہلیز پر سجدہ کرلے تو دیکھو کتنی اونچی ہے اگر ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہو تو نماز درست نہیں ہے اگر ایک بالشت یا اس سے کم ہے تو نماز درست ہے لیکن بلاضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اگر کوئی آگے بیٹھا باتیں کر رہا ہو یا کسی اور کام میں لگا ہوا ہو تو اس کے پیچھے اس کی پیٹھ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے لیکن اگر بیٹھنے والے کو اس سے تکلیف ہو اور وہ اس رک جانے سے گھبرائے تو ایسی حالت میں کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھے یا وہ اتنی زور زور سے باتیں کر رہا ہو کہ نماز میں بھول جانے کا ڈر ہو تو وہاں نماز نہیں پڑھنا چاہئے یہ مکروہ ہے اور کسی کے منہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔



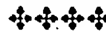
بلاضرورت عملِ قلیل کرنے سے متعلق مکروہات:

بلاضرورت نماز میں تھوکنا اور ناک صاف کرنا مکروہ ہے اور اگر ضرورت پڑے تو درست ہے۔ جیسے کسی کو کھانسی آئی اور منہ میں بلغم آ گیا تو اپنے بائیں طرف تھوک دے (جب میدان میں نماز پڑھ رہا ہو) یا کپڑے میں لیکر مل ڈالے اور داہنی جانب اور قبلے کی جانب نہ تھوکے۔

نماز میں کھٹمل نے کاٹ لیا تو اس کو پکڑ کر چھوڑ دے نماز پڑھنے میں مارنا اچھا نہیں ہے۔ اور اگر کھٹمل

نے ابھی کاٹا نہیں ہے تو اس کو نہ پکڑے بلا کاٹے پکڑنا بھی مکروہ ہے۔

- فرض نمازوں میں بلا ضرورت دیوار وغیرہ یا کسی چیز کے سہارے پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔
- اپنے کپڑے یا بدن یا زیور سے کھیلنا، کنکریوں کو ہٹانا مکروہِ تحریمی ہے۔ البتہ اگر کنکریوں کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکے تو ایک مرتبہ ہاتھ سے برابر کر دینا اور ہٹانا درست ہے۔
- نماز میں انگلیاں چٹخانا اور کولہے پر ہاتھ رکھنا اور دائیں بائیں منہ موڑ کر دیکھنا یا اوپر کی طرف آنکھیں اٹھا کر دیکھنا یہ سب مکروہِ تحریمی ہے۔ البتہ اگر کن انکھیوں سے کچھ دیکھے اور گردن نہ پھیرے تو اس طرح کرنا مکروہ تو نہیں لیکن بلا ضرورت شدیدہ ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔
- نماز میں انگڑائی لینا مکروہِ تنزیہی ہے۔
- نماز میں چار زانوں بیٹھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ جبکہ پیر کھڑے رکھ کر بیٹھنا یا کتے کی طرح بیٹھنا مکروہِ تحریمی ہے ہاں دکھ، بیماری کی وجہ سے جس طرح بیٹھ سکے بیٹھے۔ اس وقت کچھ مکروہ نہیں۔
- سلام کے جواب میں ہاتھ اٹھانا اور ہاتھ سے سلام کا جواب دینا مکروہِ تنزیہی ہے اور اگر زبان سے جواب دیا تو نماز ٹوٹ گئی۔
- نماز میں ادھر ادھر سے اپنے کپڑے کو سمیٹنا اور سنبھالنا کہ مٹی سے نہ بھرنے پائے مکروہِ تحریمی ہے۔



ان امور کا بیان جو نماز میں مکروہ نہیں ہیں:

درجِ ذیل امور نماز میں مکروہ نہیں ہیں:

(۱) کن انکھیوں سے ادھر ادھر دیکھنا بشرطیکہ چہرہ نہ پھرے۔

(۲) ایسی حالت میں نماز پڑھنا کہ قرآن کریم سامنے ہو۔

(۳) ایسے آدمی کی پشت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا کہ جو بیٹھا ہوا باتیں کر رہا ہو۔

(۴) ایسی حالت میں نماز پڑھنا کہ سامنے چراغ یا دیا رکھا ہوا ہو۔

(۵) نوافل میں ایک ہی سورت کو دو رکعتوں میں پڑھنا۔

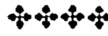
(۶) نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی پیشانی سے گھاس پھونس اور مٹی کو جھاڑ دینا۔ چہرے اور پیشانی پر مٹی اور گھاس وغیرہ لگا ہوا ہو اور اس سے نماز میں تشویش ہو رہی ہو تو دورانِ نماز ہی اسکا صاف کرنا مکروہ نہیں ہے۔

(۷) نماز کے دوران سانپ یا بچھو کو مار ڈالنا جبکہ ان کے ڈس لینے کا خطرہ ہو لیکن سانپ بچھو مارنے میں اگر عملِ کثیر ہو گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اگرچہ مکروہ نہ ہونے کی وجہ سے گناہ نہ ہوگا۔

(۸) رکوع یا سجدے سے اٹھتے ہوئے اپنے کپڑے کو ایک ہاتھ سے ٹھیک کر لینا تاکہ وہ جسم سے نہ چپکے۔

(۹) ایسی جائے نماز، چٹائی یا قالین پر سجدہ کرنا جس پر کسی جاندار کی تصویر بنی ہوئی ہو۔ بشرطیکہ تصویر پر سجدہ نہ کرے۔

(۱۰) ایسی حالت میں نماز پڑھنا کہ سامنے تلوار لٹکی ہوئی ہو۔



عملی مشق

سوال نمبرا

درجِ ذیل مسائل میں سے صحیح مسئلہ کی (✓) کے ساتھ اور غلط مسئلہ کی (×) کے ساتھ متعلقہ خانہ میں نشاندہی کریں۔

(۱) نماز میں بھول کر بات چیت کرنے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ ☐

(۲) نماز کے دوران وساوس آنے سے نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ☐

(۳) عملِ قلیل سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور عملِ کثیر سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ ☐

(۴) نماز میں چھینک آنا عملِ قلیل ہے اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ ☐

(۵) بلا ضرورت کھنکارنے اور گلا صاف کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ ☐

(۶) نماز میں کوئی شرط فوت ہو جائے تو سجدہ سہو سے تدارک ہو جاتا ہے۔ ☐

(۷) قرأت میں ایسی غلطی کرنے سے جس سے معنی بگڑ جائیں، نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ☐

(۸) قعدہ میں آنکھ لگ جانے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ ☐

(۹) پوری نماز کے مختلف مراحل میں دو چار مرتبہ کھجلانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ ☐

(۱۰) نماز کے دوران کسی چیز کو دیکھ کر مسکرانے سے نماز مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے۔ ☐

سوال نمبر۲

ذیل میں کچھ افعال ذکر کیے جاتے ہیں۔ متعلقہ خانے میں ان کے حکم کی نشاندہی کریں:

	شرط	رکن	مفسد	مباح	مکروہ تحریمی	مکروہ تنزیہی
(۱) انگلیاں چٹخانا۔						
(۲) کپڑے یا بدن سے کھیلنا۔						
(۳) قبلہ رخ ہونا۔						
(۴) امام کا محراب میں کھڑا ہونا۔						
(۵) میلے کچیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا۔						
(٦) چست پتلون یا پاجامہ کے ساتھ نماز پڑھنا۔						
(۷) ننگے سر نماز پڑھنا۔						
(۸) بدعتی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا۔						
(۹) كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ کی جگہ كَلَّا لَا لَيُنْبَذَنَّ پڑھنا						
(۱۰) نماز کے دوران عورت کا سر سے دوپٹہ اتر جانا۔						
(۱۱) تین صفوں کی مقدار لگاتار چلنا۔						
(۱۲) معمولی درد سے آہ یا اُف کہہ دینا۔						
(۱۳) ریح خارج ہو جانا۔						
(۱۴) قطرہ نکلنے کا خیال آنا۔						

(۱۵) قعدہ اخیر میں بیٹھنا۔.................

(۱۶) فجر کی نماز میں سورج نکلنا۔..........

(۱۷)اشارے سے دوسرے کے سلام کا جواب دینا۔.........................

(۱۸)سخت بھوک یاپیشاب کی حالت میں نماز پڑھنا۔..........................

(۱۹) انگڑائی لینا۔..........................

(۲۰) عمامہ کے بغیر نماز پڑھنا۔..........

سوال نمبر ۳

زبانی بتلایئے:

(۱) دوصورتیں ایسی بتلائیں کہ نمازی کچھ لفظ بول دے مگر نماز نہ ٹوٹے؟

(۲) ایسی صورت بتلائیں کہ منہ سے ایک حرف ادا ہونے سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہو؟

(۳) کوئی ایسا عمل بتلائیں جو نماز کی اصلاح کے لئے ہو مگر اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہو؟

(۴) وہ کون سے چیز ہے جس کے کھانے سے نماز نہیں ٹوٹتی؟

(۵) وہ صورت بتلائیں کے چھ صفوں تک چلنے سے بھی نماز نہ ٹوٹے؟

(۶) وہ دو حرف کون سے ہیں جن کے بڑھانے یا گھٹانے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟

(۷) کوئی ایسی صورت ہے کہ چست پتلون پہنے کے باوجود نماز مکروہ نہ ہو؟

(۸) وہ کون سی ایسی صورت ہے جس میں ایک لفظ بڑھانے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟

(۹) وہ کون سی صورت ہے جو نماز کے لئے جائز بھی ہے اور مفسد بھی؟

(۱۰) وہ کون سی صورتیں ہیں کہ آدمی قرآن کے کلمات اور آیات صحیح پڑھے مگر پھر بھی نماز ٹوٹ جائے؟

❖❖❖❖

سترہ کے احکام

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اِذَاصَلّٰی اَحُدُکُم فَلْیُصَلِّ اِلٰی سُتْرَةٍوَلْیَدْنُ مِنْهَا. (رواہ ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ سترہ کی حالت میں نماز پڑھے اور اس کے قریب کھڑا ہو۔

◉ امام اور منفرد کو جبکہ گھر میں یا میدان میں نماز پڑھ رہے ہوں مستحب ہے کہ اپنی ابرو کے سامنے خواہ دائیں جانب یا بائیں جانب کوئی ایسی چیز کھڑی کرلے جو ایک ہاتھ یا اس سے اونچی اور ایک انگلی کے برابر موٹی ہو اسے فقہی اصطلاح میں "سُترہ" کہا جاتا ہے۔ ہاں اگر مسجد میں نماز پڑھ رہے ہوں یا ایسے مقام میں جہاں لوگوں کا نمازی کے سامنے سے گزر نہ ہوتا ہو تو کچھ ضرورت نہیں اور امام کا سترہ تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے سترہ قائم ہو جانے کے بعد سترہ کے آگے سے گزرنا گناہ نہیں ہے لیکن اگر سترہ اور نمازی کے درمیان سے کوئی شخص نکلے گا تو وہ گناہگار ہوگا۔

اگر لکڑی لاٹھی وغیرہ کا گاڑنا ممکن نہ ہو تو اس کو زمین پر رکھدے اور سامنے لمبائی میں رکھے چوڑائی میں نہ رکھے۔



نمازی کے آگے سے گزرنا:

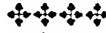
◉ اگر کوئی شخص اتنی چھوٹی مسجد یا صحن میں نماز پڑھ رہا ہو جس کا کل رقبہ 1600 ہاتھ (334.451 مربع میٹر) سے کم ہے تو نمازی کے سامنے سے گزرنا مطلقاً ناجائز ہے خواہ قریب سے گذرے یا دور سے۔ایسی مسجد اصطلاح میں **مسجد صغیر** کہلاتی ہے۔البتہ اگر کھلی فضا میں یا 334.451 مربع میٹر یا اس سے بڑی مسجد، بڑے ہال یا بڑے صحن میں نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی سے اتنے فاصلے پر گزرنا جائز ہے کہ نمازی کی نظر جب سجدے کی جگہ پر ہو تو گزرنے والے پر نظر نہ پڑے اس کا عام اندازہ یہ ہے کہ نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے دو صف (تقریباً آٹھ فٹ یعنی 2.44 میٹر) چھوڑ کر آگے سے گزر سکتا ہے۔ایسی مسجد اصطلاح میں **مسجد کبیر** کہلاتی ہے۔

◉ چبوترہ یا تخت وغیرہ یا اونچی جگہ پر نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا جبکہ گزرنے والے کا کوئی عضو نمازی کے کسی عضو کے سامنے ہوتا ہو تو بھی گزرنا مکروہ تحریمی ہے البتہ وہ جگہ اتنی بلند ہو کہ نمازی کے قدم گزرنے والے

کے سر سے اونچے ہوں یعنی وہ جگہ گزرنے والے کے قد سے اونچی ہو تو مکروہ نہیں۔

اسی طرح اگر نماز پڑھنے والا نیچے ہو اور سامنے سے گزرنے والا کسی اونچی جگہ پر ہو لیکن گزرنے والے کے پاؤں بھی اگر نمازی کے سر کے سامنے ہوتے ہوں تو گزرنا جائز نہیں۔

- اگر اگلی صف میں خالی جگہ چھوڑ کر کوئی شخص پیچھے صف میں کھڑا ہو گیا تو بعد میں آنیوالے شخص کیلئے جائز ہے کہ وہ اگر کوئی اور جگہ نہ پائے تو نمازی کے سامنے سے گزر کر اگلی صف میں جگہ کو پر کرے۔
- جو شخص نمازی کے بالکل سامنے بیٹھا ہو وہ دائیں بائیں کو ہو کر نکل سکتا ہے جو منع ہے وہ نمازی کے سامنے سے آر پار ہونا ہے۔
- اگر کوئی اکیلا شخص نمازی کے سامنے سے گزرنا چاہتا ہے اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جو سترہ کے قابل ہو مثلاً کرسی وغیرہ تو اسے نمازی کے سامنے رکھ کر اس کے پرے سے گزر جائے اور پھر اس چیز کو اٹھا لے۔
- نمازی کے سامنے کوئی شخص پیٹھ کئے بیٹھا ہو تو بیٹھے ہوئے شخص کے سامنے سے اور لوگ گزر سکتے ہیں اور بیٹھا ہوا شخص بمنزلہ سترہ کے ہے۔



عملی مشق

سوال نمبر ۱

درج ذیل مسائل میں سے صحیح اور غلط کی (✓) کے ساتھ نشاندہی کریں۔ صحیح/غلط

(۱) امام یا منفرد جب میدان میں نماز پڑھ رہے ہوں تو سامنے سُترہ رکھنا سنت ہے۔ ☐ ☐

(۲) اگلی صف کی جگہ چھوڑ کر پیچھے کھڑے ہونے والے نمازی کے سامنے سے گزر کر اگلی صف کی خالی جگہ پُر کی جا سکتی ہے۔ ☐ ☐

(۳) اکیلے شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ نمازی کے سامنے سُترہ کے قابل کوئی چیز رکھ کر گزر جائے اور پھر اسے اٹھا لے۔ ☐ ☐

(۴) نمازی کے سامنے بیٹھنے والے شخص کے سامنے سے گزرنا بھی جائز نہیں ہے۔ ☐ ☐

(۵) نمازی کے بالکل سامنے بیٹھنے والا شخص دائیں جانب یا بائیں جانب سے نکل سکتا ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر۲

مناسب الفاظ چن کر خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) سُترہ کم از کم .... یا اس سے زیادہ اونچا ہونا چاہئے۔

(ایک میٹر، ایک ہاتھ)

(۲) اگر لکڑی کا گاڑنا ممکن نہ ہو تو اس کو .... میں زمین پر رکھ دے۔

(چوڑائی، لمبائی)

(۳) عام اندازے کے مطابق گزرنے والا نمازی کے سامنے کی .... چھوڑ کر آگے سے گزر سکتا ہے۔

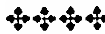
(ایک صف، دو صفیں، تین ذراع)

(۴) امام کا سُترہ مقتدیوں کی طرف سے .... ہے۔

(کافی، ناکافی)

(۵) جہاں لوگوں کا نمازی کے سامنے سے گزر نہ ہوتا ہو تو وہاں سترہ گاڑنے کی ضرورت .... ۔

(ہے، نہیں)





وتر کے احکام

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا. (رواہ ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے وتر کی نماز حق ہے، جو شخص وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

وتر کا حکم :

◉ وتر کی نماز واجب ہے اور واجب کا مرتبہ قریب فرض نماز کے ہے، چھوڑ دینے سے بڑا گناہ ہوتا ہے اگر کبھی چھوٹ جائے تو جب موقع ملے تو فوراً اس کی قضاء پڑھنا چاہیے۔

◉ وتر کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق سے پہلے تک بلا کراہت ہے۔

◉ وتر کی تین رکعتیں ہیں جن کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھے اور التحیات پڑھے اور درود شریف بالکل نہ پڑھے بلکہ التحیات پڑھنے کے بعد فوراً اٹھ کھڑا ہو اور الحمد اور کوئی دوسری سورت پڑھکر اللہ اکبر کہے اور مرد کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھائے جبکہ عورت کندھے تک ہاتھ اٹھائے اور پھر باندھ لے پھر دعائے قنوت پڑھ کر رکوع کرے اور تیسری رکعت پر بیٹھ کر التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔



◉ دعائے قنوت یہ ہے :

"اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ. اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ ط اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ" ط ـ

◉ جس کو دعائے قنوت یاد نہ ہو وہ یہ پڑھ لیا کرے:

"رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار.

یا تین دفعہ یہ پڑھ لے " اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ " تو نماز ہو جائیگی۔

- وتر کی تینوں رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا چاہئے۔
- وتروں میں کوئی خاص سورت پڑھنا مقرر نہیں ہے بلکہ جہاں سے چاہے پڑھ لے لیکن نبی کریم ﷺ سے پہلی رکعت میں "**سبح اسم ربک الا علیٰ**" اور دوسری رکعت میں "**قل یا ایھا الکفرون**" اور تیسری رکعت میں "قل ھو اللہ احد" پڑھنا حدیثوں میں آیا ہے اسلئے ان کا پڑھنا مستحب ہے البتہ آپ کبھی کبھی اور سورتیں بھی پڑھتے تھے۔
- رمضان المبارک میں وتر کی نماز جماعت سے پڑھنا افضل ہے، رمضان المبارک کے علاوہ اور دنوں میں جماعت سے نہ پڑھے۔
- اگر تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تب یاد آیا تو اب نہ پڑھے بلکہ نماز کے ختم پر سجدۂ سہو کرے اور اگر رکوع چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور دعائے قنوت پڑھ لے تو اب رکوع کا اعادہ نہ کرے اور سجدۂ سہو کرے لیکن اگر رکوع کا اعادہ کر لیا تب بھی خیر نماز ہوگئی، لیکن ایسا نہ کرنا چاہئے تھا کیونکہ پہلا رکوع ثابت ہے اور دوسرا رکوع لغو ہوا اور سجدۂ سہو کرنا اس صورت میں بھی واجب ہے۔
- اگر بھولے سے پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ لی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے تیسری رکعت میں پھر پڑھنا چاہئے اور سجدۂ سہو بھی کرنا پڑے گا۔
- مسبوق کو چاہئے کہ امام کے ساتھ قنوت پڑھے پھر بعد میں نہ پڑھے اور اگر مسبوق تیسری رکعت کے رکوع میں شامل ہوا اور امام قنوت پڑھ چکا تھا تو مسبوق اپنی بقیہ نماز میں قنوت نہ پڑھے کیونکہ اس کو تیسری رکعت مل گئی اور امام کا قنوت اسکی قرأت کی طرح مقتدی کیلئے کافی ہوگا۔
- اگر وتر کسی ایسے امام کے پیچھے پڑھے جو دوسرے فقہی مذہب کے مطابق رکوع کے بعد قومہ میں قنوت پڑھتا ہے تو امام کی متابعت کرے اور قومہ میں اسکے ساتھ قنوت پڑھے۔



عملی مشق

سوال نمبر۱

درجِ ذیل مسائل میں سے صحیح اور غلط کی (✓) کے ساتھ نشاندہی کریں۔ صحیح / غلط

(۱) واجب کا مرتبہ فرض کے قریب قریب ہے۔ ☐ ☐

(۲) وتر کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے فجر کی نماز تک ہے۔ ☐ ☐

(۳) وتر کی نماز میں دعائے قنوت کے علاوہ کوئی اور دعا پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ☐ ☐

(۴) تیسری رکعت میں اگر دعائے قنوت بھول گیا اور رکوع کے بعد یاد آیا تو اب سجدہ سہو کرلے۔ ☐ ☐

(۵) رمضان المبارک میں وتر کی نماز جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر۲

مناسب الفاظ چن کر خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) وتروں کی پہلی رکعت میں عام طور پر نبی کریم ﷺ سورۃ............ پڑھا کرتے تھے۔

(الاخلاص، الاعلیٰ، الکوثر)

(۲) مسبوق کو چاہئے کہ قنوت امام............ پڑھے۔

(کے ساتھ، کے بعد)

(۳) وتر کی نماز............ ہے۔

(مستحب، سنت مؤکدہ، واجب)

(۴) وتر کی دو رکعتیں پڑھنے کے بعد التحیات پڑھے اور بعد میں درود شریف............

(پڑھے، نہ پڑھے)

(۵) مسبوق اگر وتر کی جماعت میں تیسری رکعت کے رکوع میں شامل ہوا تو وہ قنوت کے بعد میں۔۔۔۔۔

(نہ پڑھے، پڑھے)





مسافر کی نماز کے احکام

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ. (النساء۔۱۰۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم نماز میں قصر کرو۔

وَرَوَی الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّہٗ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ اِلٰی مَکَّۃِ فَکَانَ یُصَلِّی رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ حَتّٰی رَجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ.

(بخاری و مسلم)

بخاریؒ و مسلمؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینے سے مکہ کے ارادے سے کوچ کیا تو آنحضرت ﷺ سفر میں دو دو رکعتیں ادا فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم واپس مدینے پہنچ گئے۔



چونکہ شریعتِ مطہرہ میں مسافر کی نماز کے خاص احکامات ہیں اور انہیں دیگر مسائل کی طرح بڑی اہمیت حاصل ہے، تو عزیز طلباء کی سہولت کے پیشِ نظر ان تمام مسائل کو ایک ترتیب سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ انہیں ذہن نشین کرنے میں آسانی ہو، اس ترتیب میں یہ بات پیشِ نظر ہے کہ ایک مسافر جب سفر کا ارادہ کرتا ہے اور اس ارادے کے نتیجے میں سفر سے لوٹ کر واپس آجاتا ہے تو ارادے سے لیکر دوبارہ واپس آنے تک بالترتیب احکامِ شریعت کا معلوم ہونا ضروری ہے۔

مسافر جب سفر کے ارادے سے نکلتا ہے تو دیکھا جائیگا کہ وہ سفر کی نیت کا اہل ہے یا نہیں۔

نیتِ سفر صحیح ہونے کی شرائط :

نیتِ سفر کے صحیح ہونے کیلئے درجِ ذیل شرائط ہیں :

(۱) بالغ ہو۔ چنانچہ اگر سفر کی نیت کرنے والا شخص نابالغ ہے تو اسکی نیت کا اعتبار نہیں لہٰذا اس پر قصر واجب نہیں۔

(۲) سفر کی نیت کرنے والا خود مستقل بالذات ہو اسکی نیت اور ارادہ کسی کے تابع نہ ہو اگر اپنے ارادے اور نیت میں دوسرے کا تابع ہو تو اسکی نیتِ سفر کا کچھ اعتبار نہیں۔ چنانچہ:

(ا) اگر شوہر نے سفر کی نیت نہ کی تو اسکی بیوی کی نیت سفر کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ بیوی اپنے شوہر کے تابع ہوتی ہے۔

(ب) قیدی کی اپنی نیت کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اس شخص کی نیت کا اعتبار ہوگا جس نے اسے قید کر رکھا ہے۔

(ج) جس شاگرد کا کھانا پینا استاد کے ذمہ ہو تو اس استاد کیساتھ سفر کرنے کی صورت میں اسکی اپنی نیت کا اعتبار نہ ہوگا اسلئے کہ اب شاگرد استاد کے تابع ہے۔

(د) حاضر سروس فوجی کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ ان کے کمانڈر کی نیت کا اعتبار ہوگا اسلئے کہ فوجی اپنے کمانڈر کے تابع ہوتے ہیں۔

نیتِ سفر کے مسائل :

خود مسافر کی اہلیت کے ثابت ہونے کے بعد دیکھا جائیگا کہ وہ کتنے سفر کی نیت کریگا تو قصر کرنا واجب ہوگا۔

سفر شرعی کی مقدار :

اکثر پیدل چلنے والے یا اونٹ سوار قافلے آرام وطعام کیساتھ درمیانی رفتار سے چلتے ہوئے تین دن یا تین رات کی مسافت کی نیت کر کے سفر کریں تو یہ سفر شرعی کی کم از کم مقدار ہے جس کا تخمینہ انگریزی میل کے اعتبار سے ۴۸ میل لگایا گیا ہے اور موجودہ حساب سے تقریباً ۷۷ کلو میٹر بنتے ہیں چنانچہ اگر کوئی شخص تقریباً ۷۷ کلو میٹر دور کسی علاقے کی نیت سے سفر شروع کرے تو یہ شخص شرعاً مسافر شمار ہوگا یاد رہے کہ شرعی مسافت کا اعتبار اپنے گھر سے نہیں بلکہ اپنے شہر یا بستی اور اسکے فناء کے بعد سے ہوگا۔ (فناء کی تعریف آگے آرہی ہے)

۷۷ کلو میٹر کی مسافت اگر کوئی تیز رفتار سواری جہاز یا ریل گاڑی وغیرہ پر خواہ کتنا ہی جلدی طے کیوں نہ کرلے تب بھی اتنی مسافت کے ارادے سے نکلنے والے کو شرعاً مسافر ہی شمار کریں گے۔

ضروری وضاحت: شریعت کی نظر میں مسافر بننے کے لئے تین چیزوں کا اکٹھے پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) تین دن اور تین رات کی مسافت ہونا۔ جو تقریباً 77 کلو میٹر بنتی ہے۔

(۲) اپنے شہر کی حدود سے نکل جانا۔

(۳)سفر شرعی (77 کلومیٹر) کی نیت سے سفر شروع کرنا۔

چنانچہ اگر کوئی شخص سفر کی نیت سے نکلا مگر اس نے مسافت شرعیہ کی نیت نہیں کی اور بغیر نیت کے اتنی مسافت طے کر لے تو وہ مسافر شرعی نہیں بنتا۔ لیکن اگر واپس گھر آنے کی نیت سے چل پڑے تو چونکہ اب مسافتِ شرعیہ کی نیت بھی ہے اور مسافت شرعیہ بھی ہے اس لئے واپسی پر سفر شروع کرتے وقت مسافر بن جائے گا۔



سفر شروع کرنے کے بعد وہ کونسا مقام ہے جہاں سے اس کیلئے قصر نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے۔

قصر کی ابتداء کب ہوگی

مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ اگر کوئی شخص تقریباً ۷۷ کلومیٹر دور منزلِ مقصود کے ارادے سے سفر شروع کرے اور وہ اپنی بستی اور شہر کی حدود اور اسکی فناء سے باہر نکل جائے تو اسکی طرف احکامِ سفر متوجہ ہو جاتے ہیں آبادی اور فناء سے نکلتے ہی اس پر قصر نماز ہوگی خواہ آبادی پختہ ہو یا جھونپڑیاں وغیرہ۔



فناء کی تعریف:

فناء شہر بھی شہر کے حکم میں ہوتا ہے قصر کی ابتداء کیلئے شہر اور اسکی فناء دونوں سے باہر نکلنا ضروری ہے۔ اور فناء سے مراد وہ جگہیں ہیں جو شہر کی ضروریات اور کاموں کیلئے استعمال ہوتی ہوں جیسے قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، اسٹیڈیم کچرا ڈالنے کی جگہیں، سبزی منڈی، بس اسٹاپ، ائیر پورٹ اور ریلوے اسٹیشن وغیرہ۔

مذکورہ بالا تفصیل اس وقت ہے جب آبادی اور اسکا فناء متصل ہوں ان کے درمیان فاصلہ دوسو گز (۱۶ء۱۲۷ میٹر) سے کم یا کوئی زرعی زمین یا کھیت وغیرہ حائل نہ ہوں۔

آبادی اور اسکے فناء میں فاصلہ دوسو گز یا اس سے زیادہ ہو یا ان کے درمیان کوئی زرعی زمین وغیرہ حائل ہو تو اس صورت میں صرف آبادی سے نکلتے ہی قصر کرنا ضروری ہوگا۔ فناء کی حدود سے باہر نکلنا ضروری نہیں ہے۔

◉ شہر اور آبادی سے متصل اگر باغات، کھیت یا کارخانے وغیرہ ہیں تو دیکھا جائیگا کہ ان باغات کھیتوں اور کارخانوں میں کام کرنے والے انہیں مکانات یا جھونپڑیوں میں رہتے ہیں یا کام کاج سے فارغ ہو کر شہر آ جاتے

ہیں اگر یہ لوگ واپس شہر آتے ہیں تو یہ جگہیں بھی فناء شہر میں شمار ہوں گی اور اگر ان کے مکانات اور جھونپڑیاں وغیرہ وہیں ہیں تو یہ باغات کھیت اور کارخانے وغیرہ فناء شہر میں داخل نہیں ہوں گے قصر نماز کے شروع ہونے کیلئے صرف شہر سے باہر نکلنا ہی کافی ہے۔



......مسافر شہر اور اسکی فناء سے باہر نکل آتا ہے اور نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو کس طرح نمازِ قصر ادا کرے؟

قصر کا طریقہ :

دورانِ سفر اگر مسافر خود امام بنے یا اکیلا نماز پڑھے تو ہر وہ نماز جو چار رکعت والی ہے جیسے ظہر، عصر اور عشاء کی نماز اس میں قصر کرنا یعنی چار چار رکعت کی جگہ دو دو رکعت پڑھنا واجب ہے۔ اگر کسی شخص نے شرعی مسافر ہوتے ہوئے یہ نمازیں پوری پڑھیں تو گناہگار ہوگا، اسکے علاوہ جو نماز چار رکعت والی نہیں ہیں جیسے فجر، مغرب اور عشاء کے بعد وتر تو ان میں قصر کرنا جائز نہیں ہے اور سنتِ مؤکدہ کا حکم یہ ہے کہ اگر مسافر جلدی میں ہے تو فجر کی سنتوں کے علاوہ باقی سنتیں چھوڑ سکتا ہے ان کے چھوڑنے سے کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اور فجر کی سنتوں کے بارے میں چونکہ حدیث پاک میں بڑی تاکید آئی ہے لہٰذا ان کو نہ چھوڑے اور اگر مسافر آدمی جلدی میں نہیں ہے یا کسی ہوٹل یا مسافر خانہ میں ٹھرا ہوا ہے تو افضل یہ ہے کہ سنتیں پڑھ لے اور سنتوں کی ادائیگی کی صورت میں قصر نہ کرے بلکہ سنتوں کو پورا پڑھنا ضروری ہے۔

◉ اگر مسافر نے بھول کر ظہر، عصر اور عشاء میں پوری چار رکعتوں کی نیت کر لی اور نماز شروع کرنے کے بعد خیال آیا تو نماز میں دل سے نیت کی اصلاح کر لے اور دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے نماز توڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اسے اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا اور اسی طرح چار رکعتیں پڑھ لیں تو اگر اس نے دوسری رکعت کے بعد التحیات پڑھی ہے تو اس صورت میں دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہو جائیں گی اور سجدہ سہو کرنا ضروری ہے اور اگر دو رکعتوں کے بعد التحیات نہ پڑھی تو اب چار رکعت نفل شمار ہوں گی فرض نماز دوبارہ ادا کرے۔



دورانِ سفر کسی بھی مسافر کو کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے جو مسافر نہ ہو بلکہ مقیم ہو اب کسی مسافر کے مقیم امام کے پیچھے یا کسی مقیم شخص کے مسافر امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے احکام ذکر کئے جاتے ہیں۔

(أ) مسافر، مقیم امام کے پیچھے کسی بھی وقت کے اندر اندر اقتداء کر سکتا ہے۔ وقت گزرنے کے بعد مسافر کیلئے اپنی قضاء نماز مقیم امام کے پیچھے پڑھنا جائز نہیں ہے مقیم امام کے پیچھے قضاء نماز پڑھنے کی صورت میں مسافر مقتدی کیلئے قصر کرنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اپنے امام کی اتباع میں پوری نماز پڑھنا ضروری ہے۔

(ب) مقیم کی اقتداء مسافر امام کے پیچھے ہر حال میں درست ہے خواہ نماز ادا ہو یا قضاء، جس کا طریقہ یہ ہے کہ مسافر امام جب دو رکعتیں پڑھ کے سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی کو چاہئے کہ اپنی نماز اٹھ کر پوری کرے ان رکعتوں میں چونکہ یہ "لاحق" کے حکم میں ہے لہٰذا یہ قرأت نہ کرے بلکہ خاموش کھڑا رہے اور مقیم مقتدی کیونکہ مسافر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے لہٰذا امام کی اتباع میں جس طرح امام پر قعدۂ اولیٰ فرض ہے اسی طرح اس مقیم مقتدی پر بھی قعدۂ اولیٰ فرض ہوگا۔

مسافر امام کیلئے مستحب یہ ہے کہ نماز سے پہلے یا نماز کے فوراً بعد اپنے مسافر ہونے کا اعلان کرے تاکہ مقیم مقتدی اپنی نماز پوری کرے۔



......سفر کے بعد مسافر اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ جاتا ہے یا وہ دورانِ سفر کسی جگہ اقامت اختیار کر لیتا ہے تو ان جگہوں پر بھی وہ شرعاً مسافر کے حکم میں ہوگا یا مقیم کے حکم میں؟ تفصیل ملاحظہ کیجئے:

اقامت کے شرعی احکام :

مسافر کے مقیم ہونے کیلئے درج ذیل شرائط ہیں، ان شرائط کی موجودگی میں جب کوئی مسافر مقیم ہو جائے تو اسے پوری نماز پڑھنا ضروری ہوگا۔

(۱) اقامت (یعنی کسی جگہ ٹھہرنے) کی نیت کرنا۔

(۲) ایک ہی جگہ پر مسلسل پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرنا چنانچہ اگر کسی جگہ کم ٹھہرنے کی نیت کی ہو تو اس جگہ بدستور مسافر ہی شمار ہوگا۔ یا اس نے پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت تو کی ہے مگر ایک ہی جگہ میں نہیں بلکہ مختلف مقامات ٹھہرنے کی نیت کی ہے جن میں سے ایک جگہ کی (بغیر لاؤڈ اسپیکر) اذان کی آواز دوسری جگہ نہ پہنچتی ہو تو اس صورت میں بھی یہ شخص دونوں جگہ مسافر ہی شمار ہوگا۔

اسی طرح اگر کوئی مسافر وطنِ اصلی اور وطنِ اقامت کے علاوہ کسی جگہ پندرہ دن کی نیت کے بغیر ٹھہرا رہا تو ایسا شخص نیتِ اقامت نہ ہونے کی وجہ سے بدستور مسافر رہے گا خواہ اس طرح مہینوں وہاں ٹھہرا رہے۔

مثال: کوئی شخص کراچی سے سکھر کے ارادے سے نکلا اور اس نے ایک ہفتہ سکھر اور ایک ہفتہ روہڑی (روہڑی اور سکھر کے درمیان صرف دریائے سندھ کا فاصلہ ہے) میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو ایسا شخص دونوں جگہ مسافر شمار ہوگا۔

مثال: تبلیغی جماعت کی کسی شہر کی مختلف علاقے کی مختلف مساجد میں پندرہ یا زیادہ دن کی تشکیل ہوئی تو یہ جماعت مقیم سمجھی جائیگی۔ مختلف مساجد میں تشکیل کی وجہ سے مسافر نہ ہوگی کیونکہ وہ ایک ہی شہر کی مختلف مسجدیں ہیں۔

(۳) اپنی نیت اور ارادے میں مستقل ہو کسی کا تابع نہ ہو اس شرط کی تفصیل سفر کی شرائط میں گزر چکی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

(۴) ایسی جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے جو جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو جیسے شہر اور بستی وغیرہ۔ چنانچہ اگر کسی شخص نے کسی جنگل یا جزیرے یا کشتی اور بحری جہاز وغیرہ میں پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلی تو چونکہ یہ جگہ ہمارے معاشرے میں اقامت کی صلاحیت نہیں رکھتی لہٰذا یہ شخص بدستور مسافر رہے گا مقیم نہیں بنے گا۔

◉ مسلمانوں کے کسی لشکر (Army) نے کسی جنگل میں پڑاؤ ڈالا اور وہاں خیمے وغیرہ نصب کردیئے اور پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت بھی کرلی تب بھی اس جگہ (جنگل) میں اقامت کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ مقیم نہیں ہوں گے بلکہ بدستور مسافر رہیں گے۔ (البدائع ۹۷/۱، ۹۸)





عملی مشق

سوال نمبرا

درجِ ذیل مسائل میں سے صحیح اور غلط کی (✓) کے ساتھ نشاندہی کریں۔ صحیح/غلط

(۱) نیت سفر کے صحیح ہونے کی شرط ہے کہ نیت کرنے والا مستقل بالذات ہو۔ ☐ ☐

(۲) جس شاگرد کا کھانا پینا استاد کے ساتھ ہو، مگر وہ بالغ و عقل مند ہو تو وہ نیت کرنے میں مستقل بالذات شمار ہوگا۔ ☐ ☐

(۳) فناء شہر بھی شہر کے حکم میں ہوتا ہے۔ ☐ ☐

(۴) مسافر کو قصر نماز پڑھنے کا اختیار ہے اگر چاہے تو مکمل نماز پڑھ سکتا ہے۔ ☐ ☐

(۵) جلدی کی صورت میں مسافر تمام نمازوں کی سنتیں چھوڑ سکتا ہے۔ ☐ ☐

(۶) مسافر امام کے کیلئے مستحب ہے کہ وہ نماز کے فوراً بعد اپنے مسافر ہونے کا اعلان کرے۔ ☐ ☐

(۷) مقیم کی اقتداء مسافر کے پیچھے جائز ہے۔ ☐ ☐

(۸) مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے بالکل جائز نہیں ہے۔ ☐ ☐

(۹) مسلمانوں کا لشکر پندرہ دن کی نیت سے خیمہ زن ہو جائے تب بھی لشکر والے مسافر سمجھے جائیں گے۔ ☐ ☐

(۱۰) مسافر کے مقیم ہونے کی شرط یہ بھی ہے کہ ایک ہی جگہ پر پندرہ دن سے زائد ٹھہرنے کی نیت کرے۔ ☐ ☐

سوال نمبر۲

مناسب الفاظ چن کر خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے مسافر کے لئے .... میں قصر کا حکم دیا ہے۔

(نماز، روزہ)

(۲) قصر .... میں مشروع ہے۔

(ہر قسم کی نماز، فرض اور واجب، فرض)

(۳) نیت سفر کے صحیح ہونے کی شرط ہے کہ نیت کرنے والا .... ہو۔

(بالغ، مرد)

(۴) قیدی کی اپنی نیت کا اعتبار ....۔

(ہے، نہیں)

(۵) سفر شرعی کی مقدار موجودہ تخمینہ کے اعتبار سے ۷۷ .... بنتی ہے۔

(میل، کلومیٹر)

(۶) مسافر کے مقیم ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ جگہ .... کی صلاحیت رکھتی ہو۔

(اقامت، رات گزارنے)

(۷) مقیم کی اقتداء مسافر کے پیچھے .... میں درست ہے۔

(ہر حال، ہر اداء)

(۸) مقیم کے پیچھے مسافر کے لئے نماز میں قصر کرنا صحیح ....۔

(نہیں، ہے)

(۹) شرعی مسافت کا اعتبار .... کے بعد سے ہوگا۔

(اپنے گھر، بستی، فناء شہر)

(۱۰) فناء سے مراد وہ جگہیں ہیں جو .... کی ضروریات کے لئے استعمال ہوتی ہوں۔

(گھر، شہر، گاؤں کے جانوروں)

✤✤✤✤✤

وطن کی اقسام

صاحبِ بدائع امام کاسانیؒ کے بیان کے مطابق وطن کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وطن اصلی۔

(۲) وطن اقامت۔

(۳) وطن سکنیٰ۔

(۱) وطنِ اصلی :

کسی شخص کا وطن اصلی تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے بنتا ہے:

(أ) وہ جگہ جہاں آدمی پیدا ہوا ہو اور وہاں رہتا بھی ہو۔

(ب) وہ جگہ جہاں آدمی نے مستقل سکونت اختیار کرلی ہو اور یہ ارادہ ہو کہ وہاں سے نہ جائیگا۔

(ج) وہ جگہ جہاں اسکے اہل وعیال مستقل رہائش رکھتے ہوں۔ یا شادی شدہ عورت کے لئے اس کا شوہر جہاں مستقل رہتا ہو۔

وطنِ اصلی یہ سب سے اعلیٰ درجے کا وطن ہوتا ہے۔

(۲) وطنِ اقامت :

وطنِ اقامت اس شہر یا بستی کو کہتے ہیں جہاں مسافر آدمی پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے۔ (جبکہ اس میں اقامت کی وہ تمام شرائط پائی جاتی ہوں جن کا ذکر مقیم بننے کی شرائط کے بیان میں گذر چکا ہے) وطنِ اقامت وطنِ اصلی سے کم درجے کا وطن ہوتا ہے۔

(۳) وطنِ سکنیٰ :

یہ وہ وطن ہے جہاں کوئی شخص اپنے شہر کے علاوہ کسی دوسری جگہ پندرہ دن سے کم کم ٹھہرنے کی نیت کرے۔ وطنِ سکنیٰ یہ وطنِ اصلی اور وطنِ اقامت دونوں سے ادنیٰ درجے کا وطن ہوتا ہے۔



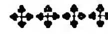
وطن کے احکام :

وطن کے متعلق احکام سمجھنے کیلئے چند تمہیدی باتیں سمجھنا ضروری ہیں:

(۱) وطن کے ساتھ جن احکام کا تعلق ہے وہ اس وقت تک ہوں گے جب تک آدمی کا وطن برقرار رہے۔ جب کسی جگہ کا وطن ہونا ختم ہو جائیگا تو وطن کے احکام بھی ختم ہو جائیں گے۔

(۲) وطنِ اصلی اور وطنِ اقامت دونوں میں کوئی شخص مسافر نہیں ہوسکتا اس کیلئے نماز میں قصر کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ وطنِ سکنیٰ چونکہ درحقیقت شرعی وطن نہیں ہوتا لہٰذا احکام میں اسکا کوئی اعتبار نہیں ہے وطنِ سکنیٰ میں آدمی بدستور مسافر رہتا ہے۔

(۳) ہر چیز اپنی مثل (برابر کی چیز) یا اپنے سے زیادہ قوی چیز سے تو باطل ہوسکتی ہے اپنے سے کم کسی چیز سے باطل نہیں ہوسکتی۔



وطنِ اصلی کب ختم ہوتا ہے؟؟

چنانچہ اس تیسرے اصول کی روشنی میں کسی شخص کا ایک وطنِ اصلی دوسرے وطنِ اصلی سے باطل ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کے برابر کی چیز ہے۔

مثال : چنانچہ اگر کسی شخص نے اپنا شہر بالکل چھوڑ دیا اور کسی دوسرے شہر میں اپنا گھر بنالیا اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ مستقل وہاں رہنے لگا اور پہلے گھر سے کچھ سروکار نہیں ہے تو اب دوسرا شہر اس کے لئے وطنِ اصلی بن گیا اور پہلا شہر اس کیلئے پردیس کی طرح۔ اگر وہاں جائیگا اور وہ جگہ سفر شرعی کی مقدار (تقریباً ۷۷ کلومیٹر) پر واقع ہے تو یہ وہاں مسافر ہوگا۔

◉ یاد رہے کہ اسی طرح کسی شخص کے ایک سے زیادہ وطنِ اصلی بھی ہوسکتے ہیں مثال کے طور پر کسی شخص کے بیوی بچے کراچی میں رہتے ہیں اور اس نے لاہور میں نئی شادی کر لی اور اپنی دوسری بیوی کو لاہور ہی میں رکھا تو اس کیلئے کراچی بھی وطنِ اصلی ہے (کیونکہ اس کے پہلے بیوی بچے یہاں ہیں) اور لاہور بھی وطنِ اصلی ہے (کیونکہ دوسری بیوی اور اسکا گھر اس جگہ موجود ہے) لہٰذا اگر یہ شخص کراچی سے لاہور جائیگا تو دورانِ سفر اگرچہ شرعاً مسافر ہوگا مگر لاہور پہنچتے ہی وہ شخص پوری نماز پڑھے گا۔ خواہ ایک ہی دن کیوں نہ ٹھہرے۔

مگر وطنِ اصلی، وطنِ اقامت اور وطنِ سکنیٰ سے باطل نہیں ہوتا کیونکہ یہ دونوں، وطنِ اصلی سے کم درجہ کے وطن ہیں۔

مثال : مثال کے طور پر اگر کسی شخص کے اہل وعیال کراچی میں ہیں (تو یہ اسکا وطنِ اصلی ہے) اور یہ شخص سفر کر کے پندرہ دن یا زیادہ دن ٹھہرنے کی نیت سے حیدرآباد آجاتا ہے تو حیدرآباد اس کیلئے وطنِ اقامت ہے لیکن حیدرآباد کے وطنِ اقامت بننے کی وجہ سے کراچی کا وطنِ اصلی ختم نہیں ہوگا۔



وطنِ اقامت کب ختم ہوتا ہے؟

وطنِ اقامت تین صورتوں میں ختم ہوجاتا ہے جن کی تفصیل نمبر وار ذکر کی جاتی ہے:

(۱) وطنِ اقامت وطنِ اصلی سے ختم ہوجاتا ہے کیونکہ یہ اس سے زیادہ قوی وطن ہے۔

مثال : کوئی شخص ملتان سے سفر کر کے حیدرآباد پہنچا اور پندرہ دن یا زیادہ رہنے کی نیت سے وہاں مقیم ہے تو حیدرآباد اس کیلئے وطنِ اقامت ہے اب یہ شخص کراچی میں اپنا مستقل رہنے کے ارادے سے گھر بنالیتا ہے اور وہاں اپنے اہل وعیال کو لے آتا ہے تو یہ کراچی اس کا وطنِ اصلی بن چکا ہے لہٰذا یہ شخص جونہی کراچی کیلئے حیدرآباد کو چھوڑے گا تو حیدرآباد اسکا بطور وطن اقامت ختم ہوجائیگا۔

(۲) کسی شخص کا وطنِ اقامت دوسری جگہ وطن اقامت سے ختم ہوجاتا ہے کیونکہ یہ اس کے برابر کا وطن ہے۔

مثال : کوئی شخص کراچی سے سفر کرتے ہوئے ملتان پہنچا اور وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی تو یہ ملتان اس کا وطنِ اقامت بن گیا ہے اب یہ شخص ملتان چھوڑ کر اسلام آباد چلا جاتا ہے اور وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلیتا ہے تو اب اسلام آباد اسکا وطنِ اقامت بن جائیگا اور پہلا وطنِ اقامت ختم ہوجائیگا۔

(۳) اسی طرح وطنِ اقامت وطن کی ضد (سفر شروع کرنے سے باطل ہوجاتا ہے) مگر وطنِ اقامت وطنِ سکنیٰ سے باطل نہیں ہوتا۔

مثال : کوئی شخص کراچی میں پندرہ دن کی نیت سے ٹھہرا ہوا ہے تو کراچی اسکا وطنِ اقامت ہے اب یہ شخص تقریباً چودہ دن کی نیت سے حیدرآباد چلا جاتا ہے (حیدرآباد اسکا وطنِ سکنیٰ ہے) تو اگرچہ حیدرآباد شرعی مسافت پر واقع ہے مگر وطنِ سکنیٰ حیدرآباد کی اقامت کی وجہ سے اسکا وطنِ اقامت (کراچی) ختم نہیں ہوگا۔



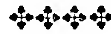
وطن سکنیٰ کب ختم ہوتا ہے؟

وطنِ سکنیٰ درج ذیل صورتوں میں باطل ہو جاتا ہے:

(۱) وطنِ سکنیٰ سے کوئی شخص وطنِ اصلی میں چلا جائے۔

(۲) وطنِ سکنیٰ سے کوئی شخص وطنِ اقامت اختیار کر لے۔

(۳) وطنِ سکنیٰ سے کوئی شخص دوسرا وطنِ سکنیٰ اختیار کر لے۔



عملی مشق

سوال نمبر ۱

درجِ ذیل مسائل میں سے صحیح اور غلط کی (✓) کے ساتھ نشاندہی کریں۔ صحیح/غلط

(۱) وطن کی چار اقسام ہیں۔ ☐ ☐

(۲) وطنِ سکنیٰ وہ وطن ہے، جہاں آدمی فی الحال رہائش پذیر ہو اور وہاں سے جانے کا ارادہ نہ ہو۔ ☐ ☐

(۳) وطنِ اصلی اور وطنِ اقامت میں کوئی شخص مسافر نہیں ہو سکتا۔ ☐ ☐

(۴) وطنِ اقامت وطنِ اصلی سے ختم ہو جاتا ہے۔ ☐ ☐

(۵) وطنِ سکنیٰ میں قصر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر ۲

ذیل میں دیئے گئے جملے مکمل کریں: مثلاً: وطنِ اقامت وطنِ اصلی سے ختم ہو جاتا ہے۔

(۱) وطنِ اصلی وہ جگہ ہے جہاں آدمی پیدا ہوا ہو اور وہاں............۔

(۲) وطنِ سکنیٰ یہ وطنِ اصلی اور وطنِ اقامت دونوں سے ادنیٰ............۔

(۳) ہر چیز اپنی ضد یا اس سے زیادہ قوی چیز سے..........۔

(۴) وطن اقامت سے پہلے والا وطن اقامت..........۔

(۵) وطن اصلی یہ وطن اقامت اور وطن سکنیٰ سے..........۔

سوال نمبر۳

صحیح جملے کی (✓) کے ساتھ نشاندہی کریں:

وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے:

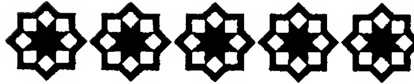
(۱) وطن اصلی اختیار کرنے سے

(۲) دوسرے وطن اقامت سے

(۳) ترک اقامت کی نیت سے سفر کرنے سے

(۴) دوسرے وطن سکنیٰ سے





قضا نمازوں کے احکام

نماز قضاء کرنے کا حکم :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً مَّوْقُوتا o (النساء)

بے شک نماز مسلمانوں پر اپنے مقررہ وقتوں میں فرض ہے۔

تمام نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرنا فرض ہے بغیر کسی شرعی عذر کے نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے۔ جس شخص نے کسی عذر کی وجہ سے نماز کو اس کے وقت میں ادا نہ کیا تو اس پر عذر کے ختم ہونے کے بعد اس نماز کی قضاء کرنا ضروری ہے۔

- فرض کی قضاء کرنا فرض ہے۔
- واجب کی قضاء کرنا واجب ہے۔
- سنتوں اور نفلوں کی کوئی قضاء نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص سنتیں اور نفل شروع کر کے توڑ دے تو اس پر ان کی قضاء کرنا واجب ہے سنتیں اور نفل شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں لہٰذا واجب کو توڑنے کی وجہ سے قضاء کرنا واجب ہے۔



قضاء کرنے کا طریقہ :

یہ بات خوب ذہن نشین رہے کہ وقتی نماز اور قضاء نماز کے درمیان ترتیب کی رعایت رکھنا واجب ہے پہلے قضاء نماز ادا کرنا ضروری ہے اور اس کے بعد وقتی نماز ادا کرے اگر کسی شخص نے پہلے وقتی نماز پڑھ لی اس کے بعد قضاء نماز پڑھی تو اسکی وقتی نماز ادا نہیں ہوئی اس کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

مثال: کسی شخص کی ظہر کی نماز رہ گئی یہاں تک کہ عصر کا وقت شروع ہو گیا تو اس شخص پر واجب ہے کہ پہلے ظہر کی قضاء نماز پڑھے اس کے بعد عصر کی نماز ادا کرے۔ اگر اس نے ترتیب کی رعایت کئے بغیر یونہی پہلے عصر کی

نماز ادا کرلی اور پھر ظہر کی نماز قضاء کرنے لگا تو اسکی عصر کی نماز ادا نہیں ہوئی۔ظہر کی قضاء کے بعد پھر عصر کی نماز پڑھنا ضروری ہے۔

اسی طرح اگر کسی شخص کی کئی نمازیں فوت ہوگئیں ہوں،تو ان قضاء نمازوں کے ادا کرنے میں ترتیب کا لحاظ رکھنا واجب ہے پہلے تمام قضاء نمازوں کو ترتیب سے ادا کرنا ضروری ہے اس کے بعد وقتی نماز کا پڑھنا ضروری ہے۔

یادرہے کہ یہ مسئلہ اس شخص کے لئے ہے جو فقہ کی اصطلاح میں "صاحب ترتیب" کہلاتا ہے۔

صاحبِ ترتیب کی تعریف :

"صاحب ترتیب" سے مراد وہ شخص ہے جس کے ذمہ کوئی قضاء نماز نہ ہو یا اگر اس کے ذمہ قضاء نمازیں ہوں بھی تو پانچ یا اس سے کم ہوں۔خواہ یہ نمازیں مسلسل ہوں یا متفرق اوقات میں قضاء ہونے والی ہوں،نئی قضاء ہوئی ہو یا پرانی ذمہ میں ہو۔ اگر اس کے ذمہ میں چھ یا زیادہ نمازیں ہوں تو ایسا شخص " صاحب ترتیب " نہیں ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق جو صاحب ترتیب ہوگا اسے اپنی ادا اور قضاء نماز میں ترتیب کا خیال رکھنا واجب ہے۔اور جو صاحب ترتیب نہیں ہے اسے اپنی ادا اور قضاء نمازوں میں ترتیب کا خیال رکھنا واجب نہیں ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ :

یادرہے کہ صاحب ترتیب ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ زندگی میں کبھی اس کی کوئی نماز قضاء نہ ہوئی ہو یا پانچ نمازوں تک قضاء نہ ہوئی ہوں۔بلکہ اس کے ذمہ میں اتنی نمازیں قضاء واجب نہ ہوں۔

لہٰذا اگر کسی شخص نے برسوں نماز نہیں پڑھی لیکن توبہ کے بعد اس نے تمام نمازیں قضاء کرلیں۔یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کے ذمہ پانچ نمازوں تک رہ گئیں تو یہ شخص مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق صاحب ترتیب بن گیا ہے۔

مثال : کسی شخص کی فجر،ظہر،عصر اور مغرب کی نماز قضاء ہوگئی اب وہ عشاء کے وقت ان نمازوں کو پڑھنا چاہتا ہے تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ پہلے فجر کی نماز،پھر ظہر،پھر عصر،پھر مغرب کی نماز قضاء پڑھے قضاء نمازیں ترتیب کے ساتھ ادا کرنے کے بعد پھر عشاء کی وقتی نماز ادا کرے۔

اگر کسی شخص کی مکمل ایک دن اور اگلے دن کی فجر کی نمازیں قضاء ہوگئیں تو چونکہ اسکی قضاء نمازوں کی تعداد چھ ہوچکی ہے لہٰذا اس پر ترتیب کا لحاظ رکھنا واجب نہیں ہے جس طرح چاہے پڑھ سکتا ہے پہلے وقتی نماز پڑھے یا پہلے قضاء۔ پھر قضاء نمازوں سے پہلے جونسی چاہے پڑھ لے۔

نمازوں میں ترتیب کا واجب ہونا :

عام حالت میں مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق نماز پڑھنا واجب ہے مگر درجِ ذیل تین صورتوں میں سے کوئی صورت پائی جائے تو نمازوں میں ترتیب کا خیال رکھنا صاحبِ ترتیب پر واجب نہیں رہتا۔

وہ تین صورتیں یہ ہیں:

(۱) فوت شدہ نمازیں چھ یا چھ سے زیادہ ہونا :

جب کسی شخص کی فوت شدہ نمازیں چھ یا اس سے زیادہ ہوجائیں تو ترتیب کا خیال رکھنا واجب نہیں ہوتا۔

(۲) وقت کا تنگ ہونا :

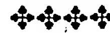
وقت اس قدر تنگ ہوجائے کہ اگر ترتیب کا خیال رکھتے ہوئے پہلے قضاء نماز پڑھے گا تو وقتی نماز کے فوت ہوجانے کا خطرہ ہو۔

مثلاً : کسی شخص کی عصر کی نماز فوت ہوگئی اور نمازِ مغرب کے اخیر وقت میں اسے یاد آیا کہ عصر کی نماز اور مغرب دونوں ادا کرنا باقی ہیں، اور مغرب کا وقت ختم ہونے میں تقریباً پانچ منٹ باقی ہوں اب اگر یہ شخص ترتیب کی رعایت کرتے ہوئے مغرب سے پہلے عصر کی قضاء نماز پڑھے گا تو خود مغرب کے قضاء ہوجانے کا اندیشہ ہے۔

لہٰذا ایسی صورت میں ترتیب ضروری نہیں ہے بلکہ پہلے مغرب اپنے وقت میں ادا کرلے اس کے بعد عصر کی نماز قضاء کرلے۔

(۳) بھول جانا :

کسی شخص کے ذمہ قضاء نماز تھی اس نے بھول کر وقتی نماز ادا کرلی اور اسے یاد نہ رہا کہ اس کے ذمہ قضاء نماز ہے تو اس شخص پر ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری نہیں ہے۔ چونکہ یہ وقتی نماز پڑھ چکا ہے۔ لہٰذا قضاء نماز اب پڑھ لے۔



اگر کسی شخص کے ذمہ کوئی قضاء نماز ہے (جیسے فجر کی نماز) اور اس نے قضاء نماز یاد ہوتے ہوئے وقتی نماز (ظہر کی نماز) پڑھ لی۔ تو ترتیب کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے اس کی یہ وقتی نماز فاسد ہوجائیگی۔ لیکن اس نماز کا فساد موقوف (رکا ہوا) رہے گا۔ (ابھی اس کے فاسد ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جائیگا)۔

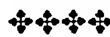
چنانچہ اگر اس نے ظہر کی نماز کے بعد قضاء نماز (فجر کی نماز) کے یاد ہوتے ہوئے تیسری نماز (عصر کی نماز)

پڑھ لی تو یہ نماز بھی فاسد ہو جائیگی۔مگر اسکے فساد کا حکم بھی موقوف رہے گا۔اس کے بعد چوتھی نماز (مغرب کی نماز) بھی قضاء نماز کے یاد ہوتے ہوئے پڑھ لی تو مغرب کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی۔مگر اس کے فساد کا حکم بھی موقوف رہے گا۔ پھر اس نے قضاء نماز (فجر کی نماز) کے یاد ہوتے ہوئے پانچویں نماز (عشاء کی نماز) بھی پڑھ لی تو یہ عشاء کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی اور اسکے فساد کا حکم بھی موقوف رہے گا، ابھی فجر کی نماز ذمہ میں باقی تھی کہ اس نے اگلے دن کی فجر کی نماز بھی ادا کر لی تو اسکی یہ نماز بھی فاسد ہو جائیگی اور اسکے فساد کے ساتھ ہی فاسد نمازوں کی تعداد چھ ہوگئی چنانچہ صاحب ترتیب ہونے والی خصوصیت کے ختم ہونے کی وجہ سے پہلے ادا کی ہوئی ساری نمازیں جن کے فاسد ہونے کا حکم موقوف تھا سب صحیح ہو جائیں گی اور ان کا فساد ختم ہو جائیگا۔

لیکن اگر اس شخص نے چھٹی نماز (اگلے دن فجر کی نماز) کے ادا کرنے سے پہلے پہلے فجر کی قضاء نماز پڑھ لی تو اسکی یہ تمام نمازیں نفل ہو جائیں گی اور اس شخص کے ذمہ واجب ہے کہ قضاء نماز کے پڑھنے سے پہلے اس نے جتنی بھی وقتی نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھی ہیں انہیں دوبارہ ادا کرلے۔

دونوں مسئلوں میں فرق صاف ظاہر ہے کہ پہلی صورت میں فجر کی قضاء سے پہلے (چھ نمازوں کے پڑھنے کی صورت میں) چونکہ نمازیں اس وجہ سے فاسد ہو رہی تھیں کہ اس شخص کے ذمہ قضاء اور وقتی میں ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری تھا۔لیکن ہوتے ہوتے اس کے ذمہ چھ نمازیں قضاء ہوگئیں تو ترتیب ضروری نہیں رہی لہٰذا وہ نمازیں مجموعی طور پر جو ترتیب کا لحاظ نہ ہونے کی وجہ سے فاسد ہو رہی تھیں بعد میں یہ ظاہر ہونے کی وجہ سے کہ اس پر ترتیب ضروری نہ تھی وہ تمام نمازیں صحیح ہو جائیں گی۔

جبکہ دوسرے مسئلہ میں چونکہ فوت ہونے والی مجموعی نمازیں چھ سے کم ہیں اور ایسی صورت میں ترتیب کی رعایت کرنا واجب ہوتا ہے، مگر اس شخص نے ترتیب کی رعایت کئے بغیر چونکہ پہلے وقتی نمازیں پڑھیں اور بعد میں فجر کی قضاء کی۔لہٰذا اسکی وہ تمام وقتی نمازیں فاسد ہوتی رہیں اور چونکہ مجموعی طور پر فوت شدہ نمازیں چھ کے عدد تک نہ پہنچی تھیں لہٰذا ترتیب بدستور اس پر واجب رہی۔



قضائے عمری کا مسئلہ :

◉ کسی بے نمازی شخص نے توبہ کر لی تو عمر بھر جتنی نمازیں قضاء ہوئی ہیں سب کی قضاء پڑھنا واجب ہے۔توبہ سے نمازیں معاف نہیں ہوتیں البتہ نہ پڑھنے کی وجہ سے جو گناہ ہوا تھا وہ معاف ہو گیا۔اب اگر ان کی قضاء

نہیں پڑھے گا تو پھر گناہگار ہوگا۔

یاد رہے کہ قضائے عمری کا طریقہ صرف اور صرف قضاء نمازوں کا پڑھنا ہے اس کے علاوہ ہمارے معاشرے میں جو قضائے عمری سے متعلق باتیں مشہور ہورہی ہیں کہ خاص ایام یا خاص راتوں کی عبادت یا توبہ سے معاف ہوجاتی ہیں، سب من گھڑت ہیں۔ جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔



قضائے عمری کا طریقہ

آدمی کو چاہئے کہ زندگی بھر میں اس سے جتنی نمازیں قضاء ہوئی ہیں ان کا حساب لگا کر (اور اگر کوئی یقینی تعداد یاد نہ ہو تو خوب سوچ بچار کے بعد اندازہ کرکے) جس قدر جلدی ہو اپنی فرض نمازوں کیساتھ تھوڑا تھوڑا کرکے ادا کرلے۔

چونکہ یہ نمازیں تعداد میں بہت زیادہ ہوسکتی ہیں جن کا یاد رکھنا مشکل ہے لہذا نیت کرتے وقت اتنی نیت کرلینا کافی ہے کہ میرے ذمہ جتنی نمازیں قضاء ہیں ان میں سے پہلی فجر یا پہلی ظہر یا پہلی عصر کی نیت کرتا ہوں۔

یا یوں نیت کرسکتا ہے:

کہ میرے ذمہ جتنی قضاء نمازیں ہیں ان میں سے آخری فجر یا آخری ظہر یا آخری عصر کی نیت کرتا ہوں۔ اور ہر دفعہ یونہی نیت کرلینا کافی ہے۔





عملی مشق

سوال نمبرا

درجِ ذیل مسائل میں سے صحیح (✓) اور غلط کی (x) کے ساتھ نشاندہی کریں۔ صحیح/غلط

(۱) فرض کی قضاء واجب ہے۔ ☐ ☐

(۲) وقتی نماز اور قضاء نماز میں ترتیب کی رعایت رکھنا صاحب ترتیب شخص پر واجب ہے۔ ☐ ☐

(۳) عمر بھر کی تمام قضاء نمازوں کی قضاء پڑھنا واجب ہے۔ ☐ ☐

(۴) خاص ایام میں کچھ نمازیں ادا کرنے سے عمر بھر کی قضاء نمازیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ ☐ ☐

(۵) فوت شدہ نمازیں پانچ سے بڑھ جائیں تو پھر وقتی نماز اور قضاء نماز میں ترتیب کی رعایت رکھنا واجب نہیں۔ ☐ ☐

سوال نمبر۲

خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) واجب کی قضاء کرنا.......... ہے۔

(۲) نفل کو توڑنے کی وجہ سے قضاء کرنا.......... ہے۔

(۳) بغیر شرعی عذر کے نماز کو اپنے وقت سے.......... کرنا.......... ہے۔

(۴) قضاء نمازوں کی نیت کا طریقہ یہ ہے کہ اس طرح نیت کرے کہ میں.......... کی نماز قضاء کرتا ہوں۔

(۵) توبہ سے تمام قضاء نمازیں معاف..........۔

سوال نمبر۳

صحیح جملوں کی کے ساتھ ✓ نشاندہی کریں:

(۱) صاحب ترتیب شخص پر وقتی اور قضاء نماز میں ترتیب رکھنا واجب نہیں ہوتا:

☐ جب فوت شدہ نمازیں پانچ سے زیادہ ہو جائیں

☐ وقت تنگ ہو کہ قضاء پڑھنے سے ادا رہ جائے گی

☐ سفر کا ارادہ ہو یا حالت سفر میں ہو۔

☐ بھول کر قضاء کی بجائے وقتی نماز ادا کر لی

(۲) صاحب ترتیب سے مراد وہ شخص ہے!

☐ جس کی زندگی بھر کوئی نماز فوت نہ ہوئی ہو

☐ جس کی زندگی بھر تکبیر اولی نہ چھوٹی ہو

☐ جس کے ذمہ کوئی قضاء نماز نہ ہو

☐ جس کے ذمہ میں پانچ یا اس سے کم نمازیں قضاء ہوں

☐ جس کے ذمہ ایک سال کی نمازیں ہوں اور وہ سب کی قضاء کر لے

☐ جس کے ذمہ دس سال کی قضاء نمازیں ہوں، اور قضاء کرتے کرتے صرف پانچ نمازیں رہ جائیں

☐ جس کے ذمہ لگاتار چھوٹنے والی نمازوں کی تعداد پانچ یا اس سے بھی کم ہو

☐ جس کے ذمہ وقتاً فوقتاً چھوٹنے والی نمازوں کی تعداد پانچ یا اس سے بھی کم ہو

☐ جس کی مختلف اوقات میں ایک، دو نمازیں رہ جاتی ہوں اور وہ ان کی قضاء کر لیتا ہو



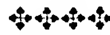
مریض کی نماز کے احکام

پہلا مرحلہ :

کھڑے ہوکر نماز پڑھنا :

◉ جو شخص بیماری یا عذر کی وجہ سے کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے عاجز ہو وہ بیٹھ کر فرض نماز پڑھے اور رکوع سجود کرے۔

عذر کا مطلب : عذر کا معنی یہ ہے کہ اس کو کھڑا ہونے سے ضرر ہوتا ہے خواہ عذر فرض یا واجب یا سنتِ فجر شروع کرنے سے پہلے موجود ہو یا نماز کے اندر لاحق ہوا ہو۔ اور خواہ وہ عذر حقیقی ہو جیسے اگر کھڑا ہو تو گر پڑے یا حکمی ہو مثلاً کھڑے ہونے سے مرض کی زیادتی کا یا دیر میں اچھا ہونے کا یا چکر آنے کا خوف ہو یا کھڑے ہونے سے بدن میں کسی جگہ شدید اور نا قابلِ برداشت درد ہوتا ہو ان سب صورتوں میں قیام ترک کردے اور بیٹھ کر رکوع وسجود سے نماز پڑھے۔ اور اگر تھوڑا (یعنی قابلِ برداشت) درد یا تکلیف ہو تو قیام کا چھوڑنا جائز نہیں۔



دوسرا مرحلہ :

بیٹھ کر نماز پڑھنا :

◉ قیام پر قادر نہ ہو تو مریض ومعذور کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں کسی خاص طریقے پر بیٹھنا ضروری نہیں ہے بلکہ جس طرح اس کیلئے آسان ہو اسی طرح بیٹھے۔

◉ اگر مریض سیدھا بیٹھنے پر قادر نہیں اور کسی دیوار سے یا کسی فرمانبردار شخص یا تکیہ یا کسی اور چیز کا سہارا لیکر بیٹھنے پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ اس سہارے سے بیٹھ کر نماز پڑھے اس کو لیٹ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

◉ اگر قیام رکوع وسجود سے عاجز ہے اور بیٹھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اشارہ کی حقیقت سر کا جھکا دینا ہے۔ اور سجدہ کا اشارہ رکوع سے لازمی طور پر زیادہ نیچے کرے اور اگر رکوع وسجود کا اشارہ برابر کرے گا تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔



تیسرا مرحلہ :

لیٹ کر نماز پڑھنا :

- اگر بیٹھنے پر قادر نہیں، اگر چہ وہ عذر حکمی ہو مثلاً کسی سے آنکھ بنوائی اور طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا حکم کیا، اور ہلنے جلنے سے منع کر دیا، تو لیٹے لیٹے اشارہ سے نماز پڑھتا رہے، کیونکہ جیسے جان بچانا فرض ہے ایسے ہی اعضاء کا بچانا بھی فرض ہے۔
- لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ چت یعنی کمر پر لیٹے اور اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف کو پھیلائے (ہمارے ملک میں چونکہ قبلہ مغرب کی طرف ہے لہٰذا مریض کا سر مشرق کی طرف ہوگا۔ اور اسکے پاؤں مغرب کی طرف ہوں گے) اور اشارہ سے رکوع و سجود کرے۔ لیکن اگر کچھ طاقت ہو تو دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر لے اور پاؤں قبلے کی طرف نہ پھیلائے کیونکہ بلا ضرورت یہ فعل مکروہِ تنزیہی ہے۔

چاہئے کہ سر کے نیچے ایک تکیہ رکھدیں تا کہ لیٹا ہوا مریض بیٹھنے والے کے مشابہ ہو جائے۔ اور سر قبلے کی طرف ہو جائے آسمان کی طرف نہ رہے اور رکوع و سجود کیلئے اشارہ بھی اچھی طرح کر سکے۔

- اگر چت نہ لیٹے بلکہ دائیں بائیں کروٹ پر لیٹے اور منہ قبلے کی طرف کو کر کے اشارہ سے نماز پڑھے تو جائز ہے لیکن چت لیٹنا اولیٰ وافضل ہے اور دائیں کروٹ کو بائیں کروٹ پر فضیلت ہے اور جائز دونوں طرح ہے۔
- جب مریض سر سے اشارہ کرنے سے بھی عاجز ہو تو نماز کا فرض اس سے ساقط ہو جاتا ہے آنکھ یا ابرو یا دل کے اشارہ سے نماز نہ پڑھے کیونکہ ان کے اشاروں کا کچھ اعتبار نہیں ہے ایسے مریض کو جب صحت ہو جائے تو نماز قضاء کر لے۔



مریض کا قبلہ رخ ہونا :

- مریض اگر قبلے کو پہچانتا ہو لیکن قبلے کی طرف منہ کرنے پر قادر نہیں ور ایسا کوئی شخص نہیں ملتا جو اسکا منہ قبلے کی طرف کو پھیر دے تو اسی طرح نماز پڑھے اور پھر اس نماز کا اعادہ نہ کرے۔
- اور اگر کوئی ایسا شخص مل گیا جو اسکا منہ قبلے کی طرف کو پھیر دے تو اس کو کہے کہ میرا منہ قبلے کی طرف پھیر دو اگر اسکو حکم نہ کیا اور قبلہ کے سوا کسی اور طرف کو نماز پڑھی تو نماز جائز نہیں ہوگی۔

❖❖❖❖

مریض کے بستر کا حکم :

◉ مریض نجس بچھونے پر ہو تو اگر پاک بچھونا نہیں ملتا یا ملتا ہے لیکن کوئی ایسا شخص نہیں جو اسکا بچھونا بدل دے اور مریض خود اٹھنے کے قابل نہ ہو تو نجس بچھونے پر نماز پڑھ لے اور اسکا اعادہ نہ کرے اور اگر ایسا شخص مل جائے جو اسکا بچھونا بدل دے تو چاہئے کہ اس کو کہے اور اگر نہ کہا اور نجس بچھونے پر نماز پڑھ لی تو نماز جائز نہیں ہوگی۔

◉ کسی مریض کے کپڑے اور بستر کی چادر نجس ہوں اُدھر مریض کا یہ حال ہو کہ جو چادر بدل کر اس کے نیچے بچھائی جائیگی وہ اسکے وضو اور نماز سے فارغ ہونے سے قبل اس قدر نجس ہو جائیگی جو نماز سے مانع ہے تو چادر بدلے بغیر ہی نماز پڑھ لے۔

◉ اگر بیمار کا بستر نجس ہے اور اس کے بدلنے میں بہت تکلیف ہو خواہ کسی معاون کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو تب بھی اس پر نماز پڑھ لینا درست ہے۔



عملی مشق

سوال نمبر ا

ذیل میں دیئے گئے مسائل میں سے غلط مسائل کی نشاندہی کر کے سامنے دی گئی جگہ پر صرف غلط جگہ کی تصحیح کریں:

(۱) عذر کا معنی یہ ہے کہ اس کو کھڑا ہونے سے مشقت ہوتی ہو۔	(۱)
(۲) اشارہ سے نماز پڑھنے کی صورت میں سجدہ کا اشارہ رکوع کے لازمی طور پر برابر کرے۔	(۲)
(۳) اگر بیمار کا بستر نجس ہو اور اس کے بدلنے میں تکلیف ہوتی ہو تو ایسے بستر میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔	(۳)

(۴) مریض قبلہ رخ ہونے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔تو دوسری طرف رخ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔	(۴)
(۵) مریض معذور کے لئے خاص ہیت پر بیٹھ کر نماز پڑھنا ضروری ہے۔	(۵)

سوال نمبر۲

خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) عذر خواہ.......... ہو یا.......... ہر صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔

(۲) مریض اگر سہارے سے بیٹھنے پر قادر ہے تو اس پر.......... ہے کہ وہ اس سہارے سے بیٹھ کر نماز پڑھے۔

(۳) لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت میں مریض کا سر.......... کی طرف اور اس کے پاؤں.......... کی طرف ہونگے۔

(۴) جب مریض سے عاجز ہو تو نماز کا فرض ساقط.......... ہو جاتا ہے۔

(۵) آنکھ، دل، ابرو کے اشارہ کا..............۔

سوال نمبر۳

صحیح جملوں کی (✓) کے ساتھ نشاندہی کریں:

(۱) مریض نجس کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے:

- جب نجاست خفیفہ ہو
- ربع سے کم ہو
- جب کپڑے بدلنے سے عاجز ہو اور دوسرا بدلنے والا موجود نہ ہو
- نجس بچھونے سے اٹھنے پر قادر نہ ہو اور دوسرا شخص بچھونا بدلنے والا نہ ہو

سوال نمبر۴

مریض کی نماز سے متعلق درج ذیل ترتیب غلط ہے، آپ صحیح کر دیں

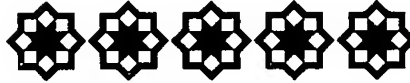
(۱) پہلا مرحلہ: لیٹ کر نماز پڑھنا۔ (۱) ....

(۲) دوسرا مرحلہ: کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔ (۲) ....

(۳) رکوع و سجود کے اشارے سے نماز پڑھنا۔ (۳) ....

(۴) بیٹھ کر نماز پڑھنا۔ (۴) ....





سجدۂ سہو کے احکام

عن اَبی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: اِن اَحدَ کم اِذا قامَ یُصلّی جاءَ ہُ الشّیطٰنُ فَلَبسَ عَلَیہِ حَتیٰ لَایَدْرِیْ کَمْ صَلّی فاِذَا وَجَدَ ذٰلِکَ اَحدُکُم فَلْیَسْجُدْ سَجدَتَینِ وَھُوَ جَالِسٌ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھنے لگے اور شیطان اس کو شک میں ڈال دے یہاں تک کہ اسے پتہ نہ چلے کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ جب شک کی یہ حالت ہو تو اسے چاہئے کہ قعدہ کی حالت میں سہو کے دو سجدے کر لے۔ (مشکوٰۃ شریف)

سجدہ سہو کرنے کی اجازت :

کبھی بھول کر نماز میں ایسی غلطی ہو جاتی ہے جس سے نماز ٹوٹتی تو نہیں البتہ نماز میں نقصان واقع ہو جاتا ہے اس نقصان کے تدارک کیلئے شریعتِ مقدسہ نے "سجدۂ سہو" کی اجازت دی ہے جس سے نقصان کی تلافی ہو جاتی ہے۔ اور نماز کامل ہو جاتی ہے۔

سجدۂ سہو کے مسائل خاص اہمیت کے حامل ہیں شاید ہی ایسا کوئی نمازی ہو جسے ان مسائل کی ضرورت نہ پڑتی ہو سجدۂ سہو کے ایک ایک مسئلہ کو یاد رکھنا کافی مشکل ہوتا ہے۔ اس مشکل کے حل کیلئے حضراتِ فقہائے کرامؒ نے ایسے اصول و قواعد بتلا دیئے ہیں جن کو سمجھنے اور یاد کر لینے کے بعد سہو کے مسائل میں ایک طالب علم کو فقہی بصیرت پیدا ہو جاتی ہے۔

عزیز طلباء کی سہولت کے پیشِ نظر ذیل میں قواعد اور مثالیں ذکر کی جاتی ہیں وہ قواعد یہ ہیں:

(۱) **پہلا قاعدہ** : سہو کے معنیٰ بھول جانا۔ اور سجدۂ سہو اسی صورت میں کرنے کی اجازت ہے جب نماز میں کوئی غلطی بھول چوک سے ہو گئی ہو۔ اور اگر کوئی غلطی عمداً (جان بوجھ کر) کی تو سجدۂ سہو کی اجازت نہیں ہے بلکہ نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔ خود سجدۂ سہو کے نام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سجدۂ سہو یعنی (بھول) کی صورت میں ہوتا ہے۔

(۲) **دوسرا قاعدہ** : سجدۂ سہو کا تعلق چونکہ صرف نماز کے ارکان (فرائض) اور واجبات سے ہے۔ سنّتوں، مستحبات، مکروہات، مفسدات سے اسکا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیے سجدۂ سہو میں بصیرت پیدا کرنے کیلئے عزیز طلباء کی خدمت میں گزارش کی جاتی ہے کہ وہ آگے چلنے سے پہلے نماز کے فرائض، واجبات، سنّتیں، مستحبات، مکروہات، اور مفسدات کو پھر سے تازہ کر لیں۔ باقی فرائض وواجبات کے بارے میں سجدۂ سہو کے احکام چوتھے قاعدے میں آ رہے ہیں۔

✣✣✣✣✣

(۳) تیسرا قاعدہ : سجدۂ سہو صرف فرضوں میں ہی (قاعدہ نمبر ۴ کی) غلطی کے مطابق ضروری نہیں ہوتا بلکہ ایسی غلطی کی صورت میں واجب، سنّتِ مؤکدہ، غیر مؤکدہ اور نفل سب نمازوں میں ہوتا ہے۔

(۴) چوتھا قاعدہ : نمازوں میں بھول کر درجِ ذیل غلطی سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے:

(ا) ترکِ واجب، تقدیمِ واجب، تاخیرِ واجب، تبدیلِ واجب، تکرارِ واجب۔

(ب) تقدیمِ رکن، تاخیرِ رکن، تکرارِ رکن۔

تفصیل وتشریح :

ترکِ واجب : ترکِ واجب کا مطلب یہ ہے کہ کسی واجب کو چھوڑ دیا جائے۔

مثال : پہلی رکعت میں فاتحہ پڑھنا بھول گیا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ کیونکہ اس نے ایک واجب کو ترک کر دیا۔

مثال ۲ : قومہ یا جلسہ چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ کیونکہ قومہ اور جلسہ واجب ہیں۔

تقدیمِ واجب : تقدیمِ واجب کا مطلب یہ ہے کہ کسی واجب کو اس کے اصلی وقت سے پہلے ادا کر لیا جائے۔

مثال : کسی شخص نے سورۃ الفاتحہ سے پہلے کوئی سورت پڑھ لی تو دوسری سورۃ کا سورۃ الفاتحہ کے بعد پڑھنا واجب ہے اور اس شخص نے اس واجب کو پہلے ادا کر لیا لہٰذا تقدیمِ واجب کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہے۔ (اگر اس کے برعکس دیکھا جائے تو یہ تاخیر واجب کی مثال بھی بن سکتی ہے)۔

تاخیرِ واجب : تاخیر واجب کا مطلب یہ ہے کہ کسی واجب کو اس کے اصلی مقام کے بعد ادا کرنا۔

مثال: کسی شخص نے سورہ فاتحہ کو قیام کے بجائے رکوع میں پڑھا تو تاخیر واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہے۔

تبدیلِ واجب : تبدیلِ واجب کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایک واجب کو کسی دوسرے واجب سے تبدیل کر دیا جائے۔

مثال: کسی شخص نے ظہر یا عصر کی نماز میں بھول کر تین یا زیادہ آیتیں اونچی آواز سے تلاوت کر لیں یا فجر یا مغرب یا عشاء میں بھول کر تین یا زیادہ آیتیں سرّاً (آہستہ آواز سے) پڑھیں تو تبدیلِ واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ کیونکہ جہری نماز میں امام کے لئے قرأت جہراً (بلند آواز سے) واجب ہے اور سری نماز میں قرأت سراً واجب ہے مگر اس شخص نے چونکہ ایک کو دوسرے نماز کے واجب سے تبدیل کر دیا ہے لہٰذا اس پر سجدۂ سہو واجب ہے۔

تکرارِ واجب : تکرارِ واجب کا مطلب یہ ہے کہ کسی واجب کو ایک سے زیادہ مرتبہ ادا کرلیا جائے۔

مثال : کسی شخص نے بھول کر ایک سے زیادہ مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ لی یا ایک سے زیادہ مرتبہ التحیات پڑھ لی تو تکرارِ واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگیا۔

تقدیمِ رکن : تقدیم رکن کا مطلب یہ ہے کہ کسی فرض کو اس کے اصلی مقام سے پہلے ادا کرلیا جائے۔

مثال : کوئی شخص بھول کر رکوع کرنے کے بجائے سجدے میں چلا گیا تو سجدے کو ان کے اصلی مقام سے پہلے ادا کرنے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگیا۔

تاخیرِ رکن : تاخیر رکن کا مطلب یہ ہے کہ کسی فرض کو اس کے اصلی مقام سے مؤخر کرکے ادا کیا جائے۔

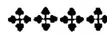
مثال : (اوپر والی مثال اس مسئلے پر بھی پیش کی جاسکتی ہے) کوئی شخص قیام کے بعد بھول کر سیدھا سجدے میں چلا گیا بعد میں یاد آیا کہ اس نے رکوع نہیں کیا تو فوراً سجدے سے اٹھ کر رکوع کرلیا اور پھر دوسرا سجدہ کرلے تو چونکہ اس نے رکوع کو مؤخر کیا تو تاخیرِ رکن کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہے۔

مثال : کوئی شخص ایک سجدہ کرکے قعدہ میں بیٹھ گیا التحیات اور درود شریف پڑھ لیا۔ سلام سے پہلے یاد آیا کہ اس نے ایک سجدہ نہیں کیا تو فوراً سجدہ کرلے اور چونکہ تاخیر رکن ہوچکا ہے آخر میں التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو بھی کرلے۔

تکرارِ رکن : تکرارِ رکن کا مطلب یہ ہے کہ کسی رکن کو اس کی مقررہ حد سے زیادہ مرتبہ ادا کرلیا جائے۔

مثال : کسی شخص نے بھول کر دو رکوع کرلئے یا تین سجدے کرلئے تو اس پر تکرارِ رکن کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہے۔

ملاحظہ : یاد رہے کہ ترکِ رکن کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا بلکہ سرے سے نماز ہی نہیں ہوتی، سجدۂ سہو کا تعلق صرف ترکِ واجب سے ہے۔



(۵) پانچواں قاعدہ : اگر کوئی چیز نماز میں بھول کر چھوٹ جائے تو وہ تین طرح کی ہوسکتی ہے۔

(۱) فرض (۲) سنّت (۳) واجب۔

اگر چھوٹنے والی چیز فرض ہے تو دیکھا جائیگا کہ اس فرض کی قضاء ممکن ہے یا نہیں اگر قضاء ممکن ہو تو نماز کے اندر اندر قضاء کرلے اور تاخیرِ رکن کی وجہ سے سجدۂ سہو بھی واجب ہے لیکن اگر اسکی قضاء ممکن نہیں ہے تو سرے سے نماز

ہی باطل ہو جائیگی۔ سجدۂ سہو سے تدارک ممکن نہیں ہے۔

مثال : کسی شخص نے بھول کر رکوع چھوڑ دیا اور آخری قعدہ میں یاد آیا تو چونکہ ابھی یہ شخص نماز کی حالت میں ہے لہذا اسکی نماز کے اندر اندر قضاء ممکن ہے لہٰذا یہ شخص قعدہ سے اٹھ کر رکوع کرلے اور پھر تاخیرِ رکن کی وجہ سے قعدۂ میں سجدہ سہو کرلے، لیکن اگر اس شخص نے سلام پھیر دیا اور نماز کے بعد یاد آیا کہ اس کے ذمہ رکوع باقی ہے تو اس شخص کی نماز باطل ہو جائیگی کیونکہ اب اس کی قضاء ممکن نہیں ہے۔

اور اگر چھوٹنے والی چیز سنت ہے تو اس سے نماز کے ثواب میں تو کمی آتی ہے مگر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا اور نہ ہی اسکی نماز ٹوٹتی ہے۔

اور اگر چھوٹنے والی چیز واجب ہے تو دیکھا جائیگا کہ عمداً (جان بوجھ کر) چھوڑا ہے یا بھول کر اگر جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو اس صورت میں نماز کا اعادہ واجب ہے اور اگر بھول کر چھوڑا ہے تو سجدۂ سہو سے اسکا تدارک کیا جا سکتا ہے۔



(۶) چھٹا قاعدہ : اگر امام پر سجدۂ سہو واجب ہو جائے تو مقتدیوں پر بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا چونکہ مقتدی ہر فعل میں امام کے تابع ہوتے ہیں اور اگر مقتدیوں سے ایسی غلطی ہو جائے جس سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو امام پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا کیونکہ تابع کی غلطی متبوع کی غلطی شمار نہیں کی جائیگی۔

(۷) ساتواں قاعدہ : اگر نمازی سے کئی غلطیاں ایسی ہو جائیں کہ جن سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو ان سب کی طرف سے ایک سجدۂ سہو کافی ہوگا خواہ دوبارہ ہونے والی غلطی سجدہ سہو کر لینے کے بعد کیوں نہ ہو، ایک دفعہ تحریمہ کے بعد سلام پھیرنے تک ایک نماز شمار ہوتی ہے اور اگلی تحریمہ کے بعد دوسری۔



سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ :

سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آخری رکعت میں صرف التحیات پڑھ کر داہنی طرف سلام پھیر کر سجدہ کرلے، پھر بیٹھ کر التحیات اور درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دے اور نماز ختم کردے۔



عملی مشق

سوال نمبر ا

درج ذیل مسائل میں سے صحیح کے سامنے (✓) اور غلط کے سامنے (×) کا نشان لگائیں۔ صحیح/غلط

(ا) عمداً غلطی کی صورت میں سجدہ سہو کی اجازت نہیں۔ ☐ ☐

(۲) سنت یا نفل میں بھوک چوک سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ ☐ ☐

(۳) امام پر سجدہ سہو واجب ہو جائے تو مقتدیوں پر بھی واجب ہو جائے گا۔ ☐ ☐

(۴) بھول کر رکوع چھوڑ دیا اور آخری قعدہ میں یاد آیا تو یہ شخص قعدہ سے اٹھ کر رکوع کرے۔ ☐ ☐

(۵) سنت عمل چھوڑنے سے بھی سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر ۲

ہر جملے کے سامنے دیئے گئے الفاظ میں سے موزوں لفظ چن کر خالی جگہ مکمل کریں:

(ا) سہو کے معنی ہے.......... جانا۔

(بھول، چھوٹ، رہ)

(۲) سجدہ سہو کا تعلق نماز کے.......... کے ساتھ ہے۔

(واجبات، اداب، سنن)

(۳) سورۃ الفاتحہ کو رکوع میں پڑھ لیا تو.......... ہے۔

(نماز فاسد، سجدہ سہو واجب)

(۴) نماز میں چھوٹنے والے فرض کی قضاء ممکن ہو تو.......... کرے۔

(سجدہ سہو، قضاء)

(۵) عمداً واجب عمل چھوڑنے کی صورت میں.......... واجب ہے۔

(سجدہ سہو، قضا)

سوال نمبر۳

صحیح صورت کی (✓) کے ساتھ نشاندہی کریں:

☆ سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے!

☐ ترک واجب سے
☐ تقدیم سنت سے
☐ تکرار مستحب سے
☐ تاخیر واجب سے
☐ تبدیل سنت سے
☐ تکرار واجب سے
☐ تکرار رکن سے
☐ بھول کر ترک رکن
☐ مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے
☐ ترک سنت سے
☐ عمداً ترک واجب سے
☐ بھول کر تبدیل رکن سے
☐ عمداً ترک سنت سے

سوال نمبر۴

صحیح بیان کی (✓) کے ساتھ نشاندہی کریں۔

(۱) ایک شخص جلدی سے نماز کے لئے آیا، تکبیر تحریمہ کہنا بھول گیا اور ہاتھ باندھ کر نماز میں شریک ہوگیا۔

☐ سجدہ سہو واجب ہے۔ ☐ نماز واجب الاعادہ ہے۔

☐ تکبیر تحریمہ سے دوبارہ نماز کا آغاز کرے۔ ☐ نماز صحیح ہوگئی۔

(۲) ایک شخص نے نماز میں دو مرتبہ سورۃ الفاتحہ پڑھ لی......تو

☐ سجدہ سہو واجب ہے۔ ☐ نماز صحیح ہے۔

☐ نماز فاسد ہوگئی۔

(۳) ایک شخص رکوع کی بجائے سیدھا سجدے میں چلا گیا، اور پھر اٹھ کر رکوع کر لیا......تو

☐ نماز ادا ہوگئی۔ ☐ سجدہ سہو واجب ہے۔

☐ نماز فاسد ہوگئی۔

(۴) کسی شخص نے جان بوجھ کر فرضوں کی تیسری رکعت میں سورۃ نہیں ملائی......تو......

☐ سجدہ سہو واجب ہے۔ ☐ نماز فاسد ہوگئی۔

☐ نماز صحیح ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص فرضوں کی چوتھی رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا بھول گیا اور اس کی جگہ ثناء پڑھ لی

تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

☐ سجدہ سہو واجب ہے۔ ☐ نماز باطل ہوگئی۔

☐ نماز بغیر سجدہ سہو کے صحیح ہوگئی۔

(۶) ایک شخص نے قعدہ اولیٰ میں "التحیات" پڑھ کر جان بوجھ کر سلام پھیر دیا......تو......

☐ سجدہ سہو واجب ہے۔ ☐ نماز واجب الاعادہ ہے۔

☐ نماز صحیح ہے۔

(۷) کسی شخص نے سجدہ سہو کے بعد "التحیات" کی جگہ "فاتحہ" اور درود شریف کی جگہ سورۃ پڑھ

لی...... تو......

☐ نماز صحیح ہوگئی۔ ☐ دوبارہ سجدہ سہو واجب ہے۔

☐ نماز فاسد ہوگئی۔

(۸) مقتدی نے جان بوجھ کر سورۃ الفاتحہ پڑھنا چھوڑ دی......تو......

☐ امام اور سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہوگئی۔ ☐ امام پر سجدہ سہو واجب ہے۔

☐ صرف مقتدی پر سجدہ سہو واجب ہے۔ ☐ سب کی نماز صحیح ہوگئی۔

(۹) ایک آدمی نے بھول کر سورۃ الفاتحہ چھوڑ دی......جبکہ جان بوجھ کر قعدہ اخیرہ میں درود شریف

چھوڑ دیا۔ اور عمداً تین سجدے کر لئے تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

☐ سجدہ سہو واجب ہے۔ ☐ نماز باطل ہوگئی۔

☐ نماز صحیح ہوگئی۔

(۱۰) امام صاحب نے عصر کی نماز میں بھول کر دو آیتیں اونچی آواز سے پڑھ لیں......

تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

☐ امام اور مقتدیوں سب پر سجدہ سہو ضروری ہے۔ نماز بغیر سجدہ سہو کے صحیح ہے۔

☐ صرف امام پر سجدہ سہو واجب ہے۔

(۱۱) مسبوق نے بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا۔۔۔۔۔تو۔۔۔۔۔۔

☐ سب پر سجدہ سہو واجب ہے۔ ☐ مسبوق پر سجدہ سہو واجب ہے۔

☐ مسبوق پر سجدہ سہو واجب نہیں۔ ☐ نماز فاسد ہوگئی واجب الاعادہ ہے۔

(۱۲) ایک آدمی پر سجدہ سہو واجب تھا، اس نے بھول کر بغیر سجدہ سہو کے دونوں طرف سلام پھیر دیا، اور قبلہ رخ بیٹھے ہوئے تسبیحات میں مشغول ہوگیا تو تھوڑی دیر بعد یاد آیا تو ایسے شخص کی نماز کا حکم؟

☐ نماز صحیح ہوگئی۔ ☐ سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کرے۔

☐ نماز واجب الاعادہ ہے۔

(۱۳) ایک شخص نے بھول کر ثناء چھوڑ دی اور عمداً رکوع و سجود کی تسبیحات نہیں پڑھیں تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

☐ نماز بغیر سجدہ سہو صحیح ہے۔ ☐ سجدہ سہو واجب ہے۔

☐ نماز فاسد ہوگئی، واجب الاعادہ ہے۔

(۱۴) امام نے قرأت میں غلطی کی جس سے معنی بگڑ کر الٹ ہوگیا۔۔۔۔۔تو۔۔۔۔۔۔

☐ نماز بغیر سجدہ سہو صحیح ہے۔ ☐ سجدہ سہو واجب ہے۔

☐ نماز فاسد ہوگئی، واجب الاعادہ ہے۔

(۱۵) امام نے قرأت میں ایسی غلطی کی جس سے معنی بدل گیا، پھر بھول کر سورۃ چھوڑ دی، اور دوسری

رکعت میں بھول کر قومہ چھوٹ گیا،اور بھول کر تین سجدے کر لئے ،اور عمداً قعدہ اخیرہ کی دعا ترک کر دی......
تو......

☐ نماز بغیر سجدہ سہو صحیح ہے۔ ☐ ایک سجدہ سہو واجب ہے۔
☐ نماز فاسد ہوگئی۔

(۱۶) اگر مسبوق نے امام کے ساتھ بھول کر اس طرح سلام پھیرا کہ امام کے لفظ سلام کی میم کے بعد مسبوق نے سلام کی میم کہی تو

☐ سجدہ سہو نماز درست ہے۔ ☐ سجدہ سہو واجب ہے۔☐ نماز فاسد ہوگئی۔

(۱۷) کسی نے بھول سے الحمد کی جگہ پورا تشہد پڑھ لیا تو

☐ فرض قراءت میں تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہے۔
☐ سجدہ سہو واجب نہیں ہے ☐ نماز باطل ہوگئی

(۱۸) اگر کوئی شخص قعدہ اخیرہ میں تشہد، درود شریف اور دعا کے بعد عمداً تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کی مقدار خاموش رہا اور پھر سلام پھیر دیا تو

☐ سجدہ سہو واجب ہے۔ ☐ نماز صحیح ہوگئی ہے۔ ☐ نماز واجب الاعادہ ہے

(۱۹) کسی شخص نے وتر میں دعائے قنوت کی جگہ ''التحیات'' یا ''فاتحہ'' پڑھ لی تو

☐ سجدہ سہو واجب ہے۔☐ نماز واجب الاعادہ ہے۔
☐ بغیر سجدہ سہو کے صحیح ہے۔

(۲۰) اگر تشہد کے کچھ الفاظ بھول کر چھوٹ گئے تو

☐ سجدہ سہو واجب ہے ☐ نماز صحیح ہے۔
☐ نماز واجب الاعادہ ہے۔

✥✥✥✥

سجدۂ تلاوت کے احکام

عَنْ اِبنِ عُمَرَ رضی اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّه قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰهُ علیه وسلم یَقْرَأُ عَلَیْنَا الْقُرْآنَ فَاِذَا مَرَّ بِالسَّجْدَةِ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَسَجَدْنَا مَعَهُ (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں) ہمارے سامنے قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے، آپ جب بھی کسی آیت سجدہ کو پڑھتے تو تکبیر کہتے ہوئے سجدہ کرتے تھے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کرتے۔ (ابوداؤد)

سجدۂ تلاوت کا مطلب :

قرآنِ کریم میں کل چودہ سجدۂ تلاوت ہیں۔ جہاں جہاں قرآنِ مجید کے کنارے پر سجدۂ لکھا ہوتا ہے اس آیت کو پڑھ کر سجدۂ کرنا واجب ہوتا ہے۔ اور اسی کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں سجدہ تلاوت کے مقام

وہ چودہ مقامات یہ ہیں:

۱۔ سورۃالاعراف۔
۲۔ سورۃالرّعد۔
۳۔ سورۃالنّحل۔
۴۔ سورۃبنی اسرائیل۔
۵۔ سورۃمریم۔
۶۔ سورۃالحج میں پہلا سجدہ۔
۷۔ سورۃالفرقان۔
۸۔ سورۃالنّمل۔
۹۔ سورۃالٓمٓ السّجدہ۔
۱۰۔ سورۃص
۱۱۔ سورۃحٰمٓ السّجدہ۔
۱۲۔ سورۃالنّجم۔
۱۳۔ سورۃالانشقاق۔
۱۴۔ سورۃالعلق

سجدۂ تلاوت کب واجب ہوتا ہے :

مندرجہ ذیل تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت بھی پائی جائے تو سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہوتا ہے۔

پہلی صورت :

جب کوئی شخص آیتِ سجدہ تلاوت کرے خواہ وہ آیت جس نے تلاوت کی ہے خود سنے یا نہ سنے سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔

یاد رہے کہ سجدۂ تلاوت واجب ہونے کیلئے پوری آیت کا تلاوت کرنا ضروری نہیں ہے اگر کسی شخص نے آیت میں سجدے والا لفظ اور اسکے ساتھ کم از کم ایک لفظ پہلے کا یا بعد کا ملا کر پڑھ لیا تو سجدۂ تلاوت واجب ہو گیا۔

چنانچہ اگر کسی شخص نے خود سجدے والا لفظ نہیں پڑھا، اگر چہ باقی ساری آیتیں پڑھ لیں یا خود سجدے والا لفظ تو پڑھا مگر اسکے ساتھ پہلے یا بعد کا لفظ نہیں پڑھا تو سجدہ واجب نہیں ہوگا۔

دوسری صورت :

اگر کسی شخص نے آیتِ سجدہ سن لی تو اس پر بھی "سجدہ تلاوت" واجب ہے۔ خواہ اس نے جان بوجھ کر سنی یا بغیر ارادہ کے کان میں آواز آ گئی۔

تیسری صورت :

اگر کوئی شخص جماعت کی نماز میں شریک ہے اور امام نے سجدہ کی آیت تلاوت کی تو امام کی طرح مقتدی پر بھی سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے خواہ مقتدی نے امام سے وہ آیت سنی ہو یا نہ سنی ہو، نماز خواہ جہری ہو یا سرّی۔

خلاصہ : سجدۂ تلاوت تین صورتوں میں واجب ہوتا ہے۔

(۱) پڑھنا (۲) سننا (۳) کسی کی اقتداء میں ہونا۔

جن صورتوں میں سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا :

درجِ ذیل صورتوں میں سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا:

(۱) مقتدی اگر اونچی آواز سے آیتِ سجدہ تلاوت کرے تو نہ خود مقتدی پر سجدہ واجب ہوتا ہے نہ امام پر اور نہ اس نماز میں شریک دوسرے مقتدیوں پر۔

البتہ وہ لوگ جو مقتدی کے ساتھ اس نماز میں شریک نہیں ہیں (خواہ وہ سرے سے نماز ہی نہ پڑھتے ہوں یا کوئی دوسری نماز ادا کر رہے ہوں) اگر آیتِ سجدہ سن لی تو ان پر سجدہ واجب ہو جائے گا۔

(۲) حائضہ اور نفاس والی عورت اگر آیتِ سجدہ سن لے یا تلاوت کرے (اگر چہ اس کے لئے تلاوت کرنا جائز نہیں تھا) تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوتا۔

البتہ جنبی (آدمی یا عورت) اگر آیتِ سجدہ سن لے یا پڑھ لے (اگر چہ اس کیلئے پڑھنا جائز نہیں ہے) تو اس پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

(۳) غیر مکلف (نابالغ، مجنون، کافر) اور نائم (سونے والا) پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

(۴) آدمی کے علاوہ کسی دوسرے جاندار (مثلاً طوطا وغیرہ) سے آیتِ سجدہ سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا۔

(۵) کسی بھی ایسے آلہ کے ذریعے آیتِ سجدہ سننے سے جو آلہ آواز کی حکایت اور نقل (COPY) کر رہا ہو سجدہ واجب نہیں ہوتا جیسے ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، یا سی ڈی پر آیتِ سجدہ سننا۔

یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب ریڈیو وغیرہ پر تلاوت براہ راست نہ ہو لیکن اگر ریڈیو وغیرہ پر براہ راست تلاوت نشر ہو رہی ہو جیسے حرم کی تراویح براہ راست نشر ہوتی ہے تو آیتِ سجدہ سننے پر سجدہ واجب ہوگا۔

البتہ وہ آلات جو آواز کی حکایت اور نقل کی بجائے اسی آواز کو بلند کرتے ہیں جیسے آلۂ مکبّر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) ان سے اگر آیتِ سجدہ سن لے تو سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

سجدۂ تلاوت کے وجوب کی نوعیّت :

آیتِ سجدہ کے نماز کی حالت میں یا نماز سے باہر تلاوت کرنے کی صورت میں اس کے وجوب کی نوعیّت میں بڑا فرق پڑتا ہے۔

اگر آیتِ سجدہ نماز سے باہر تلاوت کی تو اس کے وجوب میں کافی وسعت ہے ۔فوراً ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔لہٰذا کوئی شخص سجدۂ مؤخر کر دے تو گناہ گار نہ ہوگا البتہ ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

اور اگر آیتِ سجدہ نماز کی حالت میں تلاوت کی تو فوراً سجدہ کرنا ضروری ہے اگر فوراً سجدہ نہ کیا تو یہ شخص گناہگار ہوگا۔

فوراً کی مقدار یہ ہے کہ آیتِ سجدہ تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کرنے میں اتنی تاخیر نہ کرے جس میں آدمی تین آیتوں سے زیادہ تلاوت کر سکتا ہو۔

اگر اتنی تاخیر ہوگئی جسمیں تین آیتوں سے زیادہ تلاوت ہوسکتی ہو تو یہ شخص تاخیر کی وجہ سے گناہگار ہوگا اور یہ سجدہ قضاء ہو جائیگا۔

اب اگر یہ شخص نماز کی حالت میں ہے تو اس شخص پر نماز کے دوران اس سجدہ کی قضاء واجب ہے اگر اس شخص نے نماز کی حالت میں سجدے کی قضاء نہ کی اور نماز مکمل کر لی تو یہ سجدہ ہمیشہ کیلئے اس کے ذمہ واجب رہے گا جس کی قضاء

کی کوئی صورت نہیں ہے۔اب سوائے توبہ واستغفار کے کوئی چارہ نہیں ہے۔

اگر نماز کی حالت میں آیتِ سجدہ تلاوت کی اور فوراً کی مقدار (تین سے زیادہ آیتوں کی تلاوت کی بقدر) سے پہلے رکوع کرلیا اور اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرلی تو سجدہ ادا ہوجائیگا۔

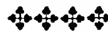
اگر فوراً کی مقدار سے پہلے سجدۂ نماز ادا کرلیا تو بھی سجدۂ تلاوت ادا ہوجائیگا خواہ نماز کے سجدے میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرے یا نہیں کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رکوع میں "سجدہ تلاوت" ادا ہونے کے لئے نیت شرط ہے مگر سجدے میں بغیر نیت کے بھی سجدہ تلاوت ادا ہوجاتا ہے۔

سجدۂ تلاوت ادا کرنے کی کیفیت :

سجدۂ تلاوت ادا کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ تکبیر کہتا ہوا سجدے میں چلا جائے اور کم از کم تین دفعہ "سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی" پڑھے اور تکبیر کہتا ہوا سجدے سے اٹھ جائے۔سجدہ کے بعد تشہد اور سلام وغیرہ کچھ نہ پڑھے۔

سجدۂ تلاوت میں زمین پر پیشانی لگانا، یا اسکے قائم مقام رکوع یا مریض کا اشارہ کرنا "رکن" ہے۔دو تکبیریں کہنا "سنّت" ہے اور سجدے کیلئے کھڑے ہونا "مستحب" ہے اور سجدۂ تلاوت کیلئے وہی شرائط ہیں جو نماز کیلئے ہیں سوائے تکبیرِ تحریمہ کے جو کہ نماز میں شرط ہے لیکن سجدۂ تلاوت میں نہیں۔



آیتِ سجدہ کئی بار تلاوت کرنا:

آیتِ سجدہ کو کئی بار تلاوت کرنے کی عقلی طور پر چار صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے ایک ہی آیتِ سجدہ بار بار تلاوت کرتا رہے اس صورت میں اتحادِ مجلس بھی ہے اور اتحاد آیت بھی۔

(۲) ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے مختلف آیاتِ سجدہ تلاوت کرتا رہے اس صورت میں اتحادِ مجلس تو ہے مگر اتحاد آیت نہیں۔

(۳) مختلف نشستوں میں ایک ہی آیتِ سجدہ بار بار تلاوت کرتا رہے اس صورت میں اتحاد آیت تو ہے مگر اتحاد مجلس نہیں۔

(۴) مختلف نشستوں میں مختلف آیاتِ سجدہ تلاوت کرتا رہے اس صورت میں اتحاد مجلس ہے نہ اتحاد آیت۔

سجدۂ تلاوت واجب ہونے کا اصول :

ان مختلف عقلی صورتوں میں سجدۂ تلاوت واجب ہونے کا اصول یہ ہے کہ وہ صورت جس میں اتحاد مجلس اوراتحادِ آیت دونوں بیک وقت پائی جائیں تو اس میں سجدۂ تلاوت میں تداخل ہوجائیگا۔ اگرصرف اتحاد مجلس ہواتحاد آیت نہ ہو۔ یااس کے برعکس اتحادآیت تو ہومگراتحادمجلس نہ ہو، یااتحادِآیت اوراتحادمجلس دونوں نہ ہوں تو جتنی بارآیت سجدہ تلاوت کرے گا اتنے ہی سجدے واجب ہونگے تداخل ہوکرایک ہی سجدہ واجب نہ ہوگا۔

اصول کی تشریح :

اس ضابطےاوراصول کی تشریح یہ ہے کہ اگرتلاوت کرنے والا ایک ہی نشست میں بیٹھے بیٹھے ایک ہی آیت باربارتلاوت کرےتواس صورت میں ایک ہی سجدہ تلاوت واجب ہوگا۔لیکن اگرتلاوت کرنے والے کی نشست تبدیل ہوتی رہی تواس صورت میں جتنی باربھی آیتِ سجدہ تلاوت کرے گا اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے۔

چنانچہ اس اصول کی روشنی میں اگرہم اوپرذکرکردہ چاروں عقلی صورتوں کا جائزہ لیں توصرف پہلی صورت میں ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔باقی تینوں صورتوں میں جتنی آیاتِ سجدہ تلاوت کرے گا اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے۔وجہ تھوڑے سے غوروفکرسے صاف معلوم ہورہی ہے۔

یاد رہے کہ اوپرتحریرکردہ تفصیل تلاوت کرنے والے قاری کے بارے میں ہے۔ بعینہٖ یہی تفصیل سامع (قرآنِ کریم کی تلاوت سننے والے) کے بارے میں ہے۔ چنانچہ اگرسامع کی صورت میں اتحادِمجلس (ایک ہی نشست) اوراتحادِآیت (ایک ہی آیتِ سجدہ) پائی جائے تو اس پرسماع کی وجہ سے ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔چاہے تلاوت کرنے والے کی نشست اورمجلس بدلتی رہے جس کے نتیجے میں تلاوت کرنے والے پرمختلف سجدے واجب ہوتے رہیں۔

سجدۂ تلاوت سے متعلق اصول :

اگرکوئی شخص مباح اوقات میں آیتِ سجدہ تلاوت کرےاورمکروہ اوقات میں سجدہ کرےتو یہ سجدہ ادانہ ہوگا۔اور اگرکوئی شخص مکروہ اوقات میں آیتِ سجدہ تلاوت کرےاورمکروہ اوقات یامباح اوقات میں سجدہ کرلےتو سجدہ اداہوجائیگا۔

وجہ صاف ظاہر ہے کہ پہلی صورت میں سجدہ کامل واجب ہواتھااورادائیگی (ناقص وقت کی وجہ سے) ناقص ہورہی ہے جبکہ دوسری صورت میں وجوب ناقص ہواہےاوراسکی ادائیگی بھی ناقص ہورہی ہے یا کامل وقت میں ہورہی ہے۔

❖❖❖❖❖

عملی مشق

سوال نمبرا

درج ذیل صورتوں کوغور سے پڑھیے اور حکم شرعی کی روشنی میں متعلقہ خانے میں پر کیجئے:

صورتِ مسئلہ	سجدہ سہو واجب ہے	سجدہ سہو واجب نہیں
(۱) امجد نے ریڈیو سے براہ راست حرم کعبہ سے نشر ہونے والی تراویح میں مکمل سورۃ البقرہ سن لی۔		
(۲) افضل نے مسجد میں سورۃ الاقراء تلاوت کی مگر آخری پانچ آیتیں چھوڑ دیں۔		
(۳) محمد نے کیسٹ میں ریکارڈ مکمل قرآن کریم سنا۔		
(۴) اسپیکر پر ہونے والی نماز تراویح میں آیت سجدہ کی تلاوت جسے اہل محلہ نے نہیں سنا۔		

سوال نمبر۲

درج ذیل صورتوں میں جتنے سجدے واجب ہوتے ہیں انکی تعداد متعلقہ خانے میں ہندسوں کے اندر لکھیں:

(۱) فرحان نے ایک ہی نشست میں پورا قرآن مجید دوبار ختم کرلیا۔ ☐

(۲) حبیب نے سورۃ الفرقان ایک مرتبہ مسجد میں دوسری مرتبہ یہی سورت گھر میں، تیسری مرتبہ دکان میں پڑھی اور گھر پہنچ کر سورۃ الحج اور یٰسین تلاوت کی۔ ☐

(۳) محمود نے ایک جگہ بیٹھے بیٹھے عبداللہ سے سورۃ الاعراف، سورۃ الرعد، سورۃ النحل اور سورۃ الکہف سنی۔ جبکہ عبداللہ چہل قدمی کرتے ہوئے تلاوت کرتا رہا۔ ☐

(۴) عبدالرحمٰن کو سورۃ اقراء، اور سورۃ القدر یاد کرنا تھی چنانچہ اس نے ایک جگہ بیٹھ کر

کم از کم دس مرتبہ دونوں سورتیں تلاوت کیں۔ ☐

(۵) عارف نے سورۃ الحج مسجد میں بیٹھ کر دو مرتبہ، سورۃ مریم، راستہ میں چلتے ہوئے پانچ مرتبہ، اور گھر پہنچ کر سورۃ الم السجدہ، حم السجدہ، العلق اور العادیات دو مرتبہ تلاوت کی پھر دوران سیر مکمل قرآن مجید ختم کرلیا۔ ☐

سوال نمبر ۳

درج ذیل مسائل میں سے غلط مسائل کی نشاندہی کر کے سامنے دی گئی جگہ پر صرف غلط مقام کی تصحیح کریں:

(۱) قرآن مجید میں کل پندرہ سجدہ تلاوت ہیں۔	(۱)
(۲) سورۃ النمل میں بھی سجدہ تلاوت ہے۔	(۲)
(۳) آیت سجدہ پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے، خواہ سجدے والا لفظ نہ پڑھے۔	(۳)
(۴) اقتداء سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے، خواہ مقتدی آیت سجدہ نہ سنے۔	(۴)
(۵) مباح اوقات میں آیت سجدہ تلاوت کرے اور مکروہ اوقات میں ادا کرے تو سجدہ ادا نہ ہوگا۔	(۵)
(۶) قیام کے دوران آیت سجدہ تلاوت کی اور فوراً رکوع میں چلا گیا لیکن سجدہ کی نیت نہیں کی تو سجدہ ادا نہیں ہوگا۔	

سوال نمبر ۴

خالی جگہ مکمل کریں:

(۱) مقاماتِ سجدہ تلاوت میں سے ایک مقام..........میں ہے۔

(سورۃ الاعراف، سورۃ التوبہ، سورۃ آل عمران)

(۲) سجدہ تلاوت نماز سے باہر تلاوت کی اور سجدہ کو مؤخر کر دیا تو یہ............ ہے۔

(مکروہ تحریمی، تنزیہی، جائز)

(۳) نماز میں آیت سجدہ تلاوت کرنے کی صورت میں سجدہ کو مؤخر کرنا............ ہے۔

(واجب، ناجائز، جائز)

(۴) نماز میں آیت سجدہ تلاوت کرنے کی صورت میں نماز کے اندر سجدہ نہیں کیا تو باہر------ کرسکتا ہے۔

(قضاء، قضاء نہیں)

(۵) اتحاد مجلس اور............ دونوں پائیں جائیں

(اتحاد وقت، اتحاد آیت، اتحاد زمانہ)

تو سجدہ تلاوت............ ہو جاتا ہے۔

(معاف، تداخل، ساقط)

(۴) مکروہ اوقات میں واجب شدہ سجدہ تلاوت .... اوقات میں ادا کرنے سے ادا ہو جاتا ہے۔

(ممنوع، مکروہ، مباح)

سوال نمبر ۵

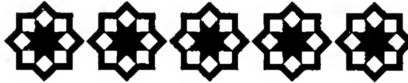
صحیح جوابات کا انتخاب کریں

سوال: درج ذیل صورتوں میں سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا:

☐ مقتدی اونچی آواز سے آیت سجدہ تلاوت کرے

- ☐ حائضہ عورت اگر آیت سجدہ تلاوت کرے
- ☐ جنبی آیت سجدہ تلاوت کرے
- ☐ نابالغ یا مجنون آیت سجدہ تلاوت کرے
- ☐ آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کے واسطے آیت سجدہ سننے سے





صلوٰۃ الاستسقاء کے احکام

رَوَی ابوداؤد فِی "سُنَنِہ" عَنْ عَبْدُاللّٰہِ بِنْ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم صَلّٰی فِی الْاِسْتِسْقَاءِ رَکْعَتَیْنِ کَصَلَاۃِ الْعِیْدِ. (ابوداؤد)

امام ابوداؤد نے اپنی کتاب "سنن" میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء کی نماز میں نماز عید کی طرح دو رکعتیں نماز اشراق کے بعد ادا کی ہیں۔ (ابوداؤد)

استسقاء کا مطلب :

استسقاء کے لغوی معنی "پانی طلب کرنے" کے ہیں اور شریعتِ مطہرہ کی اصطلاح میں اسکا مطلب یہ ہے کہ جب خشک سالی ہو اور پانی کی ضرورت ہو تو بندوں کا اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی ظاہر کرتے ہوئے پانی اور بارش مانگنا۔

ایسے موقع پر نمازِ عیدین کی طرح ایک نماز مسنون ہے جسے "صلوٰۃ الاستسقاء" کہتے ہیں۔

صلواۃ الاستسقاء کے لئے کرنے کے کام:

(۱) سب سے پہلے تمام لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور اہلِ حق کے حقوق ادا کریں۔

(۲) اللہ رب العزت کے تقرب کے حصول کے لئے صدقہ وغیرہ کریں۔

(۳) اپنے ہمراہ صلواۃ الاستسقاء کے لئے ضعیف اور چھوٹے بچوں کو بھی لے جائیں اور جاتے وقت پیدل جائیں۔

(۴) صلواۃ الاستسقاء کی ادائیگی سے قبل غسل کریں اور منہ کی صفائی کے لئے مسواک استعمال کریں۔

(۵) معمولی لباس پہنیں اور اپنے کپڑوں پر خوشبو نہ لگائیں۔

(۶) اپنے ساتھ کسی کافر کو نہ لے جائیں۔

صلواۃ الاستسقاء کا طریقہ:

صلواۃ الاستسقاء کو مندرجہ ذیل طریقہ کے مطابق ادا کیا جائے۔

- اذان اور اقامت کے بغیر امام لوگوں کو دو رکعت پڑھائے۔

◉ قرأت جہراً کرے جیسا کہ عیدین کی نماز میں ہوتا ہے۔

◉ لوگوں کو جمع کرنے کے لئے "الصلواۃ جامعۃ" کے الفاظ کے ساتھ آواز لگائی جائے۔

◉ مستحب یہ ہے کہ ان دو رکعتوں میں پہلی رکعت میں "سبح اسم ربک الاعلیٰ" اور دوسری رکعت میں "ھل اتاک حدیث الغاشیۃ" پڑھے۔

◉ نماز کے بعد امام دو خطبے پڑھے۔ اور قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ رب العزت سے بارش کی دعا مانگے اور سب حاضرین بھی دعا کریں۔

◉ دعا کے وقت امام اپنی چادر کو بھی الٹے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر چادر چار کونوں والی ہو تو اس کی اوپر والی جانب نیچے اور نیچے والی جانب اوپر کر لے اور اگر وہ جبہ وغیرہ ہو تو اس کی دائیں جانب بائیں طرف اور بائیں جانب دائیں طرف کر دے۔

صلواۃ الاستسقاء سے متعلق دیگر ضروری مسائل:

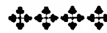
◉ صلواۃ الاستسقاء کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہے۔ ہاں جن اوقات میں نماز ادا کرنا منع ہے تو ایسے اوقات میں نماز ادا نہ کی جائے۔

◉ صلواۃ الاستسقاء میں تمام وہ لوگ شرکت کریں جو چلنے پر قادر ہوں خواہ وہ چھوٹے بچے ہو یا بوڑھے افراد اپنے ساتھ جانوروں کو بھی لے جائیں۔

◉ اگر بارش نہ ہو تو تین دن تک متواتر نماز استسقاء ادا کریں۔ تین دن کے بعد گھروں کو لوٹ آئیں۔ اگرچہ بارش نہ ہو۔ کیونکہ تین دن سے زیادہ ثابت نہیں ہے۔

◉ اگر ایک مرتبہ نماز پڑھنے سے بارش ہو جائے تب بھی تین دن پورے کریں۔

◉ ان تین دنوں میں روزہ رکھنا بھی مستحب ہے۔



عملی مشق

سوال نمبرا

درج ذیل مسائل میں سے صحیح کے سامنے (✓)اور غلط کے سامنے (×) کا نشان لگائیں۔ صحیح/غلط

(۱) صلوٰۃ الاستسقاء نماز عیدین کی طرح واجب ہے۔ ☐ ☐

(۲) امام ابوحنیفہ کے نزدیک صلوٰۃ الاستسقاء کی جماعت مسنون نہیں ہے۔ ☐ ☐

(۳) صلوٰۃ الاستسقاء میں چار رکعتیں پڑھنا سنت ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر۲

صحیح جواب منتخب کریں:

☆ صلاۃ الاستسقاء میں درج ذیل باتیں مسنون ہیں

☐ نماز سے پہلے غسل کرنا۔

☐ عمدہ کپڑے پہننا۔

☐ نماز باجماعت

☐ ادا کرنا اور امام کا قرأت میں جہر اختیار کرنا۔

☐ نماز کے بعد ایک خطبہ دینا۔

☐ آبادی سے باہر تین دن تک ویرانے میں رہنا۔



صلوٰۃ الکسوف کے احکام

رَوَی البخاریؒ عن ابی بَکْرَۃؓ اَنَّہٗ قَالَ خَسفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَخَرَجَ یَجُرُّ رِدَائَہٗ، حتی انتھٰی اِلَی الْمَسْجِدِ وَثَابَ النّاسُ اِلَیہِ، فَصَلّٰی بِھِمْ رَکْعَتَیْنِ، فَانْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ: اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ وَاِنَّھُمَا لَا یَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِہٖ وَلٰکِنْ یُّخَوِّفُ اللّٰہُ بِھِمَا عِبَادَہٗ، فَاِذَا کَانَ ذٰلِکَ فَصَلُّوْا حَتّٰی یَنْکَشِفَ مَا بِکُمْ. (البخاری)

امام بخاری نے حضرت ابوبکرہؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے مبارک میں سورج کو گرہن لگ گیا، آپ ﷺ اپنی اوڑھنے والی چادر سنبھالتے ہوئے باہر تشریف لائے اور مسجد میں تشریف لے گئے اور دوسرے حضرات بھی آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے دو رکعت باجماعت پڑھائیں۔ فوراً سورج کا گرہن ختم ہو گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ انہیں کسی کی وفات یا کسی کی پیدائش کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ ہاں! اصل بات یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے (گرہن کے) ذریعے لوگوں کو ڈراتے ہیں۔ لہٰذا جب کبھی ایسا واقعہ رونما ہو تو تم اس وقت تک نماز پڑھا کرو۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ پیش آنے والے اس (گرہن کے) معاملے کو ختم نہ فرمائیں۔



"صلوٰۃ الکسوف" اور "صلوٰۃ الخسوف":

اگر سورج کو گرہن لگ جائے تو ایسے موقع پر دو یا چار رکعت نماز پڑھنا سنّتِ مؤکدہ ہے۔ ایسی نماز کو "صلوٰۃ الکسوف" کہتے ہیں۔

اور ایسی نماز جو چاند گرہن کے موقع پر پڑھی جائے وہ "صلوٰۃ الخسوف" کہلاتی ہے۔



صلوٰۃ الکسوف پڑھنے کا طریقہ:

صلوٰۃ الکسوف کی دو یا چار رکعت با جماعت پڑھنا افضل ہے۔

صلوٰۃ الکسوف میں اذان اقامت اور خطبہ مشروع نہیں ہے بلکہ ایسے موقع پر "الصلوٰۃ جامعۃ" (یعنی نماز کھڑی ہونے والی ہے) کہنا چاہئے۔

امام کیلئے مسنون ہے کہ وہ صلوٰۃ الکسوف میں اونچی آواز سے قرأت کرے اور رکوع وسجود خوب لمبا کرے۔

جب امام نماز سے فارغ ہوجائے تو اسے چاہئے کہ وہ دعا مانگنا شروع کرے اور مقتدی اس کی دعا پر آمین کہتے رہیں اور دعا ومناجات کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھیں جب تک سورج اچھی طرح روشن نہ ہوجائے اور گرہن ختم نہ ہوجائے۔

"صلوٰۃ الخسوف" (چاند گرہن کی نماز) میں تمام لوگ انفرادی طور پر نماز پڑھیں۔ اس میں جماعت مسنون نہیں ہے۔



عملی مشق

سوال نمبر ۱

سامنے دیئے گئے الفاظ میں سے موزوں لفظ چن کر خالی جگہیں پر کریں:

(۱) اگر سورج کو گرہن لگ جائے تو ایسے موقع پر.............. (دو یا چار، آٹھ، دس)

رکعت نماز پڑھنا........... ہے۔ (واجب، سنت مؤکدہ)

(۲) صلوٰۃ الکسوف میں نماز با جماعت پڑھنا........... ہے۔ (مکروہ، افضل، سنت)

(۳) صلوٰۃ الکسوف میں امام قرأت، رکوع اور سجود........... کرے۔ (مختصر، معتدل، خوب لمبے)

سوال نمبر ۲

صحیح جواب کا انتخاب کریں:

☆ صلوٰۃ الخسوف!

☐ ہر آدمی انفرادی طور پر نماز پڑھے۔

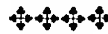
☐ یہ نماز سورج گرہن کے موقع پر پڑھی جاتی ہے۔

عیدین کے احکام

رَوَی اَبوداود فِی "سُنَنِہٖ" عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّہٗ قَالَ: قَدِمَ النَبِیُّ ﷺ الْمَدِیْنَۃَ وَلَہٗ یَوْمَانِ یَلْعَبُوْنَ فِیْھِمَا، فَقَالَ مَاھٰذَانِ الْیَوْمَانِ؟ قَالُوْا کُنَّانَلْعَبُ فِیْھِمَافِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَقَالَ رَسُول اللّٰہِ ﷺ "قَدْاَبْدَلَکُمُ اللّٰہُ بِھِمَاخَیْرًامِّنْھَا، یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ".

(ابوداؤد)

امام ابوداؤد کی کتاب "سنن ابی داؤد "میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جن دنوں آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو اہلِ مدینہ کے دودن مخصوص تھے جن میں وہ کھیل کود کرتے اور عید مناتے ۔آپ ﷺ نے استفسار فرمایا کہ یہ دودن کیا ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم زمانہ جاہلیت سے ان دنوں میں کھیل کود کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ "ان دودنوں کے عوض اللہ تعالیٰ نے ان سے بہتر دنوں میں بدل دیا ہے۔ایک بقرعید کا دن، دوسرے عیدالفطر کا دن۔



عیدین کا حکم :

عیدین کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

عیدالفطر (یکم شوال) اور عیدالاضحیٰ (دسویں ذی الحجہ) کے دن جب سورج ایک نیزے کے برابر بلند ہوجائے (یعنی ہمارے کیلنڈروں کے حساب سے اشراق کا وقت ہوجائے) تو باجماعت دورکعت پڑھنا واجب ہے۔

عیدین کی دونوں نمازوں میں چھ مزید تکبیریں کہنا واجب ہے، جن میں سے تین تکبیریں پہلی رکعت میں "ثناء" کے بعد واجب ہیں اور باقی تین تکبیریں دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے کہنا واجب ہے۔

اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد خطبہ پڑھنا سنّت ہے اور سننا واجب ہے۔



نمازِ عیدین کے واجب ہونے کی شرائط :

نمازِ عیدین کے واجب ہونے کی وہی شرائط ہیں جو نمازِ جمعہ کے واجب ہونے کیلئے ہیں۔ چنانچہ نمازِ عیدین

اس شخص پر واجب ہوتی ہے جو:

(۱) مرد ہو۔ لہٰذا عورت پر نمازِ عیدین واجب نہیں۔

(۲) تندرست ہو۔ لہٰذا بیمار پر نمازِ عیدین واجب نہیں

(۳) مقیم ہو۔ لہٰذا مسافر پر نمازِ عیدین واجب نہیں

(۴) آزاد ہو۔ لہٰذا غلام پر نمازِ عیدین واجب نہیں

(۵) بینا ہو۔ لہٰذا نابینا پر نمازِ عیدین واجب نہیں

(۶) مامون ہو۔ لہٰذا ایسا شخص جسے راستے کا امن حاصل نہ ہو کسی بھی دشمن انسان یا حیوان کا خوف ہو تو اس پر نمازِ عیدین واجب نہیں۔

(۷) راستہ چلنے پر قدرت رکھتا ہو۔ چنانچہ ایسا شخص جو کسی بھی وجہ سے چلنے پر قدرت نہیں رکھتا اس پر نمازِ عیدین واجب نہیں۔

◉ مندرجہ بالا افراد میں سے کوئی بھی شخص جس پر کسی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے نمازِ عیدین واجب نہیں تھی لیکن اس نے لوگوں کے ساتھ ملکر نماز پڑھ لی تو اسکی نماز صحیح ہو جائیگی۔



نمازِ عیدین کے صحیح ہونے کی شرائط :

اگر کسی شخص پر نمازِ عید واجب ہو جائے تو اس کے صحیح ہونے کیلئے ضروری ہے کہ درجِ ذیل تمام شرائط پائی جائیں:

(ا) شہر یا اسکے فناء کا ہونا۔ (فناءِ شہر کی تفصیل مسافر کے احکام میں گذر چکی ہے وہاں دیکھ لی جائے)

(۲) بادشاہ یا اسکا نائب ہونا۔ (قاضی، وزیر، گورنر، بادشاہ کا مقرر کردہ آدمی)

(۳) اذنِ عام ہونا۔ (اس کا مطلب کے مسائل میں دیکھ لیا جائے)

(۴) جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا۔ (یاد رہے کہ امام کیساتھ کی طرح دو سے زیادہ مقتدی ہونا شرط ہے)

(۵) وقت ہونا۔ (نمازِ عید کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب سورج نیزے کے برابر بلند ہو جائے اور ہمارے حساب میں اشراق کا وقت ہو جائے اور زوالِ شمس کیساتھ اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔



◉ نمازِ عید بن خطبہ کے بغیر بھی صحیح ہو جاتی ہے، تاہم ایسا کرنا مکروہ ہے۔

◉ خطبہ نمازِ عیدین سے پہلے دے دیا جائے۔ تب بھی نماز صحیح ہو جاتی ہے، تاہم ایسا کرنا مکروہ ہے۔

عید الفطر کے دن کے مستحبات :

عید الفطر کے دن میں درجِ ذیل باتوں کا خیال رکھنا مستحب ہے:

(۱) نیند سے جلدی بیدار ہونا۔

(۲) صبح کی نماز محلّے کی مسجد میں ادا کرنا۔

(۳) مسواک کرنا۔

(۴) غسل کرنا۔

(۵) اپنے کپڑوں میں سے بہترین لباس زیب تن کرنا۔

(۶) خوشبو لگانا۔

(۷) عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز (مثلاً کھجور وغیرہ) تناول کرنا۔

(۸) اگر صدقہ فطر واجب ہو تو عیدگاہ جانے سے پہلے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا۔

(۹) بقدرِ وسعت صدقہ وخیرات کا خوب اہتمام کرنا۔

(۱۰) خوشی اور فرحت کا اظہار کرنا۔

(۱۱) عیدگاہ جلدی اور پیدل پہنچنا۔

(۱۲) عیدگاہ جاتے ہوئے آہستہ آہستہ تکبیرِ تشریق کہنا۔

تکبیر کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

(۱۳) ایک راستے سے عیدگاہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس لوٹنا۔



عید الاضحیٰ کے دن کے مستحبات :

عید الاضحیٰ میں وہ تمام باتیں مستحب ہیں جو عید الفطر میں مستحب ہیں۔ صرف درجِ ذیل باتوں کا فرق ہے:

(۱) عید الاضحیٰ میں نمازِ عید سے فارغ ہو کر قربانی کے گوشت سے کھانا۔

(۳) راستے میں بلند آواز سے تکبیرِ تشریق کہنا۔

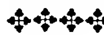
(۴) نمازِ عید کے خطبہ میں قربانی اور تکبیراتِ تشریق وغیرہ کے احکام بتلانا۔



نمازِ عیدین کی ادائیگی کا طریقہ :

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز ادا کرنے کا وہی طریقہ ہے جو عام نمازوں کی جماعت کا طریقہ ہے۔ البتہ ان میں زائد تکبیرات کہنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد امام اپنے ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھائے اور تکبیر کہے، اسی طرح تین مرتبہ کرے، مقتدی بھی ہر تکبیر میں یہی عمل کرے۔ ہر تکبیر میں ہاتھ اٹھانے کے بعد چھوڑ دیں، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑنے کے بجائے باندھ لیں۔

دوسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہوکر رکوع سے پہلے اسی طرح یہ تین تکبیرات مقتدی اور امام کہیں۔ پہلی رکعت اور دوسری رکعت کی تکبیروں میں فرق یہ ہے کہ پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھنے چاہئیں اور دوسری رکعت میں تیسری تکبیر کے بعد بھی ہاتھ چھوڑنے چاہئیں۔ چوتھی تکبیر کہتے ہوئے امام اور مقتدی رکوع کریں۔



تکبیراتِ تشریق کا حکم :

ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی نمازِ فجر سے لیکر ذی الحجہ کی تیرھویں تاریخ کی عصر تک (نمازِ عصر بھی شامل ہے) ہر شخص پر ایک مرتبہ (اگر مرد ہو تو بلند آواز سے اور اگر عورت ہو تو پست آواز سے) فرض نماز کے بعد تکبیرِ تشریق پڑھنا واجب ہے۔ خواہ جماعت سے نماز پڑھے یا اکیلا، مسافر ہو یا مقیم، مرد ہو یا عورت، شہری ہو یا دیہاتی۔

ایامِ ذی الحجہ کا ادب :

ہر ایسے شخص کے لئے جس پر قربانی واجب ہے، مستحب ہے کہ وہ یکم ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کے ذبح ہونے تک اپنے بالوں (موئے زیرِ ناف اور موئے بغل وغیرہ) اور ناخن وغیرہ تراشنے سے احتراز کرے۔ بشرطیکہ بال وغیرہ ان دنوں میں ممنوع حد تک نہ پہنچے ہوں۔



عملی مشق

سوال نمبر ۱

درج ذیل مسائل میں خط کشیدہ الفاظ کو خاص طور پر ذہن میں رکھتے ہوئے غلط اور صحیح کی نشان دہی کریں۔ صحیح/غلط

(۱) عیدین کی نماز باجماعت پڑھنا سنت ہے۔ ☐ ☐

(۲) عیدین کی دونوں نمازوں میں پانچ مزید تکبیریں کہنا واجب ہے۔ ☐ ☐

(۳) باقی تین تکبیریں دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے کہنا واجب ہے۔ ☐ ☐

(۴) نماز عیدین کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ نماز عید شہر یا عید گاہ میں ہو۔ ☐ ☐

(۵) عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا سنت ہے۔ ☐ ☐

(۶) عید الفطر کے موقع پر نماز عید کے خطبے میں تکبیرات تشریق کے احکام بتلانا مستحب ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر ۲

صحیح اور غلط کی نشاندہی کیجئے اگر بیان غلط ہے تو تصحیح کیجئے...... تصحیح کے لئے ایک سطر خالی ہے: صحیح/غلط

(۱) نماز عیدین واجب ہونے کی وہی شرائط ہیں جو نماز جمعہ کے واجب ہونے کی ہیں۔ ☐ ☐

....

(۲) نابینا شخص پر بھی نماز جمعہ واجب ہے۔ ☐ ☐

....

(۳) نماز عید خطبہ کے بغیر بھی صحیح ہو جاتی ہے۔ ☐ ☐

....

(۴) سورج نکلتے ہی نماز عید کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ ☐ ☐

....

(۵) عیدین کی دونوں رکعتوں میں چھ زائد تکبیریں رکوع سے پہلے ادا کی جاتی ہیں۔ ☐ ☐

....

(٦) عیدالاضحیٰ میں عیدگاہ جاتے ہوئے راستے میں تکبیرات تشریق کہنا مستحب ہے۔ ☐ ☐

....

سوال نمبر۳

عیدین کی شرائط، واجب اور مستحبات کی علیحدہ نشاندہی کیجئے:

(۱) نیند سے جلد بیدار ہونا۔

(۲) اذن عام ہونا۔

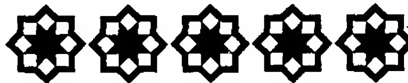
(۳) تکبیرات تشریق۔

(۴) عیدگاہ پیدل جانا۔

(۵) باجماعت نماز ادا کرنا

شرائط	واجب	مستحبات





جماعت کی نماز میں شامل ہونے کا بیان

جماعت کی نماز میں شامل ہونے کیلئے عموماً نمازی کو تین قسم کے احوال کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

(۱) یہ نماز شروع کر چکا ہے اور جماعت کھڑی ہو جائے۔

(۲) مسجد میں پہنچے اور پہلے سے جماعت شروع ہو چکی ہے۔

(۳) جماعت کی نماز کھڑی ہو چکی ہے اور یہ شخص مسجد سے نکلنا چاہتا ہے۔



پہلی حالت کا حکم :

اگر یہ حالت ہو کہ کوئی شخص تنہا نماز شروع کر چکا ہے اور جماعت کھڑی ہو جائے تو پھر اسکی مختلف صورتیں ہیں:

(ا) یہ تنہا اپنے فرض پڑھ رہا ہے کہ جماعت کھڑی ہو جائے۔

(ب) یہ سنتیں پڑھ رہا ہو کہ جماعت کھڑی ہو جائے۔

(یہ یاد رہے کہ دوسری صورت میں فجر اور ظہر کا وقت مراد ہے کیونکہ یہی وہ دو نمازیں ہیں جن سے پہلے سنتِ مؤکدہ ہے)

......اگر پہلی صورت ہو کہ فرض پڑھ رہا ہے اور جماعت کھڑی ہو جائے تو دیکھیں گے کہ وہ فرض رباعی (یعنی چار رکعت والی فرض نماز (جیسے ظہر، عصر اور عشاء) ہے یا رباعی نہیں ہے جیسے فجر اور مغرب کی نماز۔

اگر وہ فرض نماز رباعی ہے تو اسکی مختلف حالتیں ہیں۔ جن کے احکام بھی مختلف ہیں:

(ا) اگر اس نے نماز شروع ہی کی تھی کہ ابھی تک پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تھا تو یہ شخص کھڑے کھڑے سلام پھیر کر نماز توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے جب تک پہلی رکعت کا سجدہ نہ ہوا ہو تو نماز کو مزید بہتری کے خاطر توڑا جا سکتا ہے۔

(ب) اور اگر اس نے رباعی نماز میں پہلی رکعت سجدے کیساتھ مکمل کر لی تو اب جماعت کھڑی ہونے کی صورت میں نماز نہ توڑے۔ بلکہ اس ایک رکعت کیساتھ مزید ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے یہ دو رکعتیں اس کیلئے نفل ہو جائیں گی۔ اور یہ شخص فرضوں کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جائے۔

(ج) اگر یہ دو رکعتیں پڑھ کر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو چکا تھا کہ جماعت کھڑی ہو گئی تو اگر اس نے تیسری

رکعت کا سجدہ نہیں کیا تھا تو یہ شخص کھڑے کھڑے سلام پھیر کر نماز توڑ دے اور جماعت میں فرض کی نیت سے شامل ہوجائے اور وہ دو رکعتیں جو تنہا پڑھ چکا ہے نفل ہو جائیں گی۔

(د) اور اگر رباعی نماز میں تیسری رکعت کا سجدہ بھی کر چکا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی یہ شخص اب نماز نہ توڑے بلکہ ایک رکعت اور پڑھ کر چار رکعت پوری کرلے اور یہ چار رکعتیں بطور فرض ادا ہوگئیں۔ اب اگر وقت ایسی نماز کا ہے جس میں فرض کے بعد نفل پڑھنے کی شریعت میں اجازت ہے جیسے ظہر اور عشاء کی نماز کے بعد جائز ہے تو یہ شخص نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہوسکتا ہے۔

اور اگر ایسی نماز ہے جس کے فرض پڑھ لینے کے بعد نفل جائز نہیں ہوتے (جیسے عصر کی نماز) تو جماعت میں نفل کی نیت سے شریک نہ ہو۔

یہ تو تھا مسئلہ رباعی نماز کا، اور اگر نماز رباعی نہ ہو بلکہ دو رکعت والی ہو جیسے فجر یا تین رکعت والی ہو جیسے مغرب تو ان نمازوں میں تنہا فرض نماز شروع کرنے کے بعد جماعت کھڑی ہوجائے تو مطلقاً نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہوجائے خواہ ایک رکعت پوری کر چکا ہو یا نہیں، کیونکہ اگر یہ اس وقت دوسری رکعت ملائے گا تو خود جماعت کی نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہے۔

البتہ اگر فجر اور مغرب میں اپنی تنہا دو رکعت پوری یا تین رکعت مکمل کر چکا تھا تو اب اپنی نماز مکمل کرلے جماعت میں نفل کی نیت سے شریک نہ ہو۔

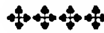
وجہ صاف ظاہر ہے کہ فجر میں تو اس لئے کہ فرض پڑھ لینے کے بعد نفل پڑھنا طلوع آفتاب تک مکروہ ہے۔

اور مغرب میں اس لئے درست نہیں ہے کہ شریعت میں تین رکعت نفل پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ اور اگر تین کی بجائے چار رکعت پڑھے گا تو اپنے امام کی مخالفت ہوجائیگی کہ امام تین رکعت پڑھائے اور مقتدی اس کی اقتداء میں اس سے زائد چار رکعت پڑھے اور یہ بھی شرعاً درست نہیں ہے۔

......اگر دوسری صورت ہو کہ (یہ ظہر یا فجر کی) سنتیں شروع کر چکا ہے تو فجر میں یہ سنتیں پوری کرلے اور جماعت میں شریک ہوجائے بشرطیکہ سنتوں میں مشغولی کی وجہ سے جماعت فوت ہوجانے کا اندیشہ نہ ہو۔ جبکہ ظہر کی سنتوں میں یہ دو رکعت پوری کر کے سلام پھیر دے اور جماعت میں شامل ہوجائے اور ظہر کی سنتوں کی فرضوں کے بعد قضاء کرلے۔

یہی حکم خطبہ جمعہ کا ہے اگر جمعہ کی سنتیں شروع کرنے کے بعد خطبہ جمعہ شروع ہوجائے تو دو رکعت پر سلام

پھیر دے اور خطبہ سنے۔ اور کے بعد ان سنتوں کی قضاء کر لے۔



دوسری حالت کا حکم :

اگر دوسری حالت ہے کہ یہ شخص جب مسجد پہنچا تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی تو اب اگر:

فجر کی نماز ہے تو مسجد سے باہر یا مسجد کے کسی کونے میں پہلے سنتیں ادا کر لے پھر جماعت کی نماز میں شریک ہو جائے۔ کیونکہ فجر کی سنتوں کی بڑی تاکید آئی ہے۔

لیکن اگر فجر کی سنتوں میں مشغولی کی وجہ سے جماعت فوت ہو جانے کا خدشہ ہو تو سنتیں چھوڑ دے اور جماعت میں شریک ہو جائے اور طلوع آفتاب کے بعد سنتیں قضاء کر لے۔

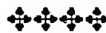
ظہر کی نماز ہے تو پہلے جماعت کے ساتھ فرض پڑھے اس کے بعد سنتوں کی قضاء کر لے۔



تیسری حالت کا حکم :

اگر تیسری حالت ہے کہ اپنے فرض پڑھ چکا ہے اور اسکے بعد جماعت کھڑی ہو رہی ہے اور یہ شخص مسجد سے نکلنا چاہتا ہے تو اسکا حکم یہ ہے کہ اگر ظہر اور عشاء کا وقت ہے تو اس کیلئے مسجد سے نکلنا مکروہ ہے۔ اسے چاہئے کہ نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جائے کیونکہ دیکھنے میں یوں لگتا ہے کہ یہ شخص جماعت کی نماز سے اعراض کر رہا ہے۔

اگر فجر، عصر یا مغرب کا وقت ہے تو اس کیلئے مسجد سے نکلنا مکروہ نہیں ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ یہ شخص شرعی مجبوری کی بناء پر جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔ فجر اور عصر میں فرضوں کے بعد نفل ممنوع ہیں اور مغرب میں نفل ممنوع تو خیر نہیں ہیں البتہ جماعت میں شریک ہو کر تین رکعت نفل کی کوئی صورت جائز نہیں ہے۔ اور چار رکعت پڑھے گا تو اپنے امام کی مخالفت کرے گا اور یہ بھی جائز نہیں ہے۔



عملی مشق

سوال نمبرا

ذیل میں خالی جگہوں کو دیئے گئے مناسب الفاظ سے پر کریں یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی لفظ کسی بھی خالی جگہ کیلئے موزوں نہ ہو:

(۱) ظہر وعشاء (۲) مکروہ نہیں (۳) مکروہ (۴) جائز (۵) فجر، عصر، مغرب

(۶) فجر (۷) تہجد

(۱) اگر کوئی شخص جماعت سے قبل ہی.......... کے فرض پڑھ چکا ہے، تو اس کے لئے مسجد سے باہر نکلنا.......... ہے۔

(۲) اگر.......... کا وقت ہے تو اس کے لئے مسجد سے باہر نکلنا..........

(۳) .... کی سنتوں کی بڑی تاکید ہے۔

سوال نمبر۲

درج ذیل صورتوں میں جو صحیح ہو اس کے سامنے صحیح کا نشان (✓) اور جو غلط ہو اس کے سامنے غلط کا نشان (×) لگائیں:

(۱) عبداللہ فجر کی سنتیں شروع کر چکا ہے کہ جماعت کھڑی ہوگئی......

☐ سنتیں پوری کر کے جماعت میں شریک ہو جائے۔

☐ سنتیں توڑ کر نماز میں شریک ہو جائے، طلوع آفتاب کے بعد قضاء کر لے۔

☐ سنتیں توڑ لے فرضوں کے فوراً بعد قضاء کر لے۔

(۲) عبدالرحمٰن مسجد میں پہنچا کہ فجر کی نماز شروع ہوگئی تھی تو......

☐ ہر حالت میں جماعت میں شریک ہو جائے۔

☐ پہلے سنتیں پڑھے خواہ جماعت نکلنے کا قوی امکان ہو۔

☐ قعدہ تک جماعت میں ملنے کی امید ہو تو پہلے سنتیں پڑھ لے۔

(۳) فرحان ظہر کی سنتیں شروع کر چکا ہے کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو......

☐ ہر حال میں سنتیں مکمل کرے، خواہ جماعت ملے یا نہ ملے۔

☐ دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر لے اور جماعت میں شریک ہو جائے۔

☐ سنتیں توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔

(۴) نعمان اکیلے ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا ایک رکعت پڑھنے کے بعد جماعت کھڑی ہوگئی تو......

☐ اپنے فرض توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔

☐ دو رکعت پر سلام پھیر دے اور جماعت میں شریک ہو جائے۔

☐ اپنے فرض مکمل کرے جماعت میں شریک ہونا ضروری نہیں۔

(۵) سلمان ظہر کی تین رکعتیں پڑھ چکا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی......تو......

☐ چار رکعت مکمل کرے، اور نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جائے۔

☐ اپنی نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔

☐ اپنی نماز مکمل کرے بعد میں جماعت میں شریک ہونے کی ضرورت نہیں۔

☐ اپنی نماز مکمل کرے، اور جماعت کے ساتھ دوبارہ فرض پڑھے۔

(۶) محسن عصر کے دو فرض پڑھ چکا تھا کہ قعدہ کی حالت میں جماعت کھڑی ہوگئی......تو......

☐ چار رکعت مکمل کر کے نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جائے۔

☐ دو رکعت پر سلام پھیر دے اور فرض کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جائے۔

☐ چار رکعت مکمل کر لے اور جماعت میں شریک ہونے کی ضرورت نہیں۔

(۷) ساجد مغرب کی تیسری رکعت کا سجدہ کر چکا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی......تو......

☐ تین رکعتیں مکمل کر کے نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جائے۔

☐ نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔

☐ اپنی نماز مکمل کر لے اور جماعت میں شریک ہونے کی ضرورت نہیں۔

(۸) جنید ظہر کے لئے مسجد میں داخل ہوا ہی تھا کہ ظہر کی جماعت کھڑی ہوگئی......تو......

☐ پہلے مسجد سے باہر سنتیں پڑھ لے پھر جماعت میں شریک ہو۔

☐ جماعت میں شریک ہوجائے اور سنتیں فرضوں کے بعد پڑھے۔

☐ مسجد کے اندر سنتیں پڑھے اور جماعت میں شریک ہوجائے۔

(۹) عمیر اپنے فرض پڑھ چکا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی اور یہ مسجد سے نکلنا چاہتا ہے تو اگر ظہر، عشاء ہے تو مسجد سے!

☐ نکل سکتا ہے۔

☐ نکلنا مکروہ ہے۔ جماعت میں شریک ہوجائے۔

☐ مسجد میں فارغ بیٹھا رہے۔ جماعت ختم ہونے کے بعد نکلے۔

......اگر فجر یا مغرب ہے......تو......

☐ فوراً جماعت کے ساتھ شریک ہوجائے۔

☐ نکل سکتا ہے۔

☐ جماعت میں شریک نہ ہو اور مسجد سے باہر بھی نہ نکلے۔

(۱۰) عاطف عشاء کی فرض نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی......تو......

☐ دو رکعت پوری کر کے سلام پھیر دے۔

☐ کھڑے کھڑے سلام پھیر دے، اور جماعت میں شریک ہوجائے۔

☐ اپنے فرض پورے کر کے نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہوجائے۔

☐ اپنے فرض پڑھ لے، اور جماعت میں شرکت کی ضرورت نہیں ہے۔





نمازِ جمعہ کے احکام

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوْا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (الجمعۃ۔۱۰۹)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جونہی کی نماز کے لے اذان دی جائے تو تم اللہ کو یاد کرنے کے لئے (مسجد کی طرف) دوڑو۔اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔یہی چیز تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں اس کا علم ہو جائے۔

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتٰی الْجُمُعَۃَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَلَہٗ مَابَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ وَزِیَادَۃِ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰی فَقَدْ لَغَا۔

(رواہ مسلم)

وَقَالَ اَیْضًا: مَنْ تَرَکَ ثَلٰثَ جُمَعٍ تَھَاوُنًا طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِہٖ۔

(رواہ ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے وضو کیا پھر جمعہ کے لئے مسجد آیا، غور سے خطبہ سنا اور دورانِ خطبہ خاموش رہا تو اللہ تعالیٰ اس کے اس سے اگلے تک اور مزید دن تک گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔اور جس نے (دورانِ خطبہ) کنکریوں کو ہاتھ لگایا تو اس نے بڑی بے ہودہ حرکت کی۔

(مسلم)

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے تین بغیر کسی (شرعی) وجہ سے چھوڑ دیئے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت کیلئے سیل (Seal) کر دیتے ہیں۔

(ابوداؤد)

****

نمازِ جمعہ کا حکم:

جمعہ کے دن دو رکعت نمازِ جمعہ ادا کرنا فرض ہے۔یہ دو رکعتیں مستقل فرض ہیں نمازِ ظہر کا بدل نہیں ہیں لیکن

اگر کسی شخص کی نمازِ جمعہ فوت ہوجائے تو اس پر ظہر کی چار رکعت فرض ہوجاتی ہیں۔

نمازِ جمعہ کے فرض ہونے کی شرائط :

ہر وہ مسلمان جس میں درجِ ذیل تمام شرائط پائی جائیں، اس پر نمازِ جمعہ فرض ہوجاتی ہے۔

(۱) **آزاد ہونا** : لہٰذا غلام پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہوتی۔

(۲) **مرد ہونا** : لہٰذا عورت پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہوتی۔

(۳) **تندرست ہونا** : لہٰذا مریض پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہوتی۔

◉ مریض سے مراد ہر وہ شخص ہے جو پیدل مسجد تک نہ جاسکے۔ یا پیدل جا تو سکتا ہو مگر بیماری کے بڑھ جانے کا، یا دیر سے صحیح ہونے کا خدشہ ہو۔

◉ اگر کوئی شخص بڑھاپے کی وجہ سے اتنا کمزور ہوگیا ہے کہ پیدل مسجد تک نہیں جاسکتا تو یہ بھی مریض کے حکم میں ہے۔

◉ اگر کوئی شخص بذاتِ خود تندرست ہو مگر کسی بیمار کی تیمارداری کرتا ہو۔ اور اس تیماردار کے مسجد جانے سے مریض کو نقصان کا اندیشہ ہے تو یہ تیماردار بھی مریض کے حکم میں ہے۔

(۴) **بینا ہونا** : لہٰذا ایسا نابینا جو خود مسجد تک بلا تکلف نہ جاسکتا ہو اس پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے۔

(۵) **شہر (مصر) یا قصبہ (بڑا گاؤں) میں مقیم ہونا** : لہٰذا مسافر پر یا ایسے شخص پر جو چھوٹے گاؤں میں مقیم ہو نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے۔ (شہر اور گاؤں کی تعریف آگے آرہی ہے)

(۵) **چلنے پر قادر ہونا** : لہٰذا ایسا شخص (لنگڑا وغیرہ) جو چلنے پر قدرت نہ رکھتا ہو اس پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے۔

(۶) **مامون ہونا** : لہٰذا ہر وہ شخص جسے کسی بھی دشمن (انسان ہو یا جانور) کا خوف ہو، اس پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہوتی۔

(۸) **عذر سے خالی ہونا** : جماعت کے چھوڑنے کے جو عذر پہلے جماعت کے بیان میں بیان ہوچکے ہیں ان میں کوئی عذر نہ ہونا۔ اگر ان اعذار میں سے کوئی عذر موجود ہو تب بھی نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے۔

◉ مندرجہ بالا تمام افراد میں کوئی بھی شخص شرط نہ پائے جانے کے باوجود نمازِ جمعہ ادا کرلے تو اسکی نمازِ

صحیح ہوجاتی ہے۔اور ظہر کی نماز اس سے ساقط ہوجاتی ہے۔ بلکہ عذر ہوتے ہوئے جمعہ کی نماز پڑھ لینا مستحب ہے۔



نمازِ جمعہ کے صحیح ہونے کی شرائط :

نمازِ جمعہ کے صحیح ہونے کیلئے درجِ ذیل تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

پہلی شرط : شہر یا قصبہ کا ہونا، یا شہر یا قصبہ کا فناء ہونا۔ چنانچہ گاؤں یا جنگل میں نمازِ جمعہ درست نہیں۔

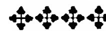
قصبہ کی تعریف :

ہمارے عرف میں قصبہ اس مستقل آبادی کو کہا جاتا ہے، جہاں آبادی کم وبیش تین چار ہزار کے لگ بھگ ہو۔ اور وہاں ایسا بازار ہو جہاں تیس چالیس مستقل اور متصل دکانیں ہوں اور بازار روزانہ لگتا ہو اور اس بازار میں روزمرّہ کی ضروریات ملتی ہوں، مثلاً جوتے کی دکان بھی ہو اور کپڑوں کی بھی، غذا اور کریانے کی بھی ہو اور دودھ گھی کی بھی، وہاں ڈاکٹر یا حکیم بھی ہو اور معمار و مستری بھی ہوں وہاں ڈاکخانہ بھی ہو اور پولیس کا تھانہ اور چوکی بھی ہو، اور اس میں مختلف محلّے مختلف ناموں سے موسوم ہوں۔

(امداد الاحکام۔ج ا ص ۷۵۶)

لہٰذا جس بستی میں یہ شرائط موجود ہوں وہاں کے باشندوں پر نماز جمعہ قائم کرنا واجب ہے۔ البتہ جو بستی ان شرائط کے نہ ہونے کی وجہ سے گاؤں یا دیہات شمار کی جاتی ہو وہاں کے باشندں کے لئے نمازِ جمعہ جائز نہیں ہے، انہیں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا واجب ہے۔

◉ فوج کی یونٹیں جب جنگی مشقوں کیلئے جنگلوں اور ویرانوں میں پڑاؤ ڈالیں اور وہاں خیمے لگا کے رکھیں تو یہ لوگ جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز پڑھیں، کیونکہ جمعہ کیلئے شہر یا قصبہ ہونا ضروری ہے۔



فنائے شہر کی تعریف :

فنائے شہر کی تفصیل "مسافر کی نماز کے احکام" میں گزر چکی ہے کہ ہر وہ جگہ جو شہر کی ضروریات کیلئے بنائی گئی ہو "فنائے شہر" کہلاتی ہے، جیسے گھڑ دوڑ کا میدان، اسٹیڈیم، ریلوے اسٹیشن، ایئرپورٹ، کوڑا پھینکنے کی جگہ وغیرہ وغیرہ۔

دوسری شرط : ظہر کا وقت ہونا، لہٰذا ظہر کے وقت سے پہلے اور ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد نمازِ جمعہ صحیح نہیں ہے۔

تیسری شرط : حاکمِ وقت یا اسکے نائب (حاکمِ شہر، گورنر، قاضی وغیرہ) کا ہونا۔ ہمارے ہاں مساجد کے جو امام ہوتے ہیں اب وہی نائب حاکم کے حکم میں ہیں۔

چوتھی شرط : جماعت کا ہونا۔ یعنی امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کا ہونا۔ جو شروع خطبے سے پہلی رکعت کے سجدے تک موجود رہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ تین آدمی ایسے ہوں جو امامت کر سکیں۔

پانچویں شرط : ظہر کے وقت میں نمازِ جمعہ سے پہلے خطبہ دینا۔

چھٹی شرط : اذنِ عام (یعنی عام اجازت) ہونا۔ لہٰذا کسی خاص مقام پر چھپ کر نمازِ جمعہ صحیح نہیں ہوتی۔

اذنِ عام کی تعریف :

اذنِ عام سے مراد یہ ہے کہ وہ جگہ ایسی ہو جہاں ہر شخص کو نمازِ جمعہ کیلئے آنے کی اجازت ہو۔ لہٰذا ایسی جگہ جہاں ہر کس و ناکس کے آنے پر پابندی ہو نمازِ جمعہ صحیح نہیں ہے۔



چھاؤنیوں، جیل خانوں اور فیکٹریوں میں نمازِ جمعہ

سوال : ایسے مقامات جہاں ہر خاص و عام کو آنے کی کھلی اجازت نہیں ہوتی، جیسے فوجی چھاؤنی، جیل، فیکٹریاں اور کارخانے وغیرہ، تو ایسے مقامات پر چھاؤنی کے اندر رہنے والے فوجیوں، جیل کے قیدیوں، کارخانوں کے مزدوروں وغیرہ کا جمعہ کی نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب : ان مقامات پر ہر کس و ناکس کو آنے کی اجازت نہ دینا انتظام کی وجہ سے ہے، تا کہ کوئی دشمن یا چور وغیرہ نہ گھس آئے۔ نمازِ جمعہ کے نمازی کو روکنے کیلئے گیٹ بند نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا یہ رکاوٹ اور پابندی "اذنِ عام" کے منافی نہیں ہے کیونکہ ان اداروں سے متعلقہ ہر آدمی کو آنے کی اجازت ہوتی ہے لہٰذا ان مقامات پر جمعہ پڑھنا جائز ہے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ ان مقامات کے علاوہ کوئی ایسی جامع مسجد ہو جہاں جمعہ ہوتا ہو تا کہ یہاں کے محرومین وہاں جمعہ پڑھ سکیں۔



خطبہ کے احکام

جب لوگ مسجد میں آجائیں تو امام کو چاہئے کہ منبر پر بیٹھ جائے مؤذن اس کے سامنے کھڑا ہو کر اذان دے۔ اذان کے فوراً بعد امام کھڑا ہو کر خطبہ شروع کردے۔

خطبہ کے واجبات :

(۱) وقت کا ہونا۔ضروری ہے کہ خطبہ زوال کے بعد یعنی ظہر کے وقت میں اور نماز سے پہلے ہو، اگر خطبہ زوال سے پہلے یا نماز کے بعد پڑھا تو جائز نہیں ہے۔

(۲) سیّدنا حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک خطبہ کی کم از کم مقدار ایک مرتبہ سبحان اللہ یا الحمدللہ کہنا ہے۔اگرچہ صرف اتنی مقدار پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے۔ پھر بعض فقہاء کے نزدیک مکروہِ تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک مکروہِ تنزیہی ہے۔

حضراتِ صاحبین امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک خطبہ کی کم از کم مقدار تشہد کے برابر ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم جائز نہیں ہے۔

(۳) خطبہ کا ایسے لوگوں کے سامنے پڑھنا جن کے موجود ہونے سے درست ہو جاتا ہے۔

(۴) خطبہ ایسی آواز سے پڑھنا کہ پاس والے سن سکیں۔



خطبہ میں مسنون اور مستحب باتیں :

خطبہ میں درجِ ذیل امور کی رعایت کرنا مسنون ہے:

(۱) خطیب کا دونوں حدثوں (حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر) اور ہر قسم کی نجاست سے پاک ہونا۔

(۲) خطبہ کا منبر پر پڑھنا، اگر منبر نہ ہو تو کسی لاٹھی وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہونا۔

(۳) خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا، اگر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے تو بلا کراہت جائز ہے۔

(۴) خطبہ کے دوران چہرہ سامعین کی طرف رکھنا۔

(۵) خطبہ سننے والوں کا قبلہ رخ بیٹھنا۔

(۶) خطبہ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں "اعوذ باللہ من الشیطن الرّجیم" پڑھنا۔

(۷) دو خطبے پڑھنا۔

(۸) دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھنا جس میں تین چھوٹی آیتیں پڑھی جاسکیں۔

(۹) دونوں خطبوں کا عربی زبان میں ہونا۔ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا خلافِ سنّت اور مکروہِ تحریمی ہے۔

(۱۰) خطبے میں ان مضامین کا ہونا:

(ا) اللہ تعالیٰ کا شکر۔ (یعنی خطبہ الحمدللہ سے شروع کرنا)

(ب) اللہ تعالیٰ کی ثناء وتعریف کرنا۔

(ج) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت۔

(د) رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی شہادت۔

(ر) وعظ ونصیحت۔

(س) قرآنِ کریم کی آیتوں کا یا کسی سورت کا پڑھنا۔

(ص) دوسرے خطبے میں ان تمام باتوں کا اعادہ کرنا۔ مزید ان باتوں کا اضافہ کرنا:

(ا) آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنا۔

(ب) آپ کی آل واصحاب، خلفائے راشدین، حضرت حمزہ عباسؓ کیلئے دعا کرنا مستحب ہے۔



متفرقات

- کسی کتاب سے دیکھ کر خطبہ پڑھنا جائز ہے۔
- خطبہ کے دوران عصا ہاتھ میں لینا سنّتِ غیر مؤکدہ ہے۔ سنّتِ مقصودہ نہیں ہے۔ لہٰذا کبھی کبھار اسے چھوڑ دینا چاہئے۔
- خطبہ کے دوران آنحضرت ﷺ کا نام نامی آئے تو مقتدیوں کو بغیر زبان ہلائے اپنے دل میں درود شریف پڑھ لینا جائز ہے۔
- خطبہ کے دوران چندہ اکٹھا کرنے کیلئے صفوں میں پھرنا ناجائز ہے۔



عملی مشق

سوال نمبرا

ذیل میں دیئے گئے مسائل کے جوابات "جی ہاں" اور "جی نہیں" میں دیجئے:

	جی ہاں	جی نہیں
(ا) تیماردار کے میں شرکت سے مریض کونقصان کا اندیشہ ہے تو تیماردار بھی مریض کی طرح کی فرضیت سے مستثنیٰ سمجھا جائے گا۔		
(۲) عذر کے باوجود جمعہ کی نماز میں شرکت کی کوشش بہرحال ضروری ہے۔		
(۳) فوج کی یونٹیں جب جنگل میں خیمہ زن ہوں اور انکی تعداد چار ہزار سے زائد ہوتو ان کے لئے جنگل میں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔		
(۴) ہمارے ہاں مساجد کے امام نائب حاکم کے حکم میں ہوتے ہیں۔		
(۵) کے وقت میں ظہر کے وقت کی بنسبت کچھ توسیع ہے۔		

سوال نمبر۲

ذیل میں دیئے گئے بیانات میں سے شرائط، واجبات اوسنن کی الگ الگ نشاندہی کیجئے:

بیانات	شرائط	واجبات	سنن
(ا) نماز جمعہ کے فرض ہونے کے لئے آزاد ہونا۔			
(۲) خطبہ کے لئے ظہر کا وقت ہونا۔			
(۳) خطبہ کھڑے ہوکر پڑھنا۔			

(۴) اذن عام ہونا۔			
(۵) خطبہ میں اللہ کی وحدانیت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کی شہادت کا ہونا۔			

سوال نمبر۳

مناسب الفاظ سے خالی جگہیں پر کریں:

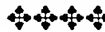
(۱) اذن عام سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں ہر شخص کو............کی اجازت ہو۔

(۲) خطبہ کے اندر الحمد للہ، سبحان اللہ جتنی مقدار پر اکتفا کرنا............ہے۔

(۳) مریض سے مراد وہ شخص ہے............................جو مسجد تک نہ جا سکے۔

(۴) خطبہ کے اندر چہرہ سامعین کی طرف رکھنا............ہے۔

(۵) خطبہ کے دوران چندہ اکٹھا کرنے کے لئے صفوں میں پھرنا............ہے۔





میّت کے احکام

(جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو اس میّت کو موت کے آثار ظاہر ہونے سے لے کر تدفین تک جن احکامِ شریعت سے واسطہ پڑتا ہے ان کو عزیز طلبائے کرام کی سہولت کے پیشِ نظر مرحلہ وار ذکر کیا جاتا ہے)



رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"مَن کانَ آخرُ کلامہٖ لَااِلٰہَ اَلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ"

ترجمہ: جس شخص کا آخری کلام "لَااِلٰہَ اَلَّا اللّٰہُ" ہو وہ جنّت میں داخل ہوگا۔

......جب موت کے آثار ظاہر ہو جائیں:

جس شخص پر موت کے آثار ظاہر ہو جائیں تو اسے اس طرح چت لٹا دینا چاہئے کہ اسکی دائیں طرف قبلہ ہو اور اس کے سر کو ذرا سا قبلے کے جانب گھما دینا چاہئے۔ یا اس کے پاؤں قبلے کی جانب کر کے سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر سر اونچا کر دینا چاہئے اس طرح بھی قبلہ رخ ہو جائیگا۔

لیکن اگر مریض کو قبلہ رخ کرنے سے تکلیف ہو تو اسکے حال پر چھوڑ دینا چاہئے، پھر اس کے پاس بیٹھ کر کلمۂ شہادت کی اس طرح تلقین کرنا چاہے کہ کوئی شخص اس کے پاس بیٹھ کر بلند آواز سے کہے:

"اَشْھَدُاَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

انتباہ: خوب یاد رہے کہ اس وقت اسے کلمہ پڑھنے کا حکم نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وقت بڑا مشکل ہوتا ہے۔ نہ معلوم اس کے منہ سے کیا نکل جائے۔

◉ جب ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے تو خاموش ہو جانا چاہئے کیونکہ مقصود صرف اتنا ہے کہ سب سے آخری بات جو اسکے منہ سے نکلے وہ کلمہ طیبہ ہو۔ اسکی ضرورت نہیں کہ سانس ٹوٹنے اور جان نکلنے تک کلمہ برابر جاری رہے۔

ہاں! اگر کلمہ پڑھ لینے کے بعد پھر کوئی دنیا کی بات چیت کرے، تو پھر کلمہ پڑھنا چاہئے، جب وہ پڑھ لے تو خاموش ہوجانا چاہئے۔



......جب موت طاری ہوجائے :

جب سانس اکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے اور ٹانگیں ڈھیلی ہوجائیں کہ کھڑی نہ ہوسکیں، ناک ٹیڑھی ہوجائے اور کنپٹیاں بیٹھ جائیں تو سمجھو کہ اس کی موت کا وقت آگیا ہے۔ اس وقت زور زور سے کلمہ پڑھنا چاہئے۔

◉ سورۃ یٰسین پڑھنے سے موت کی سختی کم ہوجاتی ہے لہٰذا میّت کے سرہانے یا اس کے پاس کہیں بیٹھ کر سورۃ یٰسین پڑھنی چاہئے۔



......جب موت واقع ہوجائے :

(۱) جب موت واقع ہوجائے تو اہلِ تعلق اور اعزہ احباب یہ دعا پڑھیں:

"اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّااِلَيْهِ رَاجِعُوْن. "بے شک ہم اللہ ہی کیلئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِي فِي مُصِيْبَتِي لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ میری مصیبت میں

وَاخْلُفْ لِي خَيْرًامِّنْهَا" اجر عطا فرما اور اسکے عوض مجھے اچھا بدلہ عنایت فرما"

(۲) جب موت واقع ہوجائے تو کپڑے کی ایک چوڑی پٹی لے کر میّت کی ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر، سر پر لاکر گرہ لگادیں اور نرمی سے آنکھیں بند کردیں۔ اور اس وقت یہ دعا پڑھیں:

"بِسْمِ اللهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ط "شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اور رسول اللہ ﷺ

اَللّٰهُمَّ يَسِّرْعَلَيْهِ أَمْرَهُ وَسَهِّلْ کے دین پر، اے اللہ اس میّت پر اسکا کام آسان فرما،

عَلَيْهِ مَابَعْدَهُ وَأَسْعِدْهُ بِلِقَائِكَ اس پر وہ حالات آسان فرما جو اب اسکے بعد آئینگے، اور

وَاجْعَلْ مَاخَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًامِمَّا اسکو اپنے دیدارِ مبارک سے مشرف فرما، اور جہاں گیا

خَرَجَ عَنْہُ"۔ ہے اسکو بہتر کردے اس جگہ سے جہاں سے گیا ہے"۔

(۳) پھر اسکے ہاتھ پاؤں سیدھے کردیں اور پیروں کے انگوٹھوں کو ملا کر کپڑے کی کتر وغیرہ سے باندھ دیں۔ پھر اسکو چادر اوڑھا کر چارپائی یا چوکی پر رکھیں، زمین پر نہ چھوڑیں، اور پیٹ پر کوئی لمبا لوہا یا بھاری چیز رکھدیں تاکہ پیٹ نہ پھولے۔

◉ اس وقت جنبی، حائضہ یا نفاس والی عورت کو میّت کے قریب مت آنے دیں۔



......میّت کی وفات کا اعلان :

اب مستحب یہ ہے کہ اسکی وفات کا اعلان کردیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ دوست احباب نمازِ جنازہ میں شریک ہوں اور اس کیلئے دعا کریں۔

◉ غُسل سے پہلے میّت کے قریب قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا مکروہ ہے۔



تجہیز و تکفین کی تیاری :

میّت کے انتقال کے اعلان کے بعد اسکی تجہیز و تکفین اور قبر کی تیاری میں جلدی کرنا چاہئے۔ تجہیز و تکفین میں سب سے پہلا مرحلہ میّت کو غسل دینے کا ہے۔ اسلئے ذیل میں غسل کے احکام ذکر کئے جاتے ہیں:

میّت کو غسل دینا :

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

جو شخص میّت کو غسل دے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ اور جو میّت پر کفن ڈالے اللہ تعالیٰ اسکو جنّت کا جوڑا پہنائیں گے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز)

میّت کو غسل دینے کا حکم :

میّت کو غسل دینا زندوں پر فرضِ کفایہ ہے، چنانچہ اگر بعض لوگ میّت کو غسل دے دیں باقی تمام لوگوں سے فریضہ ساقط ہو جائے گا، اور اگر کوئی شخص بھی اسے غسل نہ دے تو تمام لوگ گناہ گار ہوں گے۔

میّت کو غسل دینا کب فرض ہوتا ہے :

درجِ ذیل تمام شرائط کی موجودگی میں میّت کو غسل دینا فرض ہوتا ہے:

(۱) مسلمان ہو۔ لہٰذا کافر کو غسل دینا واجب نہیں ہے۔

(۲) میّت کے سر کے ساتھ اسکے بدن کا اکثر حصہ یا کم از کم نصف دھڑ موجود ہو۔

(۳) میّت ایسا شہید نہ ہو جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے لڑتا ہوا شہید ہو گیا ہو۔ اس لئے کہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا بلکہ اس کے خون اور اسکے کپڑوں میں ہی دفن کر دیا جاتا ہے۔

(۴) میّت ایسا حمل نہ ہو جو مردہ حالت میں ساقط ہوا اور اسکے اعضاء کی ساخت مکمل نہ ہو۔

(ا) چنانچہ نومولود بچے کی اگر آواز سنی گئی یا زندگی کی اس میں کوئی رمق محسوس کی گئی تو اسے غسل دینا واجب ہے خواہ مدّت حمل مکمل ہونے پر پیدا ہوا ہو یا مدّتِ حمل مکمل ہونے سے پہلے۔

(ب) اسی طرح اگر نومولود مردہ بچہ جب پیدا ہوا مگر اسکے اعضاء کی بناوٹ مکمل ہو چکی تھی تو اسے غسل دینا بھی ضروری ہے۔



......میّت کو نہلانے کا زیادہ حقدار کون ہے :

- میّت کو نہلانے کا حق سب سے پہلے اس کے قریب ترین رشتہ داروں کو ہے، بہتر یہ ہے کہ وہ خود نہلائیں اور عورت کی میّت کو قریبی رشتہ دار عورت نہلائے کیونکہ یہ اپنے عزیز کی آخری خدمت ہے۔ (شامی)

- کوئی دوسرا شخص بھی نہلا سکتا ہے، لیکن مرد کو مرد اور عورت کو عورت غسل دے جو ضروری مسائل سے واقف اور دیندار ہو۔

- کسی کو اجرت دیکر بھی میّت کو غسل دلانا جائز ہے لیکن اجرت لے کر غسل دینے والا ثواب کا مستحق نہیں ہوتا اگرچہ اجرت لینا جائز ہے۔

زوجین میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو دوسرے کیلئے حکم :

کسی عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو بیوی کو اسکا چہرہ دیکھنا نہلانا، اور کفنانا درست ہے اور اگر کسی شخص کی بیوی مر جائے تو شوہر کو اسے نہلانا، اسکا بدن چھونا، اور ہاتھ لگانا درست نہیں ہے، البتہ دیکھنا درست ہے، اور کپڑے کے

اوپر سے ہاتھ لگانا اور جنازہ اٹھانا بھی جائز ہے۔

نابالغ میّت (لڑکا یا لڑکی) کو کون غسل دے :

اگر کسی نابالغ لڑکے کا انتقال ہو جائے اور وہ ابھی اتنا چھوٹا ہے کہ اسے دیکھنے سے شہوت نہیں ہوتی تو مردوں کی طرح عورتیں بھی ایسے لڑکے کو غسل دے سکتی ہیں اور اگر نابالغ لڑکی کا انتقال ہو جائے اور وہ اتنی کم عمر ہے کہ اسے دیکھنے سے شہوت نہیں ہوتی تو ایسی کم عمر لڑکی کو عورتوں کی طرح مرد بھی غسل دے سکتے ہیں۔

البتہ نابالغ لڑکا اور لڑکی اتنے بڑے ہوں کہ انہیں دیکھنے سے شہوت ہوتی ہے تو لڑکے کو صرف مرد اور لڑکی کو صرف عورتیں ہی غسل دیں۔

کون غسل نہیں دے سکتا :

جو شخص حالتِ جنابت میں ہو یا جو عورت حیض یا نفاس میں ہو وہ میّت کو غسل نہ دے کیونکہ اسکا غسل دینا مکروہ ہے۔

......میّت کو غسل دینے کا مسنون طریقہ :

میّت کو سنّت کے مطابق غسل دینے میں جو مراحل پیش آتے ہیں انہیں ترتیب کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱)...... **پہلا مرحلہ** : میّت کو جس تختہ پر غسل دیا جائے اسکو تین دفعہ یا پانچ یا سات دفعہ لوبان کی دھونی دینی چاہیئے پھر میّت کو اس پر اس طرح لٹائیں کہ قبلہ اسکی دائیں طرف ہو۔لیکن اگر اس طرح کرنے میں دشواری ہو تو پھر جس طرف چاہیں لٹا دیا جائے۔

(۲)...... **دوسرا مرحلہ** : پھر میّت کے بدن کے کپڑے (کرتہ، شیروانی، بنیان وغیرہ) چاک کر لیں اور تہبند اس کے ستر پر ڈال کر اندر ہی اندر وہ کپڑے اتار لیں۔ یہ تہبند لمبائی میں ناف سے پنڈلی تک اور موٹے کپڑے کا ہونا چاہیئے کہ گیلا ہونے کے بعد اندر کا بدن نظر نہ آئے۔

(۳)...... **تیسرا مرحلہ** : ناف سے لے کر زانو تک میّت کا بدن دیکھنا جائز نہیں ایسی جگہ ہاتھ لگانا بھی ناجائز ہے۔ میّت کو استنجاء کرانے اور غسل دینے میں اس جگہ کیلئے دستانے پہننا چاہیئے یا کپڑا ہاتھ میں لپیٹ لینا چاہیئے کیونکہ جس جگہ زندگی میں ہاتھ لگانا جائز نہیں وہاں مرنے کے بعد بھی دستانوں کے بغیر ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ اور نگاہ ڈالنا بھی ناجائز ہے۔

غسل شروع کرنے سے پہلے بائیں ہاتھ میں دستانہ پہن کر مٹی کے تین یا پانچ ڈھیلوں سے استنجاء کرائیں

اور پھر پانی سے پاک کریں۔

(۴)......چوتھا مرحلہ : پھر میت کو وضو کرائیں۔لیکن وضو میں گٹوں (پہنچوں) تک ہاتھ نہ دھلائیں، نہ کلی کرائیں اور نہ ناک میں پانی ڈالیں۔ بلکہ روئی کا پھایا تر کر کے ہونٹوں، دانتوں، اور مسوڑھوں پر پھیر کر پھینک دیں اسی طرح یہ عمل تین دفعہ کریں۔

پھر اسی طرح ناک کے دونوں سوراخوں کو روئی کے پھائے سے صاف کریں۔

یاد رہے کہ اگر انتقال ایسی حالت میں ہوا ہو کہ میت پر غسل فرض ہو (مثلاً کسی شخص کا جنابت کی حالت میں، یا کسی عورت کا حیض ونفاس کی حالت میں انتقال ہو جائے) تو بھی منہ اور ناک میں پانی ڈالنا درست نہیں ہے البتہ دانتوں اور ناک میں تر کپڑا پھیر دیا جائے تو بہتر ہے مگر ضروری نہیں ہے۔

پھر ناک منہ اور کانوں میں روئی رکھدیں تا کہ وضو اور غسل کے دوران پانی اندر نہ رہ جائے۔

پھر منہ دھلائیں، پھر ہاتھ کہنیوں سمیت دھلائیں پھر سر کا مسح کرائیں، پھر تین دفعہ دونوں پیر دھلائیں۔

(۵)......پانچواں مرحلہ : جب وضو مکمل ہو جائے تو سر کو (اور اگر مرد ہو تو داڑھی کو بھی) گل خیرو، یا خطمی، یا کھلی، یا بیسن یا صابن وغیرہ سے جس سے بھی صاف ہو جائے تو مل کر دھو دیں۔

(۶)......چھٹا مرحلہ : پھر اسے بائیں کروٹ لٹائیں اور بیری کے پتوں میں پکایا ہوا نیم گرم پانی دائیں کروٹ پر تین دفعہ سر سے پاؤں تک اتنا ڈالیں کے نیچے کی جانب بائیں کروٹ تک پہنچ جائے۔

(۷)......ساتواں مرحلہ : پھر دائیں کروٹ لٹا کر اسی طرح سر سے پیر تک تین دفعہ اتنا پانی ڈالیں کہ نیچے کی جانب دائیں کروٹ تک پہنچ جائے۔

(۸)......آٹھواں مرحلہ : اسکے بعد میت کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھلانے کے قریب کر دیں اور اس کے پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف آہستہ آہستہ ملیں اور دبائیں۔اگر کچھ فضلہ (پیشاب، یا پاخانہ وغیرہ) خارج ہو تو صرف اسی کو پونچھ کر دھو دیں وضو اور غسل دہرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس ناپاکی کے نکلنے سے میت کے وضو اور غسل میں کوئی نقصان نہیں آتا۔

(۹)......نوواں مرحلہ : پھر اسے بائیں کروٹ پر لٹا کر دائیں کروٹ پر کافور ملا ہوا پانی سر سے پیر تک تین دفعہ خوب بہا دیں کہ نیچے بائیں کروٹ بھی خوب تر ہو جائے۔پھر دوسرا دستانہ پہن کر سارا بدن کسی کپڑے

سے خشک کر کے دوسرا تہبند بدل دیں۔

(۱۰)......دسواں مرحلہ : پھر چارپائی پر کفن کے کپڑے اس طریقے سے اوپر نیچے بچھائیں جو آگے کفن پہنانے کے مسنون طریقہ میں لکھا ہے پھر میّت کو آرام سے غسل کے تختے سے اٹھا کر کفن کے اوپر لٹا دیں اور ناک، کان اور منہ سے روئی نکال دیں۔



متفرقات

◉ نہلانے کا جو طریقہ اوپر بیان ہوا ہے سنّت ہے لیکن اگر کوئی اس طرح تین دفعہ نہ نہلائے بلکہ صرف ایک دفعہ سارے بدن کو دھو ڈالے تب بھی فرض ادا ہو جاتا ہے۔

◉ اگر میّت کے اوپر پانی برس جائے یا کسی طرح سے پورا بدن بھیگ جائے تو یہ بھیگ جانا غسل کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اسے غسل دینا بہر حال فرض ہے۔

اسی طرح جو شخص پانی میں ڈوب کر مر گیا ہو تو وہ جس وقت نکالا جائے اس کو غسل دینا فرض ہے۔ اسلئے کہ میّت کو غسل دینا زندوں پر فرض ہے اور مذکورہ صورتوں میں ان کا کوئی عمل نہیں ہوا۔

ہاں اگر پانی سے نکالتے وقت غسل کی نیت سے اسی کو پانی میں حرکت دیدی جائے تو غسل کا فرض ادا ہو جائیگا۔

◉ میّت کو غسل دینے والے کو بعد میں خود بھی غسل کر لینا مستحب ہے۔



عملی مشق

سوال نمبرا

درج ذیل مسائل میں سے غلط مسائل کی نشاندہی کرکے صرف غلط جگہ کی تصحیح کریں:

(۱) جس شخص پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو اسے دائیں کروٹ پر لٹادیا جائے تاکہ منہ قبلے کی طرف ہو جائے۔	(۱)
(۲) غسل سے پہلے میت کے قریب قرآن کی تلاوت کرنا ناجائز ہے۔	(۲)
(۳) میت کے سر کے ساتھ اس کے بدن کا اکثر حصہ یا نصف دھڑ ہو تو میت کو غسل دینا فرض ہوتا ہے۔	(۳)
(۴) اجرت لیکر میت کو غسل دینا ناجائز ہے۔	(۴)
(۵) ناف سے لیکر زانوں تک میت کے بدن کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے۔	(۵)
(۶) میت کو غسل دینے والوں کے لئے بعد میں خود غسل کرنا فرض ہے۔	(۶)

سوال نمبر۲

مختصر جواب دیں:

(۱) کیا سانس ٹوٹنے تک برابر میت کا کلمہ پڑھتے رہنا ضروری ہے؟

جواب ....

(۲) سورۃ یٰسین پڑھنے سے میت پر کیا اثر ظاہر ہوتا ہے؟

جواب ....

(۳) میت کو غسل دینے کا حکم ہے؟

جواب ....

(۴) میت کو نہلانے کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟

جواب ....

(۵) شوہر فوت ہو جائے تو کیا بیوی کے لئے اس کو دیکھنا، ہاتھ لگانا جائز ہے؟

جواب ....

(۶) میت کو تین مرتبہ نہلانے کی بجائے اگر صرف ایک مرتبہ غسل دیدیا جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب ....

سوال نمبر ۳

صحیح صورت کی (✓) کے ساتھ نشاندہی کریں:

☆ میت کو غسل نہیں دے سکتا!

☐ جنبی

☐ بیوی خاوند کو

☐ حائضہ

☐ نافرمان بیٹا

☐ نفاس والی عورت



تکفین کے احکام

تکفین کا حکم :

میّت کو" کفن "پہنانا مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے۔ چنانچہ اگر بعض مسلمان میّت کو کفن پہنادیں تو تمام مسلمانوں سے فریضہ ساقط ہو جاتا ہے اگر کوئی شخص بھی کفن نہ پہنائے تو تمام لوگ گناہگار ہونگے۔

کفن کی ذمہ داری کس پر ہے؟

(۱) میّت کے کفن کا سب سے پہلے اس کے ترکہ میں سے انتظام کیا جائے گا۔ مردہ اپنی زندگی میں عموماً جس قسم کا اور جتنا قیمتی کپڑا پہنا کرتا تھا کفن بھی اسی حیثیت کا ہونا چاہیئے۔ جو نہ بہت گھٹیا کپڑے کا ہو کہ اس سے بخل ٹپکتا ہو اور نہ اسقدر قیمتی ہو کہ وہ اسراف کی حدوں کو چھو رہا ہو۔

ہاں! اگر کوئی عزیز اپنی خوشی سے کفن کا انتظام کر دے تو پھر میّت کے ترکہ سے کفن خریدنا ضروری نہیں ہے۔

(۲) اگر میّت نے اپنے ترکہ میں کوئی مال نہ چھوڑا ہو تو اس شخص کے ذمہ کفن خریدنا ہے جس کے ذمہ اسکی زندگی میں میّت کا نان ونفقہ تھا۔

(۳) اگر کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جس کے ذمہ میّت کی حیات میں اسکا نان ونفقہ تھا تو بیت المال سے کفن کا انتظام کیا جائے گا۔

(۴) لیکن اگر مسلمانوں کا کوئی بیت المال نہ ہو، یا بیت المال تو ہو لیکن کفن حاصل کرنا ممکن نہ ہو تو ایسے چند مسلمانوں پر اسکا کفن واجب ہے جو صاحبِ حیثیت ہوں۔

کفن کی اقسام :

کفن کی تین اقسام ہیں:

(۱) کفن السنّۃ۔ (۲) کفن الکفایہ۔ (۳) کفن الضرورۃ۔

(۱) کفن السنّۃ :

مرد اور عورت کے کفن کی وہ مقدار جو اسے پہنانا مسنون ہے" کفن السنّۃ " کہلاتی ہے۔

مرد کا مسنون کفن : مرد کے کفن کے مسنون کپڑے تین ہیں:

ازار : سر سے پاؤں تک لمبی چادر۔

لفافہ : اسے چادر بھی کہتے ہیں جو ازار سے لمبائی میں تقریباً ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) زیادہ ہو۔

کرتہ : (بغیر آستین اور بغیر کلی کے) اسے قمیص یا کفن بھی کہتے ہیں یہ گردن سے پاؤں تک ہو۔

عورت کا مسنون کفن : عورت کے کفن کے مسنون کپڑے پانچ ہیں:

ازار : سر سے پاؤں تک۔ (مردوں کی طرح)

لفافہ: ازار سے لمبائی میں ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) زیادہ۔

کرتہ: بغیر آستین اور کلی کا کرتہ جو پاؤں سے گردن تک ہو۔

سینہ بند: بغل سے رانوں تک ہو تو زیادہ اچھا ہے ورنہ ناف تک بھی درست ہے اور چوڑائی میں اتنا ہو کہ بندھ جائے۔

سَر بند : اسے خمار یا اوڑھنی بھی کہتے ہیں۔ یہ تین ہاتھ لمبا ہونا چاہئے۔

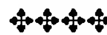
خلاصہ : عورت کے کفن میں تین کپڑے تو بعنیہ وہی ہیں جو مرد کیلئے ہوتے ہیں البتہ دو کپڑے زائد ہیں۔ سینہ بند اور سَر بند۔

(ا) کفن الکفایہ :

مرد اور عورت کیلئے کفن کی وہ مقدار جو کافی اور جائز ہے اس سے کم کپڑوں میں کفن دینا مکروہ اور برا ہے۔ " کفن الکفایہ " کہلاتی ہے۔

مرد کیلئے : مرد کیلئے ازار اور لفافہ کفن الکفایہ ہیں۔

عورت کیلئے: عورت کیلئے تین کپڑے (ازار، لفافہ اور سَر بند) کفن الکفایہ ہیں اس سے کم کپڑوں میں کفن دینا مکروہ ہے۔



(ا) کفن الضرورۃ :

مجبوری اور لاچاری میں اگر پہلی دونوں قسم کا کفن دستیاب نہ ہو تو پھر جتنا کپڑا بھی ملے اس میں کفن دینا درست ہے خواہ وہ صرف ستر چھپانے کیلئے کافی ہو۔ ایسے کفن کو " کفن الضرورۃ " کہتے ہیں۔ اس کفن کی کوئی خاص

مقدار متعین نہیں ہے۔

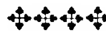
بچوں کے کفن کا حکم :

اگر نابالغ لڑکا یا نابالغ لڑکی فوت ہو جائے تو اسکے کفن کا وہی حکم ہے جو بالغ مرد اور بالغ عورت کا حکم ہے۔
لیکن اگر لڑکا اور لڑکی بہت ہی کم عمری میں فوت ہو جائیں کہ جوانی کے قریب نہ پہنچے ہوں تو بہتر ہے کہ لڑکوں کو مردوں کی طرح تین کپڑوں اور لڑکی کو عورتوں کی طرح پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے اور اگر لڑکے کو صرف ایک اور لڑکی کو صرف دو کپڑوں میں کفن دے دیا جائے تب بھی درست ہے۔اور نمازِ جنازہ اور تدفین حسبِ دستور کی جائے۔

مرد کی تکفین کا مسنون طریقہ :

مرد کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ چارپائی پر پہلے لفافہ بچھا کر اس پر ازار بچھا دیں، پھر کرتہ (قمیص) کا نچلا نصف حصہ بچھائیں، اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھدیں پھر میت کو غسل کے تختے سے آرام سے اٹھا کر اس کے بچھے ہوئے کفن پر لٹا دیں، اور قمیص کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا تھا اس کو سر کی طرف الٹ دیں کہ قمیص کا سوراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھا دیں، جب اس طرح قمیص پہنا چکیں تو غسل کے بعد جو تہبند میت کے بدن پر ڈالا گیا تھا وہ نکال لیں اس کے سر، داڑھی پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگا دیں یاد رہے کہ مرد کو زعفران نہیں لگانا چاہیئے پھر پیشانی ناک دونوں ہتھیلیوں دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر (یعنی جن اعضاء پر آدمی سجدہ کرتا ہے) کافور مل دیں۔

اسکے بعد ازار کا بایاں کنارہ میت کے اوپر لپیٹ دیں پھر اسکے اوپر دایاں کنارہ لپیٹ دیں تا کہ دایاں کنارہ اوپر رہے پھر اسی طرح لفافہ لپیٹ دیں کہ بایاں کنارہ نیچے اور دایاں کنارہ اوپر رہے پھر کپڑے کی دھجی (کتر) لیکر کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دیں اور بیچ سے کمر کے نیچے کو بھی ایک دھجی نکال کر باندھ دیں، تا کہ ہوا سے یا ہلنے جلنے سے کھل نہ جائے۔



عورت کی تکفین کا مسنون طریقہ :

عورت کیلئے پہلے لفافہ بچھا کر اس پر سینہ بند اور اس پر ازار بچھائیں، پھر قمیص کا نچلا نصف حصہ بچھائیں، اور اوپر کا باقی نصف حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دیں، پھر میت کو غسل کے تختے سے آرام سے اٹھا کر اس بچھے

ہوئے کفن پر لٹادیں اور قمیص کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا تھا اس کو اس طرح سر کی طرف الٹ دیں کہ قمیص کا سوراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھادیں جب اس طرح قمیص پہنا چکیں تو جو تہبند غسل کے بعد عورت کے بدن پر ڈالا گیا تھا وہ نکال دیں اور اسکے سر پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگادیں اور عورت کو زعفران بھی لگا سکتے ہیں۔

پھر اعضائے سجدہ (پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں) پر کافور مل دیں، پھر سر کے بالوں کو دو حصّے کر کے قمیص کے اوپر سینے کی طرف ڈال دیں، ایک حصہ داہنی طرف اور دوسرا بائیں طرف، پھر سر بند یعنی اوڑھنی سر پر اور بالوں پر ڈال دیں ان کو باندھنا یا لپیٹنا نہیں چاہئے۔

اس کے بعد میّت کے اوپر ازار اس طرح لپیٹیں کہ بایاں کنارہ نیچے اور دایاں کنارہ اوپر رہے سر بند اسکے اندر آجائیگا۔ اس کے بعد سینہ بند سینوں کے اوپر بغلوں سے نکال کر گھٹنوں تک دائیں بائیں باندھیں پھر لفافہ اس طرح لپیٹیں کہ بایاں پلّہ نیچے اور دایاں اوپر رہے اسکے بعد (دھجی) کتر سے کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دیں اور بیچ میں کمر کے نیچے کو بھی ایک بڑی دھجی نکال کر باندھ دیں تاکہ ہلنے جلنے سے کھل نہ جائے۔

جنازے پر چادر ڈالنے کا حکم:

جنازہ کے اوپر جو چادر اوڑھا دیتے ہیں یہ کفن میں داخل نہیں ہے اور مرد کیلئے ضروری بھی نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی چادر اس پر ڈال دے اور قبر پر جا کر اپنی چادر اتار لے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

البتہ عورت کے جنازہ پر چادر ڈالنا پردے کیلئے ضروری ہے مگر کفن میں یہ بھی داخل نہیں ہے۔ چنانچہ اس کا کفن کا ہم رنگ ہونا ضروری نہیں ہے۔

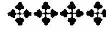


متفرقات

- مرد و عورت دونوں کیلئے سب سے اچھا کفن سفید کپڑے کا ہے، اور نیا اور پرانا کپڑا برابر ہے۔
- اپنے لئے پہلے سے کفن تیار رکھنا مکروہ نہیں ہے لیکن قبر کا تیار رکھنا مکروہ ہے۔
- تبرّک کے طور پر آبِ زم زم میں تر کیا ہوا کفن دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ باعثِ برکت ہے۔ (امداد الفتاویٰ)
- کفن یا قبر میں عہد نامہ یا کسی بزرگ کا شجرہ یا قرآنی آیت یا کوئی دعا رکھنا درست نہیں ہے اسی طرح

کفن پر یا سینہ پر کافور یا روشنائی سے کلمہ وغیرہ یا کوئی دعا لکھنا بھی درست نہیں ہے۔

◉ کعبہ شریف کے غلاف کا کپڑا جس پر کلمہ یا قرآنی آیت لکھی ہوں وہ کفن یا قبر میں رکھنا درست نہیں ہے۔لیکن اگر غلافِ کعبہ کے کپڑے پر ایسی کوئی تحریر نہ ہوتو اگر یہ کپڑا کافی مقدار میں ہوتو اسی کا کرتہ بنا دینا چاہئے اگر یہ کپڑا تھوڑا ہو جس سے کرتہ نہ بن سکتا ہو تو کرتہ میں سی دینا چاہئے۔



عملی مشق

سوال نمبر ۱

درج ذیل مسائل میں سے صحیح اور غلط کی (✓) کے ساتھ نشاندہی کریں — صحیح/غلط

(۱) میت کو کفن پہنانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔ ☐ ☐

(۲) عورت کے کفن کے لئے مسنون کپڑے چھ ہیں۔ ☐ ☐

(۳) مرد کیلئے لفافہ اور ازار کفن مسنون ہے۔ ☐ ☐

(۴) آب زم زم میں تر کیا ہوا کفن باعث برکت ہے۔ ☐ ☐

(۵) عورت کے جنازے پر پردے کے لئے چادر ڈالنا مسنون ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر ۲

مختصر جواب دیں:

سوال: مرد کے جنازے پر جو چادر ڈالتے ہیں وہ کفن میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب...

سوال: اپنے لئے پہلے سے قبر تیار کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب..

سوال: میت جو مرد ہے، اس کے اعضاء پر غسل کے بعد کون سی خوشبو لگانی چاہئے؟

جواب..

سوال: عورت کیلئے کفن کفایہ کتنے کپڑے ہیں؟

جواب..

سوال: کفن الضرورۃ کسے کہتے ہیں؟

جواب..

سوال نمبر ۳

مناسب الفاظ سے خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) اگر کوئی عزیز کفن کا انتظام کردے تو میت کے ترکہ سے کفن خریدنا.........نہیں ہے۔

(جائز، ضروری)

(۲) ازار یہ سر سے.........تک لمبی چادر ہوتی ہے۔

(ناف، گھٹنے، پاؤں)

(۳) سربندا سے خمار اور.........بھی کہتے ہیں۔

(عمامہ، دوپٹہ، اوڑھنی)

(۴) عورت کو غسل دینے کے بعد اس کے.........

(سر، چہرہ، اعضاء سجدہ)

پر.........خوشبو ملنی چاہئے۔

(زعفران، کافور، عطر ریحان)

(۵) کفن پر کوئی دعا لکھنا.........۔

(مستحب ہے، درست نہیں، جائز ہے)

✤✤✤✤✤

جنازہ اٹھانے کا بیان

میّت اگر بچہ ہو......

میّت اگر شیر خوار بچہ یا اس سے کچھ بڑا ہو تو لوگوں کو چاہئے کہ اسے دست بدست لے جائیں، یعنی ایک آدمی اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھالے، پھر اس سے دوسرا آدمی لے لے۔

میّت اگر بڑی ہو......

اور اگر میّت بڑی (مرد یا عورت) ہو تو اس کو کسی چارپائی وغیرہ پر لٹا کر لے جائیں سرہانا آگے رکھیں۔ اس کے چاروں پایوں کو ایک ایک آدمی اٹھائے میّت کی چارپائی ہاتھوں سے اٹھا کر کندھوں پر رکھنا چاہئے ہاتھوں سے اٹھائے بغیر مال و اسباب کی طرح گردن پر لادنا مکروہ ہے، پیٹھ پر لادنا بھی مکروہ ہے۔

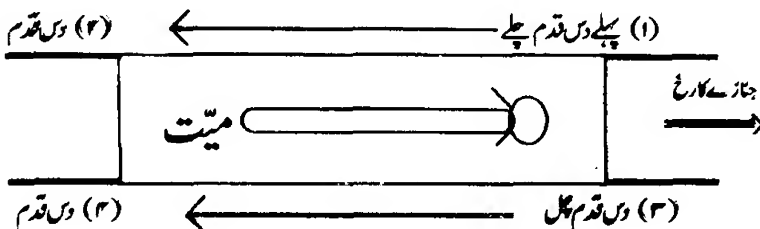
اسی طرح بلا عذر اسکا کسی جانور یا میّت گاڑی وغیرہ پر رکھ کر لے جانا بھی مکروہ ہے۔ اور عذر ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔

جنازہ اٹھانے کا مستحب طریقہ:

جنازہ اٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے میّت کے داہنی طرف کا اگلا پایا (جو کہ چارپائی کا بایاں پایا ہے) اسے دائیں کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے، اسکے بعد میّت کی دائیں طرف کا پچھلا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے۔

اسکے بعد میّت کے بائیں طرف کا اگلا پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے، پھر پچھلا بایاں پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم از کم دس دس قدم چلے۔ تاکہ چاروں پایوں کو ملا کر چالیس قدم ہو جائیں۔ حدیث شریف میں جنازہ کو کم از کم چالیس قدم تک کندھا دینے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

جنازہ اٹھانے کا طریقہ نقشہ میں ملاحظہ کیجئے۔



جنازہ کے ہمراہ چلنے کے آداب :

- جنازہ کو تیز قدم لے جانا مسنون ہے مگر اتنا تیز بھی نہ چلے کہ نعش کو حرکت ہونے لگے۔
- جنازہ کے ہمراہ پیدل چلنا مستحب ہے۔اور اگر کسی سواری پر چلنا چاہے تو پھر جنازہ کے پیچھے چلے۔
- جو لوگ جنازے کے ہمراہ ہوں انہیں جنازے کے پیچھے چلنا مستحب ہے اگرچہ جنازے کے آگے بھی چلنا جائز ہے۔ہاں جنازے سے آگے بہت دور چلنا یا سب لوگوں کا جنازے سے آگے ہو جانا مکروہ ہے۔

اسی طرح جنازے سے آگے کسی سواری پر چلنا بھی مکروہ ہے۔

- جو لوگ جنازے کے ساتھ ہوں انہیں جنازے کے دائیں بائیں نہیں چلنا چاہئے۔
- جنازے کے ہمراہ جو لوگ ہوں انکا اونچی آواز سے دعا کرنا، ذکر کرنا، یا کلمہ شہادت پڑھنا مکروہ ہے۔ اسے ثواب یا جنازہ کا مسئلہ سمجھنا بدعت اور قابلِ ترک ہے۔
- جنازے کے ہمراہ چلنے والے لوگوں کا جنازہ کندھوں سے اتارنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے۔ہاں! اگر کوئی مجبوری ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونا :

جو لوگ جنازے کے ساتھ نہ ہوں بلکہ کہیں بیٹھے ہوں اور انکا ارادہ جنازے کے ساتھ جانے کا بھی نہ ہو تو ان کو جنازہ دیکھ کر کھڑا نہیں ہونا چاہئے۔

عملی مشق

سوال نمبرا

درج ذیل مسائل میں خط کشیدہ الفاظ اور جملوں میں سے صحیح اور غلط کی متعلقہ نمبر میں نشاندہی کریں۔

(ا) اگر میت بڑی ہو تو اس کو کسی چارپائی وغیرہ پر لٹا کر لے جائیں، سرہانا آگے رکھیں اور اس کے

چارپایوں کو ایک ایک اٹھائے میت کی چارپائی ہاتھوں سے اٹھا کر کندھوں پر رکھنا چاہیے، مال واسباب کی طرح گردن پر لادنا ناجائز ہے، جبکہ پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے۔(۱) (۲)

(۳) (۴)

(ب) جولوگ جنازے کے ساتھ ہوں انہیں جنازے کے دائیں بائیں نہیں چلنا چاہیے اسی طرح جنازہ کے ہمراہ چلنے والے لوگوں کا اونچی آواز سے ذکر یا کلمہ شہادت پڑھنا مستحب ہے۔(۱)

(۲) (۳)

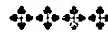
سوال نمبر۲

مناسب الفاظ سے خالی جگہ پُر کریں:

(۱) جنازے کو تیز قدم لے جانا............ ہے۔

(۲) سب لوگوں کا جنازے سے آگے ہو جانا............ ہے۔

(۳) جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا........۔





نمازِ جنازہ کا بیان

نمازِ جنازہ کا حکم :

میت پر نمازِ جنازہ پڑھنا بھی فرضِ کفایہ ہے یعنی اگر کسی نے بھی اس پر نمازِ جنازہ نہ پڑھی تو جن جن لوگوں کو اس کے فوت ہونے کا معلوم تھا وہ سب گناہگار ہوں گے اور اگر صرف ایک شخص نے بھی پڑھ لی تو فرضِ کفایہ ادا ہو گیا کیونکہ جماعت نمازِ جنازہ کیلئے شرط یا واجب نہیں ہے۔ (تفصیل آگے آ رہی ہے)

اور وہ لوگ جنہیں اسکی وفات کی خبر نہ ہوا ان پر نمازِ جنازہ ضروری نہیں ہے۔

نمازِ جنازہ ادا کرنے کا وقت :

جس طرح پنج وقتہ نمازوں کیلئے اوقات مقرر ہیں نمازِ جنازہ کیلئے اسطرح کا کوئی خاص وقت متعین نہیں ہے۔

نمازِ جنازہ صرف ممنوع اوقات (عین طلوعِ آفتاب، عین زوال کے وقت اور عین غروبِ آفتاب کے وقت) میں ادا کرنا ممنوع ہے۔ لیکن یہ ممنوع بھی اس وقت ہے جب جنازہ پہلے سے تیار تھا لیکن اگر کوئی جنازہ خاص طلوع، زوال یا غروب ہی کے وقت آیا تو اس پر نمازِ جنازہ اس وقت بھی جائز ہے۔

ان تین اوقات کے علاوہ نمازِ جنازہ ہر وقت بغیر کسی کراہت کے جائز ہے، خواہ وہ وقت عام نمازوں کیلئے مکروہ ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نمازِ جنازہ بغیر کراہت کے جائز ہے۔

کسی مسلمان پر نمازِ جنازہ فرض ہونے کی شرائط :

نمازِ جنازہ فرض ہونے کی سب شرطیں وہی ہیں جو اور نمازوں کیلئے ہیں مثلاً:

(۱) عاقل ہونا۔

(۲) بالغ ہونا۔

(۳) مسلمان ہونا۔

(۴) نمازِ جنازہ پڑھنے پر قادر ہونا۔

(البتہ اس میں ایک شرط اور زیادہ ہے)

(۵) اس شخص کی موت کا علم بھی ہو۔ لہٰذا جس کو موت کا علم نہیں ہو، وہ معذور ہے اس پر نمازِ جنازہ فرض نہیں ہے۔

نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کی شرائط :

نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کیلئے دو قسم کی شرطیں ہیں:

پہلی قسم کی شرائط : یہ وہی شرائط ہیں جن کا اور نمازوں میں پایا جانا ضروری ہے۔یعنی طہارت، سترِ عورت (بدن کے ضروری حصوں کا چھپا ہوا ہونا) قبلہ کی طرف منہ کرنا، اور نیت کرنا۔

نمازِ جنازہ اور عام نمازوں میں اتنا فرق ہے کہ اگر عام نمازوں میں پانی کے استعمال کرنے پر قدرت ہو اور ادھر وضو کرنے کی وجہ سے نماز کے وقت چلے جانے کا اندیشہ ہو تو وضو چھوڑ کر تیمّم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ جبکہ نمازِ جنازہ کے ختم ہونے کا اندیشہ ہو تو غیر ولی وضو کی جگہ تیمّم کرنے کی اجازت ہے۔البتہ میت کے ولی کو تیمّم کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اگر اس کی نمازِ جنازہ رہ بھی جائے تو دوبارہ پڑھا سکتا ہے۔

دوسری قسم کی شرائط : جو میّت میں پایا جانا ضروری ہے۔

یہ چھ شرطیں ہیں:

پہلی شرط : میّت کا مسلمان ہونا۔لہٰذا کافر اور مرتد پر نمازِ جنازہ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔مسلمان اگرچہ فاسق اور بدعتی ہو اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا صحیح ہے۔البتہ درج ذیل مسلمانوں پر بھی نمازِ جنازہ پڑھنا صحیح نہیں ہے:

(ا) وہ شخص جو مسلمان حاکمِ برحق سے بغاوت کرتے ہوئے مارا جائے۔

(ب) وہ شخص جو ڈاکہ زنی کرتے ہوئے مارا جائے۔

(ج) وہ مسلمان جو قبائلی (جیسے پختون اور بلوچ)، وطنی (پاکستانی اور افغانی)، صوبائی (سندھی و پنجابی)، یا لسانی (جیسے سندھی، پنجابی اور عربی، عجمی) تعصب کیلئے لڑتے ہوئے مارے جائیں۔

◉ البتہ مذکورہ بالا لوگ لڑائی کے بعد قتل کئے گئے ہوں، یا لڑائی کے بعد اپنی موت آپ مرجائیں تو نمازِ جنازہ پڑھی جائیگی۔

(د) وہ شخص جس نے اپنے باپ یا ماں کو قتل کیا ہو اور اسکے قصاص میں مارا جائے۔

◉ جس شخص نے خودکشی کی ہو تو صحیح یہ ہے کہ اسکو غسل بھی دیا جائے گا اور جنازہ بھی پڑھا جائے گا۔

دوسری شرط : میّت کا نجاستِ حقیقیہ اور حکمیہ سے پاک ہونا۔لہٰذا اگر میّت پر نجاست لگی ہو تو اس پر نمازِ جنازہ صحیح نہیں ہوگی۔

ہاں اگر کفنانے کے بعد نجاستِ حقیقیہ اسکے بدن سے خارج ہوئی ہواور اس سبب سے اسکا بدن یا کفن بالکل نجس ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں نماز درست ہے دھونے کی ضرورت نہیں۔

تیسری شرط : میّت کا وہاں موجود ہونا۔ اگر میّت وہاں موجود نہ ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی چونکہ غائبانہ نمازِ جنازہ میں یہ شرط نہیں پائی جاتی لہٰذا غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں ہے۔

چوتھی شرط : میّت کے ستر کا چھپا ہونا اگر میّت برہنہ ہو تو اس پر نماز جنازہ صحیح نہیں۔

پانچویں شرط : میّت کا نماز پڑھنے والوں سے آگے ہونا۔ اگر میّت نماز پڑھنے والوں کے پیچھے ہو تو نماز درست نہیں ہے۔

چھٹی شرط : میّت کا یا جس چارپائی یا تخت پر میّت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا، اگر میّت کو لوگ ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے ہوں یا کسی گاڑی یا جانور پر ہو اور اسی حالت میں بغیر عذر کے نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح نہ ہوگی۔



نمازِ جنازہ کے فرائض :

نمازِ جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں:

(۱) چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا۔ یہاں پر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام سمجھی جاتی ہے۔ یعنی جیسے دوسری نمازوں میں رکعت ضروری ہے ویسے ہی نمازِ جنازہ میں تکبیر ضروری ہے۔

(۲) قیام۔ یعنی کھڑے ہو کر نمازِ جنازہ پڑھنا جس طرح فرض واجب نمازوں میں قیام فرض ہے اور بغیر عذر کے اسکا ترک جائز نہیں اسی طرح نمازِ جنازہ بھی بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھنے سے ادا نہیں ہوتی۔



نمازِ جنازہ میں مسنون چیزیں:

نمازِ جنازہ میں درجِ ذیل امور کا خیال رکھنا سنّت ہے:

(۱) امام کا میّت کے سینے کے برابر کھڑا ہونا۔ خواہ میّت مذکر ہو یا مؤنث۔

(۲) پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھنا۔

(۳) دوسری تکبیر کے بعد حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنا۔

(۴) تیسری تکبیر کے بعد میّت کیلئے دعا کرنا۔

میّت کیلئے دعا میں تفصیل :

میّت اگر بالغ ہو خواہ مرد ہو یا عورت تو یہ دعا پڑھیں:

(۱) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَ صَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ. وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ.

اور بعض احادیث میں یہ دعا بھی آئی ہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَ أَهْلًا خَيْرًا مِّنْ أَهْلِهٖ وَ زَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ۔"

(۲) میّت اگر نابالغ لڑکا ہو......

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَمُشَفَّعًا.

(۳) میّت اگر نابالغ لڑکی ہو......

تو بھی یہی دعا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ تینوں "اِجْعَلْهُ" (مذکر کے صیغے) کی جگہ "اِجْعَلْهَا" اور "شَافِعًا وَمُشَفَّعًا" (مذکر کے صیغے) کی جگہ "شَافِعَةً وَمُشَفَّعَةً" (مؤنث کا صیغہ پڑھیں)۔

نمازِ جنازہ ختم ہونے پر ہاتھ کب چھوڑیں :

چوتھی تکبیر کے بعد بہتر یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ دئے جائیں اور اسکے بعد سلام پھیر دیں تاھم سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ چھوڑنا بھی جائز ہے۔

❖❖❖❖❖

نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنا :

نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنے کو حضراتِ فقہائے عظامؒ نے بدعت لکھا ہے، لہٰذا یہ واجب الترک ہے۔ کیونکہ یہ دعا خود سرورِ دو عالم ﷺ، آپ کے صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ اور ائمہ دین میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے۔

اگر جنازہ کی دعا یاد نہ ہو......

اگر کسی کو نمازِ جنازہ کی دعا یاد نہ ہو تو صرف "**اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُومِنات**" پڑھ لے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو صرف چار تکبیریں کہہ دینے سے بھی نماز ہو جائیگی۔ اسلئے کہ دعا اور درود شریف فرض نہیں ہیں مسنون ہیں۔

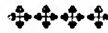


نمازِ جنازہ کے مفسدات :

جنازہ کی نماز ان تمام چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے، جن چیزوں سے دوسری نمازوں میں فساد آتا ہے۔ صرف دو باتوں کا فرق ہے:

(۱) جنازہ کی نماز میں قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، باقی نمازوں میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) جنازہ کی نماز عورت کی محاذات سے فاسد نہیں ہوتی، جبکہ اور نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں۔



مسجد میں نمازِ جنازہ کا حکم :

جنازہ کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے جو پنج وقتہ نمازوں یا عیدین کی نماز کیلئے بنائی گئی ہو خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو یا مسجد سے باہر اور نماز پڑھنے والے اندر ہوں۔

ہاں جو خاص جنازے کیلئے بنائی گئی ہو اس میں مکروہ نہیں ہے۔ اگر مسجد سے باہر جنازے کیلئے کوئی جگہ نہ ہو تو مجبوری کی حالت میں مسجد میں پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

- عام راستے پر جنازہ پڑھنا جس سے گزرنے والے کو تکلیف ہو مکروہ ہے۔

◉ کسی دوسرے کی زمین میں اسکی اجازت کے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔



نمازِ جنازہ پڑھانے کا حقدار کون ہے :

◉ جنازے کی نماز میں جنازے کا استحقاق سب سے زیادہ حاکمِ وقت کو ہے، گو تقویٰ اور ورع میں اس سے بہتر لوگ، وہاں موجود ہوں۔ اگر حاکمِ وقت (بادشاہ یا سربراہِ مملکت) وہاں نہ ہو تو اس کا نائب یعنی جو شخص اسکی طرف سے حاکمِ شہر ہو وہ مستحقِ امامت ہے گو ورع اور تقویٰ میں اس سے افضل لوگ وہاں موجود ہوں اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو قاضی شہر، وہ بھی نہ ہو تو اسکا نائب مستحق ہے۔ ان لوگوں کے ہوتے ہوئے ان کی اجازت کے بغیر دوسرے کو امام بنانا جائز نہیں۔ انہی کا امام بنانا واجب ہے۔

◉ اگر یہ لوگ موجود نہ ہوں تو اس محلہ کا امام مستحق ہے بشرطیکہ میت کے اعزہ میں سے کوئی شخص اس سے افضل نہ ہو ورنہ میت کے وہ اعزہ جن کو حقِ ولایت حاصل ہے امامت کے مستحق ہیں یا وہ شخص جن کو یہ اعزہ اجازت دیں۔

◉ اگر ایسے شخص نے جسکو امامت کا استحقاق نہیں تھا ولی کی اجازت کے بغیر نمازِ جنازہ پڑھا دی اور ولی اس نماز میں شریک نہ ہو تو ولی کو اس میت پر بعد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کا اختیار ہے۔

حتیٰ کہ اگر میت دفن بھی ہو چکی ہو تب بھی اس کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ نعش کے پھٹ جانے کا غالب گمان نہ ہو۔

لیکن! ولی کی اجازت کے بغیر ایسے شخص نے نمازِ جنازہ پڑھا دی جسے امامت کا استحقاق تھا تو بعد میں ولی کو تکرارِ جنازہ کی اجازت نہیں ہے۔

غائبانہ نمازِ جنازہ کا حکم:

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں آپ کے بڑے چہیتے مقرب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شہید ہوئے مگر آپ نے ان پر غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ باقی حضرت نجاشیؓ اور معاویہ بن معاویہ مزنیؓ پر آنحضرت ﷺ نے اس طرح نماز جنازہ پڑھی تھی کہ معجزہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کے جنازے آپ کے سامنے کر دیے تھے۔ لہٰذا وہ غائبانہ نہیں تھے بلکہ آپ کے سامنے تھے۔ (احسن الفتاویٰ)



عملی مشق

سوال نمبر۱

درج ذیل مسائل میں سے صحیح اور غلط کی متعلقہ خانہ میں نشاندہی کریں۔

☐ نماز جنازہ کے لئے جماعت واجب ہے۔

☐ نماز جنازہ ادا کرنے کا وہی وقت ہے جو پنج وقتہ نمازوں کا ہے۔

☐ ولی کے لئے نماز جنازہ کا فوت ہونے کا اندیشہ سے وضو چھوڑ کر تیمّم کی اجازت ہے۔

☐ خودکشی کرنے والے کو غسل دیا جائے گا اور نہ ہی جنازہ پڑھا جائے گا۔

☐ میت پر اگر نجاست لگی ہو تو اس پر نماز جنازہ صحیح نہیں۔

☐ کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنا ضروری ہے، بغیر عذر کے بیٹھ کر نماز جنازہ پڑھنے سے نماز ادا نہیں ہوگی۔

☐ صوبائی، لسانی اور قومی تعصب کے نتیجے میں ہونے والی لڑائی میں مارے جانے والے پر نماز جنازہ صحیح نہیں۔

☐ کسی دوسرے کی زمین پر اس کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ ناجائز ہے۔

سوال نمبر۲

مختصر جواب دیجئے:

(۱) نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

جواب...

(۲) مسلمانوں پر نماز جنازہ کے فرض ہونے کی دو شرطیں لکھیں؟

جواب...

(۳) نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے کتنی قسم کی شرائط ہیں؟

جواب............ ....

(۴) نماز جنازہ میں قہقہہ سے وضوٹوٹتا ہے یانہیں؟

جواب.......... ....

(۵) نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟

جواب............ ....

سوال نمبر۳

خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) عورت کے............... سے نماز جنازہ ادا نہیں ہوتی۔

(۲) چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ.......... بہتر ہے۔

(۳) نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا............... ہے۔

(۴) اگر میت کا ستر واضح ہو تو نماز جنازہ...........۔

(۵) ڈاکہ زنی کرتے ہوئے مارا جائے تو اس کی نماز جنازہ...........۔

تدفین کے احکام

نمازِ جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد اگلا مرحلہ چونکہ تدفین ہے لہٰذا یہاں تدفین کے احکام ذکر کئے جاتے ہیں:

تدفین کا حکم :

میّت کے غسل، کفن اور نمازِ جنازہ کی طرح دفن کرنا بھی فرضِ کفایہ ہے، اگر کسی نے بھی یہ فرض ادا نہیں کیا تو وہ سب لوگ گناہگار ہونگے جنہیں اسکی وفات کی خبر تھی۔



قبر کی اقسام:

میّت کیلئے کھودی جانے والی قبر دو طرح کی ہوسکتی ہے:

(ا) لحد۔ (ب) شق۔

"لحد" کی تعریف: کم از کم میّت کے نصف قد کے برابر (اور افضل یہ ہے کہ میّت کے قد کے برابر گہری) قبر کھود کر اسکے اندر قبلے لی جانب گھڑا کھودا جائے جس میں میّت کو رکھا جا سکے۔ یہ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی کیطرح ہوتا ہے۔ اسے "لحد" کہتے ہیں۔ اسے بغلی قبر بھی کہتے ہیں۔

"شق" کی تعریف: اسکا طریقہ یہ ہے کہ تقریباً ایک فٹ قبر کھود کر اسکے بیچوں بیچ ایک گڑھا میّت کے نصف قد یا پورے قد کے برابر کھودا جائے جس کا طول میّت کے قد کے برابر ہو اور چوڑائی زیادہ سے زیادہ نصف قد کے برابر ہو اسے صندوقی قبر بھی کہتے ہیں۔

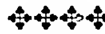
کونسی قبر کھودنا افضل ہے؟

ائمہ احناف ؒ کے نزدیک "لحد" (بغلی قبر)، شق (صندوقی قبر) سے افضل اور بہتر ہے۔

ہاں اگر کسی جگہ زمین بہت نرم ہو اور بغلی قبر کھودنے سے قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر شق (صندوقی قبر) کھودی جائے۔

تابوت میں دفن کے احکام:

اگر کسی جگہ زمین نرم ہو یا سیلاب زدہ ہو اور بغلی قبر نہ کھود سکے تو میّت کو کسی تابوت (صندوق) میں رکھ کر دفن کردیں۔ صندوق خواہ لکڑی کا ہو یا پتھر کا ہو یا لوہے کا البتہ صندوق میں مٹی بچھالینا بہتر ہے۔



تدفین کا مسنون طریقہ:

جنازہ کو پہلے قبلہ کی سمت قبر کے کنارے اس طرح رکھیں کہ قبلہ میّت کے دائیں طرف ہو پھر اتارنے والے قبلہ رُو کھڑے ہو کر میّت کو احتیاط سے اٹھا کر قبر میں رکھ دیں۔

قبر میں رکھتے وقت "بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رسولِ اللّٰهِ" کہنا مستحب ہے۔

◉ قبر میں اتارنے والوں کا طاق یا جفت ہونا مسنون نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کو قبرِ اطہر میں چار آدمیوں

نے اتارا تھا۔

◉ میّت کو قبر میں رکھ دینے کے بعد داہنے پہلو پر اسکو قبلہ رُو کر دینا مسنون ہے، صرف منہ قبلے کی طرف کر دینا کافی نہیں بلکہ پورے بدن کو اچھی طرح کروٹ دینا چاہیئے۔

◉ قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی وہ گرہ جو کفن کھل جانے کے خوف سے دی گئی تھی کھول دی جائے۔

تدفین کے وقت پردہ کا حکم :

(۱) عورت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کر کے رکھنا مستحب ہے اور اگر میّت کے بدن کے ظاہر ہونے کا خوف ہو تو پردہ کرنا واجب ہے۔

(۲) مردوں کے دفن کرتے وقت پردہ نہیں کرنا چاہیئے ہاں! اگر کوئی عذر ہو مثلاً بارش برس رہی ہو، یا برف گر رہی ہو، یا سخت دھوپ ہو تو پھر جائز ہے۔



......قبر کو بند کرنا :

جب میّت کو قبر میں رکھ دیں تو قبر اگر لحد ہے تو اسے کچی اینٹوں سے بند کیا جائے اور اگر قبر شق ہو تو اسکے اوپر لکڑی کے تختے یا سیمنٹ کے سلیب رکھ کر بند کر دیا جائے تختوں وغیرہ کے درمیان جو سوراخ اور جھرّیاں رہ جائیں ان کو کچے ڈھیلوں، پتھروں، یا گارے سے بند کر دیا جائے اس کے بعد مٹّی ڈالنا شروع کریں۔



قبر پر مٹّی ڈالنا :

مٹّی ڈالتے وقت مستحب ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداء کی جائے اور ہر شخص تین دفعہ اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹّی بھر کر قبر میں ڈال دے۔

پہلی مرتبہ مٹّی ڈالتے وقت کہے: مِنۡهَا خَلَقۡنَاكُمۡ

اور دوسری مرتبہ کہے: وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ

اور تیسری مرتبہ کہے: وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً أُخۡرٰى۔

◉ جس قدر مٹّی اس قبر سے نکلی ہو سب اس پر ڈال دیں اس سے زیادہ مٹّی ڈالنا مکروہ ہے جبکہ بہت زیادہ

مٹی ہو جس کی وجہ سے قبر ایک بالشت سے بہت زیادہ اونچی ہو جائے اور اگر باہر کی مٹی تھوڑی ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

- قبر کو مربع (چوکور) بنانا مکروہ ہے۔ مستحب یہ ہے کہ قبر اونٹ کی کوہان کی طرح بنائی جائے اور اسکی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہو۔
- مٹی ڈال چکنے کے بعد قبر پر پانی چھڑک دینا مستحب ہے۔



تدفین کے بعد دعا کا حکم :

میّت کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہؓ اس قبر کے پاس کھڑے ہو کر میّت کیلئے منکر نکیر کے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا خود بھی فرماتے اور دوسروں کو بھی تلقین فرماتے کہ اپنے بھائی کیلئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو۔

- دفن کے بعد تھوڑی دیر قبر پر ٹھہرنا اور میّت کیلئے دعائے مغفرت کرنا یا قرآن شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا مستحب ہے۔
- دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات "مفلحون" تک اور پاؤں کی جانب سورۃ البقرہ کی آخری آیات "اٰمَنَ الرَّسول" سے ختمِ سورت تک پڑھنا مستحب ہے۔



عملی مشق

سوال نمبر ۱

درج ذیل مسائل میں خط کشیدہ الفاظ کو خاص طور پر ذہن میں رکھتے ہوئے صحیح اور غلط کی متعلقہ خانہ میں نشاندہی کریں۔

- ☐ میت کے غسل کفن اور نماز جنازہ کی طرح دفن کرنا بھی فرض کفایہ ہے۔
- ☐ لحد میت کے کم از کم قد کے برابر قبلہ کی طرف گھڑا کھودا جاتا ہے، اسے بغلی قبر بھی کہتے ہیں۔
- ☐ امام محمد کے نزدیک لحد شق سے افضل اور بہتر ہے۔
- ☐ قبر پر مٹی ڈالتے وقت مستحب ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداء کی جائے۔

☐ دفن کے بعد تھوڑی دیر قبر پر ٹھہرنا اور قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کرنا مسنون ہے۔

سوال نمبر ۲

مناسب الفاظ سے خالی جگہ پُر کریں:

(۱) میت کے لئے کھودی جانے والی قبر......طرح کی ہوسکتی ہے۔

(دو، تین، کئی)

(۲) شق کا طول میت کے قد کے برابر، اور چوڑائی زیادہ سے زیادہ............کے برابر ہو۔

(ایک فٹ، نصف قد، مکمل قد)

(۳) قبر میں اتارنے والوں کا طاق یا جفت ہونا مسنون............۔

(ہے، نہیں)

(۴) لحد کو............اینٹوں سے بند کیا جائے۔

(کچی، پکی)

(۵) قبر سے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ اس پر ڈالنا............ہے۔

(ناجائز، مکروہ)

سوال نمبر ۳

مختصر جواب دیں:

سوال: زمین نرم ہونے کی صورت میں تابوت میں دفن کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب..

سوال: قبر پر مٹی ڈالتے وقت کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟

جواب..

سوال: تدفین کے بعد دعا کی کیا حیثیت ہے؟

جواب..



شہید کے احکام

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْافِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًابَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ط فَرِحِیْنَ بِمَااٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ. لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ. (آل عمران۔۱۶۹تا۱۷۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اُن لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں مارے گئے مردہ مت سمجھو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں، اپنے رب کے ہاں کھا پی رہے ہیں، ان نعمتوں پر خوش ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کی ہیں۔ اور یہ (شہداء) ان لوگوں کے بارے میں (بھی) خوش ہوتے ہیں، جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے (شہید ہو کر) ان کے پاس نہیں پہنچے کہ ان (آنے والوں) پر بھی کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہونگے۔

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَامِنْ اَحَدٍیَدْخُلُ الْجَنَّۃَ یُحِبُّ اَنْ یَّرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَاوَلَہٗ مَافِی الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّاالشَّھِیْدَ یَتَمَنّٰی اَنْ یَرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَافَیُقْتَلُ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَایَرٰی مِنَ الْکَرَامَۃِ. (رواہ البخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں داخل ہونے والوں میں کوئی شخص بھی دنیا کی طرف لوٹنا پسند نہیں کرے گا کہ دنیا میں آ کر اس کی کسی چیز کو حاصل کرے سوائے شہید کے، کیونکہ یہ شہید اپنے ساتھ ہونے والے اعزاز و کرام کو دیکھ کر تمنا کرے گا کہ کاش! وہ دنیا میں واپس لوٹ جائے اور دس مرتبہ (اللہ کے راستے میں) قتل کیا جائے۔

شہید کی اقسام:

جس مسلمان کو اللہ تعالیٰ شہادت کی موت عطا فرمائے اسے شہید کہا جاتا ہے قرآن وسنت میں شہادت کا نہایت عظیم الشان ثواب اور قابلِ رشک فضائل وارد ہوئے ہیں۔ لیکن خوب سمجھ لینا چاہئے کہ شہید کی تین قسمیں ہیں:

(۱) شہید دنیوی واخروی۔

(۳) شہید دنیوی۔

شہید دنیوی واخروی (شہیدِ کامل) :

یہ وہ شہید ہوتا ہے جس کے ساتھ عام مسلمان شہیدوں والا معاملہ کرتے ہوئے غسل دیئے بغیر انہی کپڑوں میں جو اس نے پہنے ہوئے ہیں نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کر دیتے ہیں۔اس اعتبار سے اسے دنیوی شہید کہا جاتا ہے۔اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ شہیدوں والا معاملہ فرماتے ہوئے خاص انعامات سے نوازتے ہیں اس اعتبار سے اسکو اخروی شہید کہا جاتا ہے اسے شہیدِ کامل بھی کہا جاتا ہے (اس شہید کیلئے بہت سی شرائط ہیں جن کا بیان آگے آرہا ہے)

شہیدِ اخروی :

یہ وہ شہید ہوتا ہے جسے آنحضرت ﷺ کی بشارت کے مطابق آخرت میں درجہ شہادت نصیب ہوگا، مگر دنیا میں عام مسلمان اسکے ساتھ شہید والا معاملہ نہیں کرتے۔ بلکہ عام مسلمانوں کی طرح ان کو غسل بھی دیا جاتا ہے اور کفن بھی۔چونکہ اسکی شہادت کا ثمرہ صرف آخرت میں ظاہر ہوتا ہے اس لئے اسے شہیدِ اخروی کہتے ہیں۔

شہیدِ دنیوی :

یہ وہ میت ہوتی ہے جس پر دنیا میں (شرائط پائی جانے کی وجہ سے) شہیدوں والا معاملہ کرتے ہوئے غسل وکفن نہیں دیا جاتا۔ البتہ آخرت میں اللہ تعالیٰ (اسکی ریا وشہرت پسندی) کی وجہ سے شہادت کے درجے سے محروم فرمادینگے۔چونکہ اس میت کے ساتھ (معاذاللہ) صرف دنیا میں شہیدوں والا معاملہ کیا جاتا ہے اس لئے اسکو شہیدِ دنیوی کہا جاتا ہے۔



شہیدِ دنیوی واخروی بننے کیلئے شرائط :

شہید کی پہلی قسم شہیدِ دنیوی واخروی وہ مقتول ہے جس میں مندرجہ ذیل سات شرطیں پائی جائیں:

پہلی شرط : مسلمان ہونا۔لہٰذا غیر مسلم (کافر) کیلئے کسی قسم کی شہادت ثابت نہیں ہوسکتی۔

دوسری شرط : مکلّف یعنی عاقل و بالغ ہونا۔لہٰذا جو شخص حالتِ جنون میں یا بالغ ہونے سے پہلے مارا جائے اسے شہیدِ دنیوی نہیں کہا جاتا۔

تیسری شرط: حدثِ اکبر سے پاک ہونا۔ لہٰذا اگر کوئی شخص حالتِ جنابت میں یا کوئی عورت حالتِ حیض و نفاس میں شہید کردی جائے تو اسے شہیدِ دنیوی نہیں کہا جاتا۔

چوتھی شرط: بے گناہ مارا گیا ہو۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے کسی جرمِ شرعی کی سزا میں مارا گیا ہو جیسے کسی قاتل کو بطورِ قصاص یا زانی کو بطورِ حدِ رجم (پتھر مار مار کر ختم کرنا) کردیا گیا ہو تو اسے بھی شہید نہیں کہتے۔

پانچویں شرط: اگر کسی مسلمان یا ذمّی (یعنی وہ کافر جو دارالاسلام کا باشندہ ہو، اور دارالاسلام سے مراد وہ ملک ہے جہاں مسلمانوں کی حکومت ہو) کے ہاتھ مقتول ہوا ہو تو شرط یہ ہے کہ ایسے آلہ سے مارا گیا ہو کہ جو جارحہ ہو اور ''آلہ جارحہ'' سے مراد ایسا آلہ ہے جو قتل کے لئے بنایا گیا ہو یا جس کے استعمال سے بدن زخمی ہو جاتا ہو اور عام طور پر آدمی اس سے مر جاتا ہو۔ جیسے تلوار، نیزہ، چاقو، چھری، گولی اور بم وغیرہ

لہٰذا اگر کوئی مسلمان یا ذمّی کے ہاتھ سے تو مارا گیا ہو مگر ایسے آلہ سے جو دھاردار نہیں ہے (جیسے پتھر، بڑی لکڑی، ڈنڈا وغیرہ) تو اسے شہیدِ دنیوی نہیں سمجھا جائیگا۔ بلکہ غسل و کفن دیا جائیگا۔

ضروری وضاحت: یاد رہے کہ ''آلہ جارحہ'' ہونے کی شرط صرف مسلمانوں اور ذمّیوں کے بارے میں ہے لیکن اگر کوئی شخص حربی کافروں یا باغیوں (خواہ مسلمان ہوں) یا ڈاکوؤں (خواہ مسلمان ہوں) کے ہاتھ سے مارا گیا تو شہیدِ دنیوی ہے خواہ وہ کسی بھی آلہ سے مارا جائے جارحہ (جیسے گولی وغیرہ) یا جارحہ نہ ہو (جیسے پتھر، ڈنڈا وغیرہ)۔

بلکہ یہ بھی شرط نہیں ہے کہ وہ لوگ مرتکبِ قتل ہوئے ہوں بلکہ اگر وہ سبب قتل بھی ہوں یعنی ان سے ایسے امور سرزد ہو جائیں جو باعثِ قتل ہو جائیں تب بھی شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے۔

مثال: کسی حربی کافر نے اپنے جانور یا گاڑی یا ٹینک سے کسی مسلمان کو روند ڈالا اور خود اس پر سوار تھا۔

مثال: کسی حربی نے مسلمان کے گھر کو آگ لگادی جس سے کوئی مسلمان جل کر ہلاک ہوگیا۔

چھٹی شرط: اس قتل کی سزا میں ابتدأً شریعت کی طرف سے کوئی مال عوض (دیت) مقرر نہ ہو۔ بلکہ ابتدأً قصاص واجب ہو۔

چنانچہ اگر ایسا قتل ہوا جس میں ابتدأً قصاص واجب نہیں ہوتا بلکہ ابتدأً ہی دیت (مالی معاوضہ) واجب ہوتی ہے تو ایسا مقتول بھی "شہید دنیوی" نہیں ہوگا۔

◉ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو خطأً قتل کر دے تو چونکہ قصاص واجب نہیں ہوتا لہٰذا ایسے مقتول پر دنیا میں شہید والے احکام جاری نہیں ہونگے۔

لیکن! اگر قتل کے نتیجے میں ابتدأً تو قصاص ہی واجب ہوا تھا مگر کسی اور سبب (مثلاً مقتول کے ورثہ کے ساتھ صلح وغیرہ) سے قصاص ساقط ہوگیا تو ایسے مقتول کے ساتھ دنیا میں شہید والا معاملہ کریں گے۔ کیونکہ اس قتل کے نتیجے میں ابتدأً قصاص واجب ہوا تھا۔

ساتویں شرط: زخمی ہونے کے بعد مرنے سے پہلے اس نے دنیوی زندگی سے کوئی نفع نہ اٹھایا ہو۔ اگر اس نے زخمی ہونے کے بعد دنیوی زندگی سے کوئی فائدہ حاصل کرلیا مثلاً: کھانا پینا، سونا، دوا و مرہم پٹی، خرید و فروخت، زیادہ بات چیت، دنیوی وصیّت کرنا یا ہوش وحواس کی حالت میں نماز کا مکمل وقت گزر جانا۔ تو ایسی حالت میں یہ مقتول بھی شہیدِ دنیوی کے حکم سے خارج ہو جائیگا۔

البتہ اگر کسی مقتول کو میدانِ معرکہ سے اسلئے اٹھا کر لائے ہوں تا کہ اسے جانور، گھوڑے، ٹینک اور گاڑیاں روند نہ ڈالیں تو کچھ حرج نہیں۔ اس زخمی کو دنیوی حیات سے فائدہ اٹھانے والا نہیں سمجھا جائیگا بلکہ شہیدِ دنیوی کہلائے گا۔

شہیدِ کامل (شہیدِ دنیوی واخروی) کا حکم:

جس شہید میں مذکورہ بالا تمام شرائط پائی جائیں اسکے درجِ ذیل احکام ہیں:

پہلا حکم: اسکو غسل دیا جائے گا نہ اسکے جسم سے خون صاف کیا جائیگا۔ البتہ اگر خون کے علاوہ کوئی اور نجاست لگی ہو تو اسے دھویا جائیگا۔

دوسرا حکم: جو کپڑے شہید نے پہنے ہوئے ہیں انہی کپڑوں میں شہید کو کفن دیا جائے گا اگر پہنے ہوئے کپڑے عددِ مسنون سے کم ہوں تو عددِ مسنون پورا کرنے کیلئے کپڑے اور زیادہ کر دئے جائیں گے۔ اور اگر عددِ مسنون سے زیادہ ہیں تو اتار لئے جائیں گے۔

تیسرا حکم: اسکے جسم سے ٹوپی، ہیلمٹ، خود، بوٹ، زرہ، بلٹ پروف جیکٹ اور ہتھیار وغیرہ اتار لئے جائیں گے۔

چوتھا حکم: باقی تمام احکام جیسے نمازِ جنازہ اور تدفین وغیرہ اس پر جاری ہوں گے۔

ضروری تنبیہ : یہ بات خوب ذہن نشین رہے کہ اگر مذکورہ بالا شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو ایسے مقتول پر صرف عام مسلمانوں کے ہاں دنیا میں شہید کے احکام (غسل وکفن) جاری نہیں ہونگے۔ البتہ عین ممکن ہے کہ وہ اپنے اخلاص و جہاد کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کا اعلیٰ مقام حاصل کر لے۔

شہیدِ اخروی کا حکم :

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ شہید کی دوسری قسم وہ ہے جنہیں آنخضرت ﷺ کی بشارت کے مطابق آخرت میں تو درجہ شہادت نصیب ہوگا اور شہیدوں کا سا معاملہ اور اعزاز و کرام ان کے ساتھ کیا جائیگا لیکن دنیا میں ان پر شہیدوں کے احکام جاری نہیں ہوتے۔ بلکہ عام میت والا معاملہ کرتے ہیں۔

شہید کی اس قسم میں جو مسلمان داخل ہیں انکی چالیس سے زیادہ قسمیں ہیں لیکن ان سب کا ذکر احادیث میں یکجا نہیں ملتا، متفرق احادیث میں انکا ذکر آیا ہے۔ اسی لئے ان سب احادیث کو جمع کرنے کیلئے علمائے محققین نے مستقل رسالے تالیف فرمائے ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابنِ عابدین شامیؒ نے ان تحقیقات کا خلاصہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "حاشیہ ردّ المحتار" میں درج فرمایا ہے یہاں اسکا لب لباب ایک فہرست کی صورت میں نقل کرتے ہیں۔

شہیدِ اخروی کون کون ہیں؟

(۱) وہ بے گناہ مقتول جو شہید کی قسمِ اوّل میں اسلئے داخل نہ ہو کہ جو شرطیں قسمِ اوّل میں بیان کی گئی ہیں ان میں سے کوئی شرط اس میں مفقود تھی۔

- وہ مقتول جو مجنون، نابالغ، یا جنبی ہو، یا حیض و نفاس والی عورت ہو
- وہ مقتول جس کے قتل کے عوض میں قصاص واجب نہیں بلکہ مالی عوض یعنی دیت (خون بہا) واجب ہوتا ہے۔
- وہ مقتول جو باغیوں، ڈاکہ زنوں، یا حربی کافروں کے ہاتھ مارا جائے مگر زخم لگنے کے بعد دنیوی زندگی کا کوئی نفع اور راحت اسے حاصل ہوئی ہو۔

ان سب صورتوں میں مقتول اگرچہ شہید کی قسمِ اوّل نہیں، مگر قسمِ دوم میں داخل ہے یعنی آخرت میں اسے درجہ شہادت نصیب ہوگا۔ دنیا میں شہید کے احکام جاری نہ ہونگے۔

(۲) جس نے کسی کافر، باغی، یا ڈاکو پر حملہ کیا مگر وار خطا ہو کر خود کو لگ گیا جس سے موت واقع ہوگئی۔

(۳) مسلم ممالک کی سرحد کا پہرہ دینے والا وہ مجاہد جو وہاں طبعی موت مر جائے۔

(۴) جس نے صدقِ دل سے اللہ کی راہ میں جان دینے کی دعا کی ہو پھر طبعی موت مر جائے۔

(۵) جو ظالموں سے اپنی یا اپنے گھر والوں کی جان بچانے کیلئے لڑتا ہوا مارا جائے۔

(۶) جو اپنا مال ظالموں سے بچانے یا چھڑانے کیلئے لڑتا ہوا مارا جائے۔

(۷) حکومت کا مظلوم قیدی جو قید کی وجہ سے مارا جائے۔

(۸) جو (ظلم سے بچنے کیلئے) روپوش ہو اور اسی حالت میں مر جائے۔

(۹) طاعون سے مرنے والا، نیز اس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو طاعون کے زمانے میں طاعون کے بغیر ہی وفات پا جائے بشرطیکہ جس بستی میں ہو وہیں ثواب کی نیت سے اور صبر کیساتھ ٹھہرا رہے راہِ فرار اختیار نہ کرے۔

(۱۰) پیٹ کی بیماری (استسقاء یا اسہال) میں وفات پانے والا۔

(۱۱) نمونیہ کا مریض۔

(۱۲) سِل کا مریض۔

(۱۳) مرگی کے مرض سے یا کسی سواری سے گر کر ہلاک ہونے والا۔

(۱۴) بخار میں مرنے والا۔

(۱۵) جسکی موت سمندر کے سفر میں الٹیاں (متلی، قے) لگنے سے واقع ہوئی ہے۔

(۱۶) جو شخص اپنی بیماری میں چالیس مرتبہ "لاالہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین" کہے اور اسی بیماری میں وفات پا جائے۔

(۱۷) جسکی موت اچھو لگنے سے ہوئی۔

(۱۸) جسکی موت زہریلے جانور کے ڈسنے سے ہوئی ہو۔

(۱۹) جسے کسی درندے نے پھاڑ ڈالا ہو۔

(۲۰) آگ میں جل کر مرنے والا۔

(۲۱) پانی میں ڈوب کر مرنے والا۔

(۲۲) جس پر کوئی عمارت یا دیوار وغیرہ گر پڑی ہو۔

(۲۳) جس عورت کی موت حالتِ حمل میں ہو جائے۔

(۲۴) نفاس والی عورت، جسکی موت ولادت کے وقت ہوئی ہو، یا ولادت کے بعد مدت نفاس ختم ہونے

سے پہلے۔

(۲۵) جو عورت کنواری ہی وفات پا جائے۔

(۲۶) جو عورت اپنے شوہر کے کسی اور عورت سے تعلق (زوجیت وغیرہ) کے غم پر صبر کرے۔ اور اسی حالت میں مرجائے۔

(۲۷) وہ پاکباز عاشق جو اپنا عشق چھپائے رکھے اور غمِ عشق میں مرجائے۔

(۲۸) جسے غریب الوطنی میں موت آجائے۔

(۲۹) دین کا طالبعلم۔

علامہ شامیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ اس میں وہ عالمِ دین بھی داخل ہے جو تدریس کا مشغلہ رکھتا ہو اگرچہ دن بھر میں ایک ہی درس دے یا تألیف کا مشغلہ رکھتا ہو، دن بھر علمِ دین میں منہمک رہنا شرط نہیں۔

(۳۰) وہ مؤذن جو محض ثواب کیلئے اذان دیتا ہو (تنخواہ یا اجرت مقصود نہ ہو)۔

(۳۱) اپنے بیوی بچے کی خبر گیری کرنے والا، جو ان کے متعلق اللہ کے احکام بجا لائے اور انکو حلال کھلائے۔

(۳۲) سچا دیانتدار تاجر۔

(۳۳) جو تاجر مسلمانوں کے کسی شہر میں کھانے کی چیزیں (طعام) پہنچائے۔

(۳۴) جس نے اپنی زندگی مدارات (اچھے سلوک) میں گزاری ہو (یعنی برے لوگوں کے ساتھ بھی شرعی حکم کے بغیر برا سلوک نہ کرتا ہو)۔

(۳۵) امّت کے بگاڑ کے وقت سنّت پر قائم رہنے والا۔

(۳۶) جو رات کو باوضو سوئے اور اسی حالت میں انتقال ہو جائے۔

(۳۷) کے دن وفات پانے والا۔

(۳۸) جو شخص روزانہ پچیس بار یہ دعا کرے "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِي الْمَوْتِ وَفِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ" (اے اللہ! میرے لئے موت میں بھی برکت دے اور موت کے بعد کے حالات میں بھی)۔

(۳۹) جو چاشت کی نماز (صلوٰۃ الضحیٰ) پڑھے اور ہر مہینے تین روزے رکھے اور وتر نہ سفر میں چھوڑے، نہ اقامت میں۔

(۴۰) ہر رات سورۃ یٰسین پڑھنے والا۔

(۴۱) جو شخص آنحضرت ﷺ پر سو مرتبہ درود شریف پڑھے۔

(۴۲) امام ترمذیؒ نے حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے صبح کے وقت "اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ السَّمِیۡعِ الۡعَلِیۡمِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ" تین بار پڑھا اور سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھیں، اللہ تعالیٰ اسکے اوپر ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دیتا ہے جو اس کیلئے شام تک استغفار کرتے رہتے ہیں اور اگر اس دن انتقال ہو جائے تو شہید کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور جس نے یہ کلمات اور آیتیں شام کو پڑھیں تو صبح تک اسکا بھی یہی درجہ ہے۔



عملی مشق

سوال نمبر ۱

درج ذیل مسائل میں سے صحیح اور غلط کا انتخاب کیجئے: صحیح / غلط

(۱) شہید اخروی کو شہید کامل بھی کہتے ہیں۔ ☐ ☐

(۲) شہید اخروی وہ ہوگا جس کو آخرت میں شہادت کا رتبہ نصیب ہوگا۔ ☐ ☐

(۳) شہید دنیوی و اخروی بننے کے لئے حدث اصغر اور اکبر سے پاک ہونا ضروری ہے۔ ☐ ☐

(۴) شہید کامل کو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ ہی اس کا خون صاف کیا جائے گا۔ ☐ ☐

(۵) آگ میں جل کر مرنے والا بھی شہید اخروی کے حکم میں ہوتا ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر ۲

مختصر جواب دیں:

(۱) شہید کی کتنی قسمیں ہیں؟ انکی تعداد اور نام قلمبند کیجئے۔

جواب..............................

(۲) شہید اخروی بننے کے لئے کم از کم دو شرطیں لکھیں۔

جواب..

(۳) شہید کامل کسے کہتے ہیں؟

جواب..

(۴) شہید کے جسم سے اسلحہ، جیکٹ وغیرہ اتار دی جائے گی یا نہیں؟

جواب..

(۵) شہید اخروی کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب..

سوال نمبر ۳

صحیح صورت کے سامنے (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) شہید کامل!

☐ اسکو غسل نہیں دیا جائے گا۔ ☐ اس کے خون کو دھو دیا جائے گا۔

☐ کپڑوں سمیت دفن کیا جائے گا۔ ☐ اس کے لئے صرف لحد بنائی جائے گی۔

سوال نمبر ۴

درج ذیل حضرات کے حالات پڑھئے اور پھر یہ سوچ کر کہ یہ شہید کی کس قسم میں داخل ہوتا ہے اس کے غسل کا فیصلہ کیجئے:

حالات	غسل دیا جائے گا	غسل نہیں دیا جائے گا
(۱) امجد کا ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا۔		
(۲) احمد ڈاکوؤں کی فائرنگ میں زخمی ہوا اور کچھ دنوں ہسپتال میں رہ کر فوت ہو گیا۔		

(۳) جنابت کی حالت میں زاہد میدان جہاد میں دشمن کے گولہ لگنے سے موقع پر ڈھیر ہو گیا۔		
(۴) دین کا طالبعلم بخار میں فوت ہو جاتا ہے۔		
(۵) وہ فوجی جو میدان جہاد میں دل کا دورہ پڑنے سے مر جائے۔		
(۶) کسی بھی حربی کافر نے مسلمان کو ٹینک کے نیچے روند ڈالا۔		
(۷) خاندانی لڑائی میں کوئی شخص ڈنڈوں کی ضرب سے بے قصور مارا جائے گا۔		
(۸) کافروں کے ہاتھ سے وہ زخمی مجاہد جو چند دن علاج معالجہ کے بعد فوت ہو جائے۔		
(۹) ایسا مقتول جس کے ورثہ نے قاتل کا خون معاف کر دیا اور اس سے دیت پر صلح کر لی۔		
(۱۰) ٹرین سے کٹ کر ہلاک ہونے والا شخص۔		
(۱۱) بم دھماکے میں مارا جانے والا مسلمان		
(۱۲) دہشت گردوں کی فائرنگ سے ہلاک ہونے والا شخص،		
(۱۳) پولیس مقابلے میں مارا جانے والا ڈاکو		
(۱۴) ڈاکوں کی فائرنگ سے مرنے والا سپاہی		
(۱۵) جسے دشمن نے زہر دے کر مار دیا ہو		
(۱۶) فدائی حملے میں اپنے آپ کو مارنے والا شخص		

(۱۷) کسی ظالم کے تیزاب پھینکنے کی وجہ سے جھلس کر ہلاک ہونے والا شخص		
(۱۸) کسی شخص نے دوسرے کو دریا یا کنویں میں ڈبو دیا		
(۱۹) پولیس کے ٹارچر اور تشدد سے ہلاک ہونے والا ناحق ملزم		
(۲۰) ایسی بوری بند نعش جس پر تشدد کے نشانات ہو		

زکوٰۃ کے احکام

- زکوٰۃ کی اقسام
- نصابِ زکوٰۃ
- قرض کے احکام
- صدقۃ الفطر کے احکام
- عشر کے احکام

زکوٰۃ کے احکام

قَالَ اللہُ تَعَالٰی: اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضاً حَسَناً وَّمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ھُوَ خَیْراً وَّاَعْظَمَ اَجْرًا (المزمل۔۲۰)

ترجمہ: نماز قائم رکھواور زکوٰۃ دیتے رہواور اللہ تعالیٰ کو قرض دواچھی طرح پر قرض دینااور تم اپنے آگے جونیکی بھیجوگے اس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر اور ثواب میں بہت زیادہ پاؤگے۔

وَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ: مَنْ اٰتَاہُ اللّٰہُ مالاً فَلَمْ یُؤَدِّ زَکَاتَہٗ مُثِّلَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَہٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ثُمَّ یَأْخُذُ بِلِھْزِمَتَیْہِ. یَعْنِی. شِدْقَیْہِ، ثُمَّ یَقُوْلُ أَنَا کَنْزُکَ، أَنَا مَالُکَ، ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ. . الآیۃ. (رواہ البخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہومگر وہ اس کی زکوٰۃ ادانہ کرے تو قیامت کے دن اسی مال کو ایسے سانپ کی شکل دی جائے گی جو (زہر کی شدت کے باعث) گنجا ہوگا، اس کے دوسیاہ نقطے ہونگے (جوسانپ کے انتہائی زہریلا ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے)۔وہ سانپ اس شخص کے دونوں جبڑوں کو لپٹ جائے گااور کہے گا کہ میں تیرا خزانہ ہوں، تیرا مال ہوں۔پھر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ..... آخر آیت تک. (رواہ البخاری ومسلم)



زکوٰۃ کے معنی :

لغتِ عربی میں زکوٰۃ کے معنی "پاک کرنا "اور "نشوونما "کے ہیں اور شریعتِ مقدسہ کی اصطلاح میں زکوٰۃ کے معنی ہیں:

"تَمْلِیْکُ مَالٍ مَخْصُوْصٍ لِمُسْتَحِقِّہٖ لِشَرَائِطَ مَخْصُوْصَۃٍ"۔

"کسی مستحق شخص کو مخصوص شرائط کے پائے جانے کی صورت میں مال کے مخصوص حصّے کا مالک بنا دینا زکوٰۃ کہلاتا ہے"۔

(مذکورہ تعریف کے ہر ہر جُز مستحق شخص، مخصوص شرائط، مخصوص مال وغیرہ کی تفصیل اپنے اپنے موقع پر آ رہی ہے۔)



زکوٰۃ کی اقسام پر اجمالی نظر :

حکم کے اعتبار سے زکوٰۃ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) فرض۔ جیسے مال کی زکوٰۃ۔

(۲) واجب۔ جیسے زکوٰۃ الرأس (یعنی افراد کی زکوٰۃ) جسے "صدقۃ الفطر" کہتے ہیں۔

پھر فرض زکوٰۃ بھی دو طرح کی ہے:

(۱) سونے، چاندی، اموال تجارت اور مویشیوں کی زکوٰۃ۔ اسے ہمارے معاشرے میں "زکوٰۃ" کہتے ہیں۔

(۲) زمین کی پیداوار، کھیتوں، سبزیوں اور پھلوں کی زکوٰۃ جسے ہمارے عرف میں "عُشر" کہتے ہیں۔



زکوٰۃ کے فرض ہونے کی شرائط :

(مراد اس سے زکوٰۃ المال کی پہلی قسم سونے، چاندی، اور اموالِ تجارت کی زکوٰۃ ہے)

کسی شخص پر زکوٰۃ فرض ہونے کیلئے درجِ ذیل تمام شرائط کا بیک وقت پایا جانا ضروری ہے ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ ان میں بعض شرائط تو وہ ہین جنکا تعلق خود اس شخص سے ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔ اور بعض شرائط وہ ہیں جنکا اس مال میں پایا جانا ضروری ہے جس پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہوتا ہے۔

(بدائع ۲/۶۰۲)

لیجئے اب تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

وہ شرطیں جو شخص میں پائی جانی ضروری ہیں :

خود اس شخص میں چار شرطیں پایا جانا ضروری ہیں:

(۱) اسلام : مسلمان ہونا۔ لہٰذا کافر پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

(۲) حریت : آزاد ہونا۔لہٰذا غلام پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

(۳) بلوغ : بالغ ہونا۔لہٰذا نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی خواہ وہ کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو۔

(۴) عقل : عقلمند ہونا۔لہٰذا پاگل پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

وہ شرطیں جو مال میں پائی جانا ضروری ہیں :

خود مال میں مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱) ملکِ تامّ ہونا : زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے شرط ہے کہ اس مال پر "ملک تام" حاصل ہو اور کسی چیز پر ملکِ تامّ (مکمل ملکیت) کے حاصل ہونے کیلئے دو باتیں ضروری ہیں:

(الف) کسی چیز کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ وہ چیز اسکے قبضے میں ہو کہ جب چاہے اس میں کوئی بھی تصرّف کر سکے۔اگر کوئی چیز ملکیت میں تو ہے مگر ابھی اس پر مکمل قابض نہیں ہے تو زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی کیونکہ ملکِ تامّ نہیں ہے۔

مثال : جیسے عورت کا مہر پر قبضہ کرنے سے پہلے پہلے مالک ہونا۔ملکِ تامّ نہیں ہے۔لہٰذا مہر پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔البتہ اگر قبضہ کرلے تب ملکِ تامّ کی وجہ سے زکوٰۃ فرض ہوگی۔

(ب) کسی چیز کا مالک ہونا۔لہٰذا اگر کوئی چیز صرف قبضے میں ہے لیکن اسکا مالک نہیں ہے تب بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، کیونکہ ملکِ تامّ نہیں ہے۔

مثال : جیسے مسلمان کے پاس امانت کے طور پر رکھے ہوئے کسی کے پیسے۔یہ رقم مسلمان کے قبضے میں تو ہے مگر چونکہ اسکی ملکیت نہیں ہے لہٰذا اس پر ملکِ تامّ نہیں ہے۔

(۲) مال کا نصاب کی بقدر ہونا :

وہ مال جسکا آدمی مالک ہو، نصابِ زکوٰۃ کی بقدر ہو۔اگر مملوکہ مال نصاب کی مقدار سے کم ہے تب بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

(وہ مال جنکی زکوٰۃ نکالنا فرض ہوتا ہے ان میں ہر ایک کا نصاب مختلف ہوتا ہے، جسکی تفصیل نصاب کے بیان میں آرہی ہے)

(۳) حاجتِ اصلیہ سے زائد ہونا :

بقدرِ نصاب مال کا انسان کی " حاجتِ اصلیہ " (یعنی ضروریاتِ زندگی) سے زائد ہونا۔ لہٰذا وہ مال جو انسان کی " حاجتِ اصلیہ " میں شامل ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

(۴) حاجتِ اصلیہ کی تشریح :

حاجتِ اصلیہ سے مراد انسانی زندگی کی وہ ضرورت ہے جسے اگر پورا نہ کیا جائے تو اسکے ہلاکت میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو۔ ایسی ضرورت کیلئے کام آنے والی اشیاء درجِ ذیل ہیں:

(۱) رہائشی مکان۔ (۲) نان ونفقہ۔ (۳) سردی اور گرمی سے بچاؤ کیلئے بدن کے کپڑے۔

(۴) حفاظت کی غرض سے خریدا ہوا اسلحہ، بندوق رائفل وغیرہ۔

یہ چیزیں نہ ہوں تو واقعۃً انسان کے ہلاکت میں پڑ جانے کا سخت اندیشہ ہوتا ہے۔

اور بعض ایسی چیزیں بھی " حاجت اصلیہ " میں شامل ہوتی ہیں۔ جن کا براہِ راست انسانی زندگی کو ہلاکت سے بچانے کیساتھ تعلق تو نہیں ہے مگر ان کے نہ ہونے کی صورت میں ہلاکت کا کم از کم امکان ضرور رہتا ہے کسی نہ کسی درجہ میں ان سے محروم شخص بھی ہلاک ہی تصوّر کیا جاتا ہے۔

جیسے (۱) قرض کا ہونا۔ چنانچہ مقروض کے پاس اگرچہ نصاب کی بقدر مال ودولت : مگر اسے بھی حاجتِ اصلیہ میں مشغول تصوّر کیا جائے گا کیونکہ مقروض کو کبھی قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنا اور جیل کی ہوا کھانا پڑتی ہے جو ایک طرح سے ہلاکت ہے۔ اور یہ مال اسی ہلاکت سے دفاع کا سبب بن سکتا ہے لہٰذا یہ حاجتِ اصلیہ میں شامل ہے۔

(۲) آلاتِ صنعت وحرفت جسے آدمی اپنے روزگار کیلئے استعمال کرتا ہے۔

(۳) گھر کا سامان جیسے برتن فرنیچر وغیرہ جو روزمرّہ استعمال میں آتا ہے۔

(۴) سواری جس کے ذریعے انسان روزگار رعلاج معالجہ اور بہت سی ضروریات میں فائدہ حاصل کرتا ہے۔

(۵) دینی کتب۔ کیونکہ ان کے نہ ہونے کی صورت میں جہل باقی رہتا ہے جو علماء کے ہاں ایک طرح کی ہلاکت ہے، علم کے بغیر تو انسان محض چوپایہ ہے۔

(۵) مال کا " فارغ عن الدّین " ہونا :

مال کا " دَین " سے خالی ہونا۔ اگر کسی شخص کے پاس نصاب کی بقدر مال موجود ہو مگر اس پر " دَین " بھی ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

("دَین" کو ہمارے ہاں اردو میں قرض کہہ سکتے ہیں مگر یہ ایک فقہی اصطلاح ہے جس کے بارے میں تفصیل آئندہ سطور میں مستقل عنوان کے تحت آرہی ہے)

(٦) مال کا "نامی" ہونا :

نامی "نمو" سے اسمِ فاعل کا صیغہ ہے، مطلب یہ ہے کہ مال ایسا ہو جو بڑھنے والا ہو۔ خواہ وہ حقیقتاً بڑھتا ہوا نظر آئے جیسے جانور مویشی وغیرہ توالد وتناسل کے ذریعے بڑھتے رہتے ہیں، خواہ وہ تقدیراً بڑھتا ہو کہ اگر بڑھانا چاہیں تو اسے بڑھا سکیں۔ جیسے سونا، چاندی (خواہ کسی بھی شکل میں ہو) اور روپے پیسے وغیرہ (خواہ کسی ملک کی رائج الوقت کرنسی ہو)۔

لہٰذا وہ چیزیں جو نامی نہیں ہیں جیسے ہیرے جواہرات، موتی، یاقوت، زَبَرجد وغیرہ اگر تجارت کیلئے نہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے، انکا حکم عروض (سامان) کی طرح ہے۔ البتہ اگر تجارت کیلئے ہوں تو زکوٰۃ فرض ہوگی۔



(مندرجہ بالا تمام شرائط کی موجودگی میں زکوٰۃ فرض ہوجاتی ہے مگر زکوٰۃ کا ادا کرنا کب واجب ہوتا ہے) اس میں درجِ ذیل تفصیل ہے:

زکوٰۃ ادا کرنا کب فرض ہوتا ہے؟

مندرجہ بالا شرائط کیساتھ اگر نصاب کی بقدر مال پر چاند کے حساب سے مکمل ایک سال گزر جائے تو زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب ہوجاتا ہے۔ فقہی زبان میں اس شرط کو "حَولانِ حَول" (یعنی سال کا گزر جانا) کہتے ہیں۔

◉ یہ مسئلہ خوب دلنشین رہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے واجب ہونے کیلئے سال کے شروع اور آخر میں نصاب کا کامل ہونا ضروری ہے درمیان سال میں نصاب چاہے کم ہوجائے، بشرطیکہ درمیان سال میں نصاب بالکل ختم نہ ہوا ہو۔

(۱) کسی شخص کے پاس یکم محرم ۱۴۲۳ھ کو مکمل نصاب موجود ہو، ربیع الاول ۱۴۲۳ھ کو اسکے پاس نصاب سے کم مال رہ گیا بالکل ختم نہیں ہوا، یکم محرم ۱۴۲۴ھ کو پھر مکمل نصاب تھا تو چونکہ سال کے آغاز اور اختتام میں مکمل نصاب کا مالک ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

(۲) کسی شخص کے پاس یکم ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ میں مکمل نصاب تھا، ۱۰ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ کو نصاب بالکل ختم

ہوگیا، پھر ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ کو نصاب کی بقدر مال کا مالک بن گیا، یہاں تک کہ یکم ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ کو مکمل نصاب کا مالک تھا تو اس شخص پر اس تاریخ کو زکوٰۃ فرض نہیں ہے کیونکہ جب نصاب پر سال شروع ہوا تھا تو ۱۰ ربیع الاوّل کے دن نصاب بالکل ختم ہوگیا تھا لہٰذا زکوٰۃ کا حکم ساقط ہوگیا۔ ۲۰ ربیع الاوّل ۱۴۲۴ھ کو دوبارہ نصاب مکمل ہوا تو سال کا آغاز ہوگیا پھر ۲۰ ربیع الاوّل سے کیا جائے گا چنانچہ آئندہ سال ۲۰ ربیع الاوّل ۱۴۲۵ھ تک نصاب رہا چاہے اس درمیان کم ہوگیا ہو تو آئندہ سال مذکورہ تاریخ کو زکوٰۃ فرض ہوگی بشرطیکہ اس درمیان میں بھی نصاب بالکل ختم نہ ہوا ہو۔

"مالِ مستفاد" کا حکم :

اگر سال کے آغاز میں کسی شخص کے پاس نصاب کی بقدر مال ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ اب آئندہ سال نصاب پر مقررہ تاریخ (جس تاریخ سے نصاب شروع ہوا تھا) کو جب زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس تاریخ سے پہلے پہلے اسی مال کی جنس میں سے اس شخص کو جو مال حاصل ہوتا رہا ہے اسکو "مالِ مستفاد" کہتے ہیں۔ خواہ یہ مال کسی بھی طریقے سے اسکی ملکیت میں آیا ہو خواہ ھبہ (Gift) کے ذریعے، یا میراث کے ذریعے یا تجارت کے ذریعے یا ماہوار تنخواہ کے ذریعے۔

اس مال کا حکم یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی تاریخ سے پہلے پہلے جو مال بھی حاصل ہوا اسے اسی نصاب زکوٰۃ کیساتھ شامل کرتے ہوئے مجموعی رقم پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

یاد رہے کہ سونا چاندی، رائج الوقت کرنسی اور مال تجارت شریعت کی نظر میں ایک ہی جنس ہے۔ البتہ جانور دوسری جنس ہے۔

مثال سے توضیح :

کسی شخص کے پاس یکم محرّم ۱۴۲۳ھ کو دس ہزار روپے کہیں سے ملے تو چونکہ یہ رقم نصاب کے بقدر ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ فرض ہوگئی۔ اب اس زکوٰۃ کی ادائیگی یکم محرّم ۱۴۲۴ھ کو فرض ہوگی (بشرطیکہ اس نصاب پر اس طرح سال گزر جائے کہ سال کے دوران یہ روپے بالکل ختم نہ ہوں خواہ کسی موقع پر کم ہوگئے ہوں) یکم محرّم کے بعد صفر کے آخر میں اس کو باپ کے ترکہ سے ایک لاکھ روپیہ ملا، ربیع الاوّل کی پندرہ تاریخ کو سعودی عرب سے اسکے بھائی نے بطور تحفہ اور ھدیہ کچھ ریال بھیجے جن کی لاگت ایک ہزار پاکستانی روپے ہیں۔ جمادی الاوّل کے شروع میں کاروبار میں نفع ہوا دس ہزار روپے مزید مل گئے۔

یہ شخص سرکاری ملازم بھی ہے ماہوار ۲۰ ہزار روپے تنخواہ ملتی ہے جو گھریلو ضروریات میں خرچ ہو جاتی ہے۔ اس

سے کچھ نہیں بچتا تاہم ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ کو جو ماہوار تنخواہ ملی اس میں سے پانچ ہزار روپے باقی تھے کہ یکم محرم ۱۴۲۴ھ کا چاند نظر آ گیا۔

اس صورت میں زکوٰۃ کا حکم یہ ہے کہ یکم محرم ۱۴۲۳ھ کو نصاب پر سال کے شروع ہونے کے بعد اگلے سال یکم محرم ۱۴۲۴ھ تک جتنا مال اور رقم مختلف طریقوں سے حاصل ہوئی اسکو فقہ کی اصطلاح میں "مال مستفاد" کہتے ہیں۔ چنانچہ سال بھر میں جمع ہونے والے مالِ مستفاد کی کل رقم ایک لاکھ سولہ ہزار روپے کو اصل نصاب (جس پر سال شروع ہوا تھا) دس ہزار روپے کیساتھ جمع کر کے کل ایک لاکھ چھبیس ہزار پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔



زکوٰۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کی شرائط :

زکوٰۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں:

(۱) نیت (۲) تملیک

پہلی شرط : زکوٰۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کیلئے نیت شرط ہے جس میں تفصیل یہ ہے:

(۱) جب زکوٰۃ کی رقم اپنے مال سے الگ کر کے رکھے تو نیت کر لے کہ "میں زکوٰۃ کی نیت سے رقم الگ کر رہا ہوں" پھر جب مستحق زکوٰۃ شخص کو زکوٰۃ ادا کرے تو دوبارہ زکوٰۃ دینے کی نیت کرنا ضروری نہیں۔

(۲) جسوقت زکوٰۃ کی رقم اپنے مال سے الگ کر کے رکھی اسوقت تو زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تو اب مستحق شخص کو زکوٰۃ دیتے وقت نیت کر لے۔

(۳) اگر کوئی شخص براہِ راست کسی مستحق کو نہیں دینا چاہتا بلکہ کسی نمائندہ وکیل کے ذریعے مستحق کو زکوٰۃ کی رقم دینا چاہتا ہے تو اگر اس شخص نے پہلے نیت نہیں کی تو وکیل کو رقم دیتے وقت نیت کر لے پھر وکیل مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ دیتے وقت نیت کرے یا نہ کرے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

خلاصہ : مذکورہ بالا تین موقعوں میں سے کسی ایک موقع پر نیت کرنا شرط ہے، اگر کسی بھی موقع پر زکوٰۃ کی نیت کر لی تو شرط پورا ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

اگر کسی بھی موقع پر نیت نہیں کی اور زکوٰۃ کی وہ رقم ابھی تک مستحق شخص کے پاس موجود ہے اس نے خرچ نہیں کی تو اب بھی موقع ہے نیت کر لینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

اگر فقیر (مستحق) نے وہ رقم استعمال کرلی تو اب نیّت کا کوئی موقع نہیں رہا لہٰذا شرط (نیّت) نہ پائی جانے کی وجہ سے زکوٰۃ ادانہیں ہوئی۔

بینکوں سے زکوٰۃ کی کٹوتی کا حکم:

کچھ عرصے سے ہمارے ملک میں سرکاری سطح پر زکوٰۃ وصول کرنے کا نظام قائم ہے اس کی وجہ سے بہت سے مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے۔ کمپنیاں بھی زکوٰۃ کاٹ کر حکومت کو ادا کرتی ہیں۔

اس کے بارے میں حکم شرعی کی تفصیل یہ ہے کہ جہاں تک بینکوں اور مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ کی کٹوتی کا تعلق ہے تو اس کٹوتی سے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے، دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ احتیاطاً ایسا کرلیں کہ یکم رمضان آنے سے پہلے دل میں یہ نیت کرلیں کہ میری رقم سے جو زکوٰۃ کٹے گی وہ میں ادا کرتا ہوں۔ اس سے اس کی زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے۔ دوبارہ نکالنے کی ضرورت نہیں ہے ہ



ضروری وضاحت: یہ بات ذہن نشین رہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں خود صاحبِ مال یا اسکے وکیل کی (مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق کسی بھی ایک موقع پر) نیّت ہونا شرط ہے۔ مگر خود اس مستحقِ زکوٰۃ کو یہ معلوم ہونا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے۔

چنانچہ اگر کسی مستحق کو زکوٰۃ دیتے وقت خود تو زکوٰۃ کی نیت کی مگر اسے یہ کہہ کر زکوٰۃ دی کہ یہ ھدیہ ہے یا میری طرف سے انعام ہے یا میری طرف سے آپ کیلئے قرض ہے۔ یا میری طرف سے عیدی ہے تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔

وضاحت: زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ بعینہ وہی چیز یا رقم دے جس میں زکوٰۃ فرض ہوئی ہے بلکہ زکوٰۃ کی رقم سے مستحق شخص کیلئے کپڑے، جوتے، کھانے پینے کی اشیاء، دوائی، سواری، کھلونا، کتابیں یا کوئی بھی چیز خرید کر مالک وقابض بنا کردے دی تو زکوٰۃ ادا ہوجائیگی۔

دوسری شرط: زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے دوسری شرط (جیسا کہ زکوٰۃ کی تعریف سے ظاہر ہے)" تملیک" ہے۔

تملیک کا مطلب: تملیک کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم مستحقِ زکوٰۃ کو مکمل مالک وقابض بنا کر دینا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جہاں تملیک کی یہ شرط نہ پائی جائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

(۱) تملیک نہ پائے جانے کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ وہ شخص جسکو زکوٰۃ کی رقم دی ہے اسکو مالک ہی نہیں بنایا۔

مثال : جیسے کسی شخص نے زکوٰۃ کی رقم سے کھانا خرید کر دستر خوان لگا دیا اور فقراء و مسکین سے کہہ دیا کہ جتنا چاہیں کھا سکتے ہیں مگر یہ کھانا آپ کہیں اور نہیں لے جا سکتے۔ اس طرح کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی کیونکہ تملیک نہ ہونے کی وجہ سے ادائیگی زکوٰۃ کی شرط نہیں پائی گئی۔

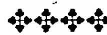
"تملیک" نہ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ انہیں کھانا کھانے کی اجازت تو دے دی گئی ہے، جسے اصطلاح میں "اباحت" کہتے ہیں۔ مگر تملیک نہیں پائی گئی کیونکہ انہیں کھانے کے بارے میں ہر قسم کے تصرّف سے روک دیا گیا کہ وہ نہ کہیں لے جاسکتے ہیں اور نہ کسی اور کو دے سکتے ہیں۔

لیکن اگر کھانا خرید کر مستحق افراد کو اس طرح مالک بنا کر دے دیا کہ وہ جس طرح چاہیں میں تصرّف کریں تو اب زکوٰۃ ادا ہوگئی کیونکہ کھانا اب انکی ملکیت میں آگیا ہے خواہ خود کھائیں، کسی اور کو دے دیں، بیچ دیں یا کہیں گرا دیں۔

(۲) تملیک کی شرط نہ پائی جانے کی دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم ایسے مصرف میں استعمال کردی جائے جس میں مالک بننے کی سرے سے صلاحیت ہی نہیں ہے۔

جیسے زکوٰۃ کی رقم مسجد، مدرسے کی تعمیر، کتب کی خریداری، کنواں کھودنے، پانی کی سبیل لگانے میں خرچ کردی تو کسی صورت میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی وجہ یہ ہے کہ یہ کام کارِ خیر ضرور ہیں مگر یہ ایسی اشیاء ہیں جو خود کسی چیز کی مالک نہیں ہوتیں۔

اسی طرح زکوٰۃ کی رقم سے مدرسے کے اساتذہ یا کسی جگہ کے ملازم کی تنخواہ بھی ادا نہیں کی جاسکتی۔ ایسا کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔



حیلہ تملیک کا مطلب :

بسا اوقات مدارسِ عربیہ میں اساتذہ، ملازمین کی تنخواہیں ادا کرنے کیلئے رقم عطیات کے فنڈ میں موجود نہیں

ہوتی صرف زکوٰۃ کے فنڈ میں اتنی رقم ہوتی ہے کہ جس سے اساتذہ و ملازمین کی تنخواہیں یا مسجد و مدرسے کی تعمیری ضرورت پوری کی جاسکتی ہے۔ جبکہ دوسری طرف شریعتِ مطہّرہ ان ضروریات میں زکوٰۃ کی رقم لگانے سے منع کرتی ہے۔

چنانچہ اربابِ مدارس اپنی ان ضروریات کو پورا کرنے کیلئے زکوٰۃ کی رقم میں "حیلہ تملیک" کرتے ہیں، جس میں حیلے سے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے، پھر وہ رقم اپنی دیگر ضروریات میں صرف کرتے ہیں۔

حیلہ تملیک کیلئے عموماً یہ صورت اختیار کی جاتی ہے:

حیلہ تملیک کی پہلی صورت :

کسی مستحقِ زکوٰۃ شخص کو زکوٰۃ کی بھاری رقم دیکر یہ ترغیب دی جاتی ہے کہ آپ کو یہ زکوٰۃ کی رقم دی جارہی ہے، آپ اگر چاہیں تو اس پر قبضہ کرنے کے بعد دوبارہ مدرسے میں جمع کراسکتے ہیں تاکہ پھر اربابِ مدارس اپنی صوابدید سے یہ رقم کسی بھی مصرف (تعمیر یا اساتذہ وغیرہ کی تنخواہوں) میں استعمال کرلیں۔

چنانچہ مستحق زکوٰۃ شخص وہ رقم اپنے قبضے میں لیکر تھوڑی دیر بعد دوبارہ اربابِ مدارس کو عطیہ کردیتا ہے۔

پہلے زمانے کے نامور فقہائے کرام نے حیلہ تملیک کی یہ صورت لکھی ہے مگر چونکہ آج کل عموماً یہ صورت دکھلاوے کی ہوتی ہے زکوٰۃ دینے والا سمجھتا ہے کہ میں سچ مچ اسے مالک نہیں بنارہا بلکہ واپس لینے کیلئے بس فرضی کاروائی کررہا ہوں اسی طرح زکوٰۃ لینے والا بھی سمجھتا ہے کہ مجھے یہ زکوٰۃ کی رقم دیکر ایسا مالک نہیں بنایا جارہا کہ جہاں چاہوں یہ رقم استعمال کروں بلکہ زکوٰۃ کی تملیک کا کھیل کھیلا جارہا ہے۔

چونکہ اس صورت میں واقعۃً تملیک نہیں پائی گئی بلکہ اسکی ظاہری صورت ہوتی ہے جس میں تملیک کی روح نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس دور کے فقہائے عظامؒ اس صورت سے منع کرتے ہیں۔

حیلہ تملیک کی بے غبار صورت :

البتہ حیلہ تملیک کی وہ بے غبار صورت جس پر اہلِ فتویٰ، فتویٰ صادر فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ مستحقِ زکوٰۃ کو ترغیب دی جائے کہ وہ اتنی رقم کہیں سے قرض لیکر مدرسے میں دے دے (تاکہ اسکو مفت میں ثواب مل جائے) چنانچہ اگر وہ کہیں سے قرض لیکر مدرسے میں دیدے تو زکوٰۃ کی رقم اسے دیدی جائے تاکہ وہ اپنا قرض اتار سکے۔

حیلۂ تملیک کی یہ صورت حضراتِ فقہائے عظام کو پسند ہے کیونکہ اس میں واقعۃً فقیر کو مالک بنانا ہی مقصود ہوتا ہے۔



نصابِ زکوٰۃ کی تفصیل:

زکوٰۃ کے فرض ہونے سے متعلق ضروری "مباحث" سے فارغ ہونے کے بعد نصاب زکوٰۃ کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے نصابِ زکوٰۃ کے سلسلے میں درج ذیل عنوانات کے متعلق تفصیل ذکر کی جائیگی:

(۱) سونے چاندی کی زکوٰۃ۔

(۲) روپے پیسوں کی زکوٰۃ۔

(۳) مالِ تجارت کی زکوٰۃ۔

(۴) قرض کی زکوٰۃ۔

(۱) سونے کا نصاب :

اگر کسی شخص کی ملکیت میں صرف اتنا سونا ہو کہ وہ نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔
سونے کا نصاب ۲۰ مثقال سونا ہے، جو موجودہ حساب سے ساڑھے سات تولہ سونا (87.48 گرام) بنتا ہے۔

(۲) چاندی کا نصاب :

اگر کسی شخص کی ملکیت میں صرف اتنی چاندی ہو کہ وہ نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ اور چاندی کا نصاب ۲۰۰ دراہم ہیں۔ لہٰذا اگر کسی کے پاس صرف چاندی ۲۰۰ دراہم سے کم ہو تو زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔
موجودہ دور کے حساب سے اس کی مقدار ساڑھے باون تولہ (یعنی 612.35 گرام) چاندی ہے۔

◉ یاد رہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے شخص کو اختیار ہے کہ سونے یا چاندی کی زکوٰۃ ادا کرتے وقت خواہ سونے چاندی کے وزن کا چالیسواں حصہ سونے یا چاندی کی شکل میں دیدے یا اتنے وزن کے پیسے (روپوں کی شکل) میں دیدے۔ یا اتنے روپوں سے کوئی بھی چیز (کھانا، کپڑے، سامان) خرید کر مستحقِ زکوٰۃ شخص کو مالک و قابض بنا کر دیدے۔

قیمت کا حساب لگانے کی صورت میں اس وقت کی رائج الوقت بازاری قیمت کا اعتبار کیا جائیگا۔

ضروری وضاحت :

سونے اور چاندی میں مطلقاً ہر حالت میں زکوٰۃ فرض ہوتی ہے خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہوں، سونا چاندی ڈلی کی شکل میں ہو یا زیورات کی شکل میں، سونے چاندی کے سکے ہوں یا سونے چاندی کے برتن، سونے چاندی سے پردے یا دوپٹہ وغیرہ پر کڑھائی ہو، خواہ عورت دوپٹہ پہنتی ہو یا نہ پہنتی ہو۔

❖❖❖❖❖

کھوٹ ملے ہوئے سونے چاندی کا حکم :

اگر سونے یا چاندی میں کھوٹ شامل ہو، سونا چاندی خالص نہ ہو مثلاً سونے میں تانبا یا پیتل ملا ہوا ہو اور چاندی میں ایلومینیم ملا ہوا ہو تو اسکی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) سونا اور چاندی زیادہ ہے اور کھوٹ کم ہے۔

(۲) سونا، چاندی اور کھوٹ برابر سرابر ہیں۔

(۳) سونا اور چاندی کم ہے اور کھوٹ زیادہ ہے۔

ان صورتوں میں زکوٰۃ کا حکم یہ ہے کہ پہلی دونوں صورتوں میں جبکہ سونا چاندی کھوٹ سے زیادہ ہوں یا کھوٹ کے برابر ہو تو یہ کھوٹ بھی سونا چاندی کے حکم میں ہوگی۔ اور زکوٰۃ کی فرضیّت میں سونے چاندی کے نصاب کو دیکھا جائے گا۔

تیسری صورت میں جبکہ کھوٹ سونے چاندی پر غالب ہو تو وہ سونا چاندی بھی عروض یعنی سامانِ تجارت کے حکم میں ہوگا۔ سامانِ تجارت پر زکوٰۃ واجب ہونے کا جو نصاب ہے وہی نصاب اسی صورت میں معتبر ہوگا۔



مالِ تجارت (عروض) میں زکوٰۃ :

سونے، چاندی اور مویشیوں کے علاوہ جو مال ہو وہ سامانِ تجارت میں شامل ہے۔

مالِ تجارت سے کیا مراد ہے :

مالِ تجارت (عروض) سے مراد ہر وہ مال ہے جو اس نیّت سے خریدا ہو کہ اسے تجارت میں لگائیں گے یا آگے فروخت کریں گے۔ اور یہ نیت ابھی تک برقرار ہو۔

O لہٰذا وہ مال جو آگے بیچنے کے ارادے سے نہیں خریدا بلکہ گھریلو ضروریات کیلئے خریدا ہے، (جیسے پہننے کیلئے کپڑا، گھر میں پکانے کیلئے چاولوں کا ٹرک، یا رہائشی مکان تعمیر کرنے کیلئے پلاٹ خریدا) تو یہ مال "مالِ تجارت" نہیں کہلائے گا۔

O ایسا مال جو آگے بیچنے کی نیّت سے نہیں خریدا بلکہ گھریلو ضروریات کیلئے خریدا تھا بعد میں اسے بیچنے کا ارادہ کرلیا تب بھی وہ مال مالِ تجارت نہیں بنے گا۔ اس لئے کہ جب اسے خریدا تھا اس وقت بیچنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

لیکن یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ ایسا مال محض بیچنے کے ارادے سے تو مالِ تجارت نہیں بنتا لیکن اگر کوئی شخص (بالفعل) تجارت شروع کر دے یعنی ارادے کے بعد کسی سے سودا وغیرہ طے کر لے اور اسے بیچ دے تو یہ مال "مالِ تجارت" (عروض) بن جائے گا۔ چنانچہ حاصل ہونے والی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

O اس کے برعکس جو مال تجارت کی نیت سے خریدا تھا اور اسی نیت کی وجہ سے مالِ تجارت (عروض) بن چکا تھا، لیکن اب اسے آگے بیچنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ مثلاً کوئی پلاٹ یا فلیٹ آگے بیچنے کی نیت سے خریدا تھا مگر اب اسے اپنی رہائش میں استعمال کرنے کا ارادہ کر لیا تو وہ مال بھی مالِ تجارت نہیں رہے گا۔ صرف ارادے سے ہی اس کی "مال تجارت" ہونے کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔

مالِ تجارت میں نصابِ زکوٰۃ :

مالِ تجارت (عروض) خواہ کسی قسم کا ہو (کپڑا ہو یا اناج، جنرل اسٹور کا سامان ہو یا اسٹیشنری، مشینری ہو یا بجلی کا سامان) اگر سونے (ساڑھے سات تولہ) یا چاندی (ساڑھے باون تولہ) میں سے کسی ایک کی بازاری قیمت کے برابر ہو تو اس مال پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔

پھر حولان حول (سال گزرنے) کی شرط کیساتھ اسکا ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

نیّت اور تملیک پائی جائے تو ادائیگی صحیح ہو جاتی ہے۔

مالِ تجارت میں زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ:

مالِ تجارت کے نصاب پر سال پورا ہو جائے تو اسکی زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ کل مالِ تجارت کی بازاری قیمت لگالی جائے اور اس کل قیمت کا (چالیسواں حصہ) ڈھائی فیصد رقم زکوٰۃ کے مستحق کو دیدی جائے یا کل رقم کے اڑھائی فیصد کے برابر وہی مالِ تجارت مستحق کو دیدیا جائے۔

ضروری وضاحت: مالِ تجارت میں خود دکان کی قیمت اور اس میں موجود فرنیچر کی قیمت، اسی طرح کارخانے میں مشینری کی قیمت کو شمار نہیں کیا جائے گا۔

وجہ صاف ظاہر ہے کہ خود دکان اور اس میں فرنیچر اور فیکٹری کی مشین چونکہ آگے بیچنے کی نیّت سے نہیں خریدی لہٰذا وہ مالِ تجارت میں شامل نہیں ہوگی۔

بلکہ اگر اس نظر سے دیکھا جائے کہ یہ دکان فرنیچر اور مشینری وغیرہ روزگار کا آلہ اور ذریعہ ہیں تو یہ "حاجت اَصلیہ" میں شامل ہونگے۔ اور زکوٰۃ فرض ہونے کیلئے مال کا حاجتِ اصلیہ سے زائد ہونا ضروری ہے۔

لیکن اگر کسی نے فرنیچر کی دکان بنائی یا ایسی دکان جس میں کارخانے کی مشینری فروخت ہوتی ہو تو اب یہ چیزیں مالِ تجارت میں شامل ہونگی۔ کیونکہ ایسی دکانوں میں فرنیچر یا مشینری بیچنے کے ارادے سے خرید کر رکھی جاتی ہے۔



روپے پیسوں میں زکوٰۃ کا نصاب :

اگر کسی شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی میں سے کسی ایک کی بازاری قیمت کے برابر روپے موجود ہوں (خواہ کسی ملک کی کرنسی کی شکل میں ہوں جیسے ریال، ڈالر، یورو، دینار، پونڈ، رینٹ، لیرا وغیرہ) اور ان پر سال بھی گزر جائے تو ان روپوں کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

کمپنیوں کے شیئرز پر زکوٰۃ کا حکم :

اسی طرح کمپنیوں کے ''شیئرز'' بھی سامان تجارت میں داخل ہیں۔ اور ان کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ آپ نے کسی کمپنی کے شیئرز اس مقصد کے لئے خریدے ہیں کہ اس کے ذریعہ کمپنی کا منافع (Dividend) حاصل کریں گے اور اس پر ہمیں سالانہ منافع کمپنی کی طرف سے ملتا رہے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آپ نے کسی کمپنی کے شیئرز ''کیپٹیل گین'' کے لئے خریدے ہیں یعنی نیت یہ ہے کہ جب بازار میں ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو ان کو فروخت کر کے نفع کمائیں گے۔ اگر یہ دوسری صورت ہے یعنی شیئرز خریدتے وقت شروع ہی میں ان کو فروخت کرنے کی نیت تھی تو اس صورت میں پورے شیئرز کی پوری بازاری قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی مثلاً آپ نے پچاس روپے کے حساب سے شیئرز خریدے اور مقصد یہ تھا کہ جب ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو ان کو فروخت کر کے نفع حاصل کریں گے، اس کے بعد جس دن آپ نے زکوٰۃ کا حساب نکالا، اس دن شیئرز کی قیمت ساٹھ روپے ہوگئی تو اب ساٹھ روپے کے حساب سے ان شیئرز کی مالیت نکالی جائے گی اور اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

لیکن اگر پہلی صورت ہے یعنی آپ نے کمپنی کے شیئرز اس نیت سے خریدے کہ کمپنی کی طرف سے اس پر سالانہ منافع ملتا رہے گا اور فروخت کرنے کی نیت نہیں تھی تو اس صورت میں آپ کے لئے اس بات کی گنجائش ہے کہ یہ دیکھیں کہ جس کمپنی کے یہ شیئرز ہیں اس کمپنی کے کتنے اثاثے جامد ہیں مثلاً بلڈنگ، مشینری، کاریں وغیرہ اور کتنے اثاثے نقد، سامان تجارت اور خام مال کی شکل میں ہیں، یہ معلومات کمپنی ہی سے حاصل کی جاسکتی ہیں، مثلاً فرض کریں

کہ کسی کمپنی کے ساٹھ فیصد اثاثے نقد، سامانِ تجارت، خام مال اور تیار مال کی صورت میں ہیں اور چالیس فیصد اثاثے بلڈنگ، مشینری اور کار وغیرہ کی صورت میں ہیں تو اس صورت میں آپ ان شیئرز کی بازاری قیمت لگا کر اس کی ساٹھ فی صد قیمت پر زکوٰۃ ادا کریں۔ مثلاً شیئرز کی بازاری قیمت ساٹھ روپے تھی اور کمپنی کے ساٹھ فیصد اثاثے قابل زکوٰۃ تھے اور چالیس فیصد ناقابل زکوٰۃ تھے تو اس صورت میں آپ اس شیئرز کی پوری قیمت یعنی ساٹھ روپے کی بجائے 36/= روپے پر زکوٰۃ ادا کریں۔ اور اگر کسی کمپنی کے اثاثوں کی تفصیل معلوم نہ ہو سکے تو اس صورت میں احتیاطاً ان شیئرز کی پوری بازاری قیمت پر زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔

شیئرز کے علاوہ اور جتنے فائینانشل انسٹرومنٹس ہیں چاہے وہ بونڈز ہوں یا سرٹیفکیٹس ہوں، یہ سب نقد کے حکم میں ہیں، ان کی اصل قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے۔



اگر نصاب سے کم متفرق اشیاء ہوں؟

اب تک تحریر کردہ تفصیل اس صورت میں تھی کہ جب کسی کی ملکیت میں صرف سونا، یا صرف چاندی، یا صرف مالِ تجارت یا صرف روپے ہوں۔

لیکن اگر کسی شخص کے پاس کوئی بھی نصاب پورا نہ ہو بلکہ تمام چیزوں میں سے تھوڑا تھوڑا ہو جو نصاب کی حد سے کم کم ہو تو اس میں عقلی طور پر درجِ ذیل صورتیں بن سکتی ہیں:

(۱) تھوڑا سا سونا ہو اور تھوڑی سی چاندی۔

(۲) تھوڑا سا سونا ہو اور تھوڑا سا مالِ تجارت۔

(۳) تھوڑا سا سونا ہو اور کچھ روپے۔

(۴) تھوڑا سا سونا ہو اور تھوڑی سی چاندی اور تھوڑا سا مالِ تجارت

(۵) تھوڑا سا سونا ہو اور تھوڑی سی چاندی اور تھوڑا سا مالِ تجارت اور کچھ روپے ہوں۔

(۶) تھوڑی سی چاندی ہو اور تھوڑا سا مالِ تجارت۔

(۷) تھوڑی سی چاندی ہو اور کچھ روپے۔

(۸) تھوڑی سی چاندی ہو اور تھوڑا سا مالِ تجارت اور کچھ روپے۔

(۹) تھوڑا سا مالِ تجارت اور کچھ روپے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں زکوٰۃ کا حکم:

مندرجہ بالا تمام صورتوں میں سے کوئی سی بھی صورت ہو ان میں مجموعی قیمت کو دیکھیں گے۔ اگر ان صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا کی قیمت کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔



قرض اور زکوٰۃ کا حکم:

قرض کی دو صورتیں ہیں:

(۱) خود مالدار آدمی پر قرض ہو، خود اس نے دوسروں کا قرض ادا کرنا ہے، ایسے شخص کے پاس نصاب کی بقدر کسی قسم کا مال ہے لیکن اس پر اتنا قرض بھی ہے کہ اگر وہ قرض ادا کرے تو بقیہ مال نصاب سے کم رہ جاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

کیونکہ حضراتِ فقہائے کرام کے نزدیک قرض "حاجات اصلیہ" میں شامل ہے جبکہ زکوٰۃ کے فرض ہونے کیلئے مال کا "حاجتِ اصلیہ" سے زائد ہو کر نصاب کی بقدر ہونا ضروری ہے۔ (حاجتِ اصلیہ کی تعریف اور اس سے متعلق ضروری تفصیل آپ زکوٰۃ کے فرض ہونے کی شرائط کے بیان میں پڑھ چکے ہیں)

قرضوں کی دو قسمیں:

قرضوں کے سلسلے میں ایک بات اور سمجھ لینی چاہیے، وہ یہ کہ قرضوں کی دو قسمیں ہیں: ایک تو معمولی قرضے ہیں جن کو انسان اپنی ذاتی ضروریات اور ہنگامی ضروریات کے لئے مجبوراً لیتا ہے۔ دوسری قسم کے قرضے وہ ہیں جو بڑے بڑے سرمایہ دار پیداواری اغراض کے لئے لیتے ہیں۔

مثلاً: فیکٹریاں لگانے، یا مشینریاں خریدنے یا مال تجارت امپورٹ کرنے کے لئے قرضے لیتے ہیں یا مثلاً ایک سرمایہ دار کے پاس پہلے ہی سے دو فیکٹریاں موجود ہیں لیکن اس نے بینک سے قرض لے کر تیسری فیکٹری لگا لی۔ اب اگر اس دوسری قسم کے قرضوں کو مجموعی مالیت سے منہا کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ ان سرمایہ داروں پر ایک پیسے کی بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی بلکہ وہ لوگ الٹے مستحق زکوٰۃ بن جائیں گے، اس لئے کہ ان کے پاس جتنی مالیت کا مال موجود ہے، اس سے زیادہ مالیت کے قرضے بینک سے لے رکھے ہیں، وہ بظاہر فقیر اور مسکین نظر آ رہا ہے۔ لہٰذا ان قرضوں کے منہا کرنے بھی شریعت نے فرق رکھا ہے۔

تجارتی قرضے کب منہا کئے جائیں:

اس میں تفصیل یہ ہے کہ پہلی قسم کے قرضے تو مجموعی مالیت سے منہا ہو جائیں گے اور ان کو منہا کرنے کے بعد زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اور دوسری قسم کے قرضوں میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی شخص نے تجارت کی غرض سے قرض لیا، اور اس قرض کو ایسی اشیاء خریدنے میں استعمال کیا جو قابل زکوٰۃ ہیں، مثلاً اس قرض سے خام مال خرید لیا، یا مالِ تجارت خرید لیا، تو اس قرض کو مجموعی مالیت سے منہا کریں گے۔ لیکن اگر اس قرض کو ایسے اثاثے خریدنے میں استعمال کیا جو نا قابل زکوٰۃ ہیں تو اس قرض کو مجموعی مالیت سے منہا نہیں کرینگے۔

قرض کی مثال:

مثلاً ایک شخص نے بینک سے ایک کروڑ روپے قرض لئے اور اس رقم سے اس نے ایک پلانٹ باہر سے امپورٹ کر لیا۔ چونکہ یہ پلانٹ قابلِ زکوٰۃ نہیں ہے اس لئے کہ یہ مشینری ہے تو اس صورت میں یہ قرضہ منہا نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اس نے اس قرض سے خام مال خرید لیا تو چونکہ خام مال قابلِ زکوٰۃ ہے اس لئے یہ قرض منہا کیا جائے گا۔ کیونکہ دوسری طرف یہ خام مال ادا کی جانے والی زکوٰۃ کی مجموعی مالیت میں پہلے سے شامل ہو چکا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نارمل قسم کے قرض تو پورے کے پورے مجموعی مالیت سے منہا ہو جائیں گے۔ اور جو قرضے پیداواری اغراض کے لئے لئے گئے ہیں، اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس سے نا قابل زکوٰۃ اثاثے خریدے ہیں تو وہ قرض منہا نہیں ہوگا، اور اگر قابلِ زکوٰۃ اثاثے خریدے ہیں تو وہ قرض منہا ہوگا و۔

(۲) کسی شخص کے پاس دوسرے لوگوں پر قرض ہو جو اس نے ان سے وصول کرنا ہے۔

"قرض" سے کیا مراد ہے؟

یہاں قرض سے مراد ہر وہ چیز ہے جو کسی کے ذمہ واجب ہو خواہ وہ کسی بھی وجہ سے ہو خواہ وہ دوسروں کے ذمہ واجب ہونے والی چیز رقم ہو یا سامان یا اور کوئی چیز۔ فقہ کی زبان میں ایسی چیز کو "دَین" کہتے ہیں۔ اردو میں سمجھانے کیلئے اسے قرض کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ خود قرض "دَین" کا ایک فرد ہے۔ ہر قرض کو "دَین" کہہ سکتے ہیں لیکن ہر دین کا قرض ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔

ایسا دین اور قرض جو دوسروں سے وصول کرنا ہے اس پر زکوٰۃ کا حکم سمجھنے کیلئے دَین کی اقسام سمجھنا ضروری ہیں۔ دَین کی تین قسمیں ہیں:

(۱) دَین قوی (۲) دَین متوسط (۳) دَین ضعیف

(ا) دَین قوی کی تعریف :

دین قوی کی دوصورتیں ہیں:

(ل) کسی شخص کونقدی یا سونا چاندی کچھ مدت کیلئے بطور قرض دیا ہے جو مقررہ مدت کے بعد اس سے وصول کرنا ہے۔

مثال : محسن نے حبیب کوایک ہزار روپیہ بطور قرض دیا جوایک ماہ کے بعد اس سے وصول کرنا ہے۔ اسے یوں کہیں گے کہ محسن کا حبیب پر "دین قوی" ہے۔

(ب) ہر وہ مال جو کسی کے ذمہ اس لئے واجب ہو کہ اسے مالِ تجارت بیچا ہو۔

مثال : فرحان کی کمپیوٹر کی دکان ہے۔ اس نے دو مہینے کے ادھار پر سلیمان کوایک کمپیوٹر بیچ دیا جس کی قیمت پندرہ ہزار روپے طے ہوئی۔ اسے یوں کہیں گے کہ فرحان کا سلیمان پر پندرہ ہزار "دین قوی" ہے۔

دین قوی پر زکوٰۃ کا حکم :

اس قسم کے "دَین" پر تمام ائمہ کے ہاں زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے تاہم اس زکوٰۃ کا ادا کرنا اس وقت فرض ہوتا ہے جب وہ دین مکمل وصول ہو جائے یا کم از کم ساڑھے دس تولہ چاندی کی قیمت کے برابر رقم وصول ہو جائے، اگر کسی شخص نے کئی برسوں کے بعد دین قوی ادا کیا ہے تو لینے والے پر گزشتہ تمام برسوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔



دین متوسط کی تعریف :

اگر کوئی شخص دوسرے کو ایسی چیز ادھار بیچ دے جو مالِ تجارت نہ ہو تو ایسی چیز کے بدلے جو دَین خریدار کے ذمہ واجب ہوا سے "دَین متوسط" کہتے ہیں۔

مثال : جیسے کوئی شخص اپنی حاجتِ اصلیہ میں سے کوئی چیز بیچ دے مثلاً پہننے کے کپڑے، گھر کا اسباب، استعمال کی گاڑی، اسلحہ وغیرہ کسی کو ادھار بیچ دیا۔ تو ان چیزوں کے بدلے خریدار پر جو ادائیگی واجب ہے وہ دَین متوسط" ہے۔

"دَین متوسط" پر زکوٰۃ کا حکم :

"دین متوسط" پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے لیکن ادا کرنا کب فرض ہوتا ہے اس میں ائمہ احناف کا اختلاف ہے۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب تک یہ شخص اپنے مدیون (مقروض) سے دَین میں سے نصاب کی بقدر وصول نہ کرلے۔ اس وقت تک زکوٰۃ ادا کرنا فرض نہیں ہوتا۔

مگر امام اعظمؒ کے دونوں جلیل القدر شاگرد حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمدؒ ارشاد فرماتے ہیں اگر کسی شخص کو اپنے دین متوسط سے کچھ بھی رقم وصول ہو جائے تب بھی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے خواہ وہ وصول ہونے والی رقم نصاب سے کم ہی کیوں نہ ہو۔

مثال سے وضاحت :

کسی شخص نے دوسرے آدمی کو گھر کے استعمال کا فرنیچر ادھار بیچ دیا جس کی قیمت دوسو تولہ چاندی مقرر کی گئی ایک سال کے بعد اسے پچاس تولہ چاندی وصول ہوگئی اور ایک سو پچاس تولہ اسکے ذمہ بطور دین متوسط باقی رہ گئی اس شخص پر بالاتفاق زکوٰۃ فرض ہو چکی ہے لیکن زکوٰۃ ادا کرنا کب ضروری ہے؟

تو اسکے بارے میں حضرتِ امام اعظمؒ کے مذہب کے مطابق جو چاندی سال کے بعد وصول ہوئی ہے چونکہ چاندی کے مقررہ نصاب ساڑھے باون تولہ سے کم ہے لہٰذا اس پر فی الحال زکوٰۃ ادا کرنا فرض نہیں ہے، جب تک وصول ہونے والی چاندی نصاب کے بقدر نہ ہو جائے۔

چند ہفتوں کے بعد مزید پانچ تولے چاندی وصول ہوگئی تو اب چونکہ مجموعی طور پر وصول ہونے والی چاندی پچپن تولہ ہو چکی ہے لہٰذا حضرت امام اعظم کے نزدیک زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہو چکا ہے۔

اسی صورت میں حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک جب اسے پچاس تولہ چاندی وصول ہو چکی تھی اس وقت ہی ادا کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ اگرچہ وہ نصاب سے کم ہی کیوں نہ تھی۔

اس اختلاف میں فتویٰ حضرت امام اعظمؒ کے مذہب پر دیا جاتا ہے۔

آدمی جس وقت دَین متوسط کا مالک ہو جائے اور وہ دَین نصاب کی بقدر ہو تو زکوٰۃ اسی وقت فرض ہو جاتی ہے لیکن اگر وہ دَین کئی برسوں بعد وصول ہوا تو سب برسوں کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہو جاتی ہے۔



دَین ضعیف کی تعریف:

دین ضعیف وہ دَین ہوتا ہے جو دوسروں کے ذمہ میں ایسی چیز کے بدلے میں واجب ہو جو سرے سے مال ہی نہ ہو۔

مثال : جیسے مہر کی رقم شوہر کے ذمہ واجب ہوتی ہے چونکہ یہ عقدِ نکاح کے بدلے میں واجب ہوتی ہے جو کہ مال نہیں ہے لہٰذا مہر بیوی کیلئے شوہر پر دَین ضعیف ہے۔

مثال : اگر کسی سے ایسا قتل ہو جائے جس کی وجہ سے قاتل پر دِیت آتی ہو یا قصاص آتا ہو مگر مقتول کے ورثاء دِیت لینے پر قاتل سے صلح کرلیں۔ تو چونکہ دِیت کی رقم کسی تجارتی یا غیر تجارتی مال کے بدلے میں واجب نہیں ہوئی بلکہ قتل کے بدلے میں ہے جو سرے سے مال ہی نہیں ہے اسے یوں کہیں گے کہ قاتل پر مقتول کے ورثاء کیلئے دِیت کی رقم "دَین ضعیف" ہے۔

مثال : کسی عورت نے گھریلو ناچاقی کی بنیاد پر اپنے شوہر سے خلع کرلیا اور خلع کے عوض میں جو رقم طے کی (جسے فقہ کی اصطلاح میں "بدلِ خلع" کہتے ہیں) یہ رقم بیوی کے ذمہ شوہر کیلئے دَین ضعیف ہے کیونکہ یہ فسخِ نکاح (نکاح توڑنے) کے بدلے میں واجب ہوئی ہے جو کہ مال نہیں ہے۔

مثال : کسی شخص نے مرتے وقت بلال کیلئے وصیّت کردی کہ مرنے کے بعد میری جائداد میں سے فلاں دکان یا دس ہزار روپے بلال کو دیدیئے جائیں۔ تو وصیّت کی یہ دکان یا رقم بلال کیلئے چونکہ بغیر کسی عوض یا مال کے ورثاء کے ذمہ واجب ہے لہٰذا اسے یوں کہیں گے کہ فلاں دکان یا دس ہزار روپے بلال کا ورثاء کے ذمہ "دَین ضعیف ہے"۔

دَین ضعیف پر زکوٰۃ کا حکم:

دَین ضعیف پر زکوٰۃ کا حکم یہ ہے کہ جب تک درجِ ذیل شرائط نہ پائی جائیں زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی:

(۱) دَین ضعیف پر قبضہ کرلے (یعنی وصول ہو جائے)

(۲) دَین ضعیف نصاب کی بقدر ہو۔

(۳) دین ضعیف پر قبضہ کے بعد حولانِ حول ہو جائے یعنی مکمل سال گزر جائے۔

لہٰذا دَین ضعیف کی وصولی میں اگر کئی برس گزر جائیں تو وصول ہونے کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔



پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ:

سرکاری ملازم کو ریٹائر ہونے کے بعد جو پراویڈنٹ فنڈ ملتا ہے جب تک وہ ملازم کو نہ ملے اس پر زکوٰۃ فرض

نہیں ہوتی کیونکہ یہ فنڈ دینِ ضعیف میں شامل ہے۔

حج کیلئے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ :

جو رقم حج کیلئے رکھی ہے اس کیلئے دوصورتیں ہیں:

(۱) اگر وہ رقم اپنے پاس موجود ہے تو سال پورا ہونے پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

(۲) اگر وہ حکومت کو جمع کرا چکا ہے تو وہ رقم جو آمد و رفت کا کرایہ اور معلّم وغیرہ کی فیس کاٹنے کے بعد اپنے ذاتی خرچ کیلئے حاجی کو ملتی ہے سال پورا ہونے پر اس رقم کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔



زکوٰۃ کے نصاب سے متعلق مندرجہ بالا تفصیل سمجھنے کے بعد ایک نظر میں ان تمام اموال کو ملاحظہ کیجئے جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور وہ قابل زکوٰۃ اثاثے کہلاتے ہیں۔

اور وہ اموال جن پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، یہ نا قابل زکوٰۃ اثاثے کہلاتے ہیں۔

مزید تفصیل کے لئے درج ذیل ''نقشہ'' ملاحظہ فرمائیں:

قابل زکوٰۃ اثاثے	نا قابل زکوٰۃ اثاثے
(۱) سونا 7.50 تولہ	(۱) رہائشی مکان (ایک ہو یا زیادہ)
(۲) چاندی 52.50 تولہ	(۲) دکان (دکان کا مال قابلِ زکوٰۃ ہے)
(۳) کرنسی (روپیہ، دینار، ڈالر، یورو)	(۳) فیکٹری کی زمین
(۴) بینک میں جمع شدہ رقم	(۴) فیکٹری کی مشین
(۵) جمع کرائی ہوئی کمیٹی	(۵) دکان، گھر، دفتر، فیکٹری کا فرنیچر
(۶) دکان یا گودام میں جمع کیا ہوا مال	(۶) زرعی زمین
(۷) تجارت کی نیت سے خریدا ہوا پلاٹ	(۷) کرایہ پر دیا ہوا مکان، دکان یا فلیٹ (یاد رہے کہ کرایہ قابل زکوٰۃ ہے)
(۸) جمع کرائی ہوئی حج کی اتنی رقم، جو معلم کی فیس اور کرایہ جات کاٹ کر حاجی کو واپس کر دی جاتی ہے	(۸) مکان، دکان اسکول یا فیکٹری بنانے کے لئے خریدا ہوا پلاٹ

(۹) کارخانہ کا تیار مال	(۹) کرایہ پر چلانے کے لئے ٹرانسپورٹ (ٹیکسی، رکشہ، ٹرک، منی، بس، لانچر)
(۱۰) کارخانے کا وہ مال جو تیاری کے مراحل میں ہو	(۱۰) لیئر مرغی (انڈے، مال تجارت میں شامل ہو کر قابل زکوٰۃ ہیں)۔
(۱۱) کمپنی کے شیئرز	
(۱۲) وہ قرضہ جو دوسروں سے وصول کرنا ہے۔	
(۱۳) کسی کے پاس امانت رکھی ہوئی رقم	
(۱۴) جنگل میں چرنے والے جانور	
(۱۵) برائلر مرغی	

انتباہ! فیکٹری کی مشینری اور فرنیچر قابل زکوٰۃ اثاثے میں شامل نہیں ہے لیکن اگر کسی شخص نے ایسی دکان بنائی جس میں مشینری یا فرنیچر بکتا ہو تو اب یہ اشیاء "مال تجارت" ہونے کی وجہ سے قابل زکوٰۃ اثاثوں میں شامل ہیں۔



زکوٰۃ کا خود تشخیصی فارم

(ذیل میں ایک فارم ذکر کیا جاتا ہے جس کی مدد سے زکوٰۃ کا حساب نکالنا بہت آسان ہو جاتا ہے)

۱۔ سونا: (کسی بھی شکل میں کسی بھی مقصد کے لئے ہو، نیز دیکھئے ہدایت نمبر۱) ....

۲۔ چاندی: (کسی بھی شکل میں کسی بھی مقصد کے لئے ہو، نیز دیکھئے ہدایت نمبر۱) ....

۳۔ نقد رقم:

(ا) ہاتھ میں بینک بیلنس، کسی کے پاس امانت رکھی ہوئی۔ ....

(ب) غیر ملکی کرنسی (پاکستانی روپے میں قیمت لکھی جائے۔ ....

۴۔ قابل وصول قرضے: (Receiveables) (دیکھئے ہدایت نمبر۲)

(ا) کسی کو دیا ہوا قرض ....

(ب) بیچی ہوئی اشیاء کی واجب الوصول رقم

(ج) نقد پذیر مالی دستاویزات جیسے ڈرافٹ، چیک بل آف ایکسچینج
ہر قسم کے بچت سرٹیفکیٹ، ہر قسم کے بانڈز اور گورنمنٹ سیکورٹیز وغیرہ ....
(د) کمیٹی (بی سی) کی جو قسطیں اب تک جمع کرائی گئی ہیں۔ ....
(و) کسی بھی قسم کا قابل واپسی زر ضمانت جو کہیں جمع کرایا گیا ہو۔ ....

۵۔ مالِ تجارت: (دیکھئے ہدایت نمبر ۳)

(ا) خام مال (Raw Material) ....
(ب) تیار کردہ مال برائے فروخت ....
(ج) کمپنیوں کے شیئرز (دیکھئے ہدایت نمبر ۴) ....
(د) دیگر ایسی اشیاء اور جائیداد جنہیں نفع پر بیچنے کی
نیت سے ہی خریدا گیا ہو اور اب تک یہ نیت برقرار ہو۔ ....

قابل زکوٰۃ مجموعی مالیت: (Gross Zakatable Worth) [ ]

مالی ذمہ داریاں:

(ا) ملازمین کی تنخواہ جو اب تک واجب الادا ہو چکی ہے۔ ....
(ب) ٹیکس جو اب تک واجب الادا ہو چکا ہے۔ ....
(ج) یوٹیلٹی بلز (فون، بجلی، گیس وغیرہ) ....
(د) گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ کی وہ رقم جو ابھی تک ادا نہیں کی گئی ....
(ہ) کمیٹی اگر آپ وصول کر چکے ہیں تو اس کی باقی
ماندہ اقساط جو آپ نے دینی ہیں۔ ....
(و) لیا ہوا قرض (دیکھئے ہدایت نمبر ۵) اور دیگر ہر ایسی
رقم جو کسی کی شخص آپ کے ذمے واجب الادا ہو چکی ہے
جیسے کرایہ، بیوی کا مہر وغیرہ ....

مجموعی مالی ذمہ داریاں:

قابل زکوۃ صافی رقم	=	مالی ذمہ داریاں	تفریق --	مجموعی قابل زکوۃ مالیت

واجب الاداء زکوۃ کی رقم	
	÷40=

(قابل زکوۃ مجموعی مالیت میں سے مالی ذمہ داریاں تفریق کریں، باقی کو 40 پر تقسیم کرلیں۔ حاصل تقسیم واجب الادا مالیت ہے)



فارم پر کرنے کے لئے ہدایات

(۱) سونے اور چاندی کے زیور اگر تجارت کے لئے ہیں تو نگینوں وغیرہ کی قیمت بھی لگائی جائے اور اگر استعمال کے لئے ہیں تو نگینوں اور بناوٹ وغیرہ کی قیمت شامل کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۲)۔ دوسروں کے ذمے آپ کے لئے واجب الادا ایسی رقوم جن کی وصولی کی امید نہ رہی ہو درج کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳)۔ مال تجارت: ایسی چیز ہے جو بیچ کر نفع کمانے کی نیت سے خریدی گئی ہو اور یہ نیت ابھی تک برقرار ہو، خواہ اس چیز کو اسی شکل میں بیچنا ہو یا اس سے کچھ اور بنا کر، اگر چیز خریدی ہی نہیں گئی بلکہ وراثت یا ہبہ وغیرہ سے حاصل ہوئی ہے، یا خریدی تو ہے لیکن بیچنے کی نیت سے نہیں اگر چہ اب بیچنے کی نیت کرلی ہو، یا بیچنے کی نیت سے خریدی تھی لیکن اب نیت بدل گئی تو ایسا مال تجارت نہیں کہلائے گا۔

(۴)۔ کمپنی شیئرز اگر مہنگا ہونے پر بیچنے (Capital Gain) کے لئے خریدے ہیں تو ان کی پوری

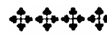
بازاری قیمت (Market Value) لکھی جائے اور اگر سالانہ منافع حاصل کرنے کے لئے رکھے ہوئے ہیں تو کمپنی کے کل اثاثوں میں قابلِ زکوٰۃ اثاثوں کی جو نسبت ہے، شیئرز کی مارکیٹ ویلیو کی اسی نسبت سے زکوٰۃ فرض ہے، لیکن احتیاطاً پوری مارکیٹ ویلیو لگالینا مناسب ہے۔

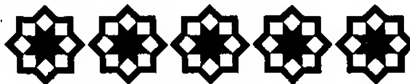
(۵) قرض اگر کاروبار کے لئے نہیں بلکہ ذاتی ضرورتوں کے لئے لیا ہے تو اسے مالی ذمہ داریوں والے حصے میں درج کیا جائے اور اگر کاروبار کے لئے لیا ہے تو اگر اس سے قابل زکوٰۃ اثاثے خریدے ہیں جیسے خام مال اشیاء تجارت وغیرہ تو بھی اسے یہاں درج کیا جائے اور اگر اس سے کاروباری کے لئے ناقابل زکوٰۃ اثاثے خریدے ہیں جیسے مشینری وغیرہ تو اس قرض کو یہاں درج نہیں کیا جائیگا۔

(۶)۔ اس بات کا خیال رہے کہ کسی چیز کا دوہرا اندراج (Double Entry) نہ ہو، مثلاً سونا، چاندی کالم نمبر 1 نمبر 2 میں لکھ چکے ہیں تو وہی سونا چاندی دوبارہ مال تجارت والے حصے میں نہ لکھا جائے، اسی طرح چیک بانڈز وغیرہ کو نقد رقم میں شامل کر چکے ہیں تو قابل وصول حصے میں اسے نہ لکھا جائے۔

(۷)۔ ہر مد (Item) میں وہی مقدار معتبر ہوگی جو سال پورا ہونے کی تاریخ کو آپ کے پاس ہے، جو کچھ درمیان سال میں خرچ ہو چکا ہے اسے درج نہیں کیا جائے گا۔

(۸)۔ شرعاً گھر کے ہر فرد کی ملکیت الگ الگ سمجھی جاتی ہے، اس لئے فارم بھی ہر بالغ فرد کا الگ پر کیا جائے، مشترکہ کاروبار کا مستقل فارم پر کر کے تمام شرکاء کی رضا مندی سے مشترکہ زکوٰۃ نکالی جاسکتی ہے۔





زکوٰۃ کے مصارف

وہ لوگ جنہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے زکوٰۃ کا "مصرف" کہلاتے ہیں۔ قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں زکوٰۃ کے مصارف ارشاد فرمائے ہیں:

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ o (التوبہ:٦٠)

ترجمہ: زکوٰۃ تو ان لوگوں کا حق ہے جو فقیر ہیں اور جو مسکین ہیں اور جو زکوٰۃ کے کام پر جانے والے ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا مقصود ہے اور گردنوں کے چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضہ (ادا کرنے) میں، اور جہاد میں، اور مسافروں میں، یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور بڑی حکمت والے ہیں۔

(معارف القرآن ۳۹۲/۴)



قرآنِ کریم نے زکوٰۃ کے مصارف کی آٹھ قسمیں ذکر فرمائی ہیں جن پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا جائز ہے۔ ان آٹھ میں سے ایک قسم حضرتِ عمرِ فاروق کے سنہری دورِ خلافت میں حضراتِ صحابہ کرامؓ کے اجماع اور اتفاق سے ختم ہوچکی ہے لہٰذا اب زکوٰۃ کے آٹھ کی بجائے سات مصرف ہیں۔ وہ مصرف جو ختم ہوچکا ہے وہ "اَلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ" ہے۔

اَلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ کی تفصیل:

اسلام کے ابتدائی دور میں جو لوگ مسلمان ہوتے تھے ان نومسلموں کی دل جوئی اور ایمان پر استقامت کی غرض سے ان کو زکوٰۃ دینا جائز تھا لیکن جب اسلام کی حقانیت اور سچائی دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہوگئی تو یہ مصرف ختم کردیا گیا یہ ان دنوں کی بات ہے جب حضرتِ فاروقِ اعظمؓ کے تابناک دورِ خلافت کا ڈنکا چاردانگِ عالم میں بج رہا تھا۔

بقیہ مصارف کی تفصیل نمبروار یہ ہے:

(۱) فقیر کی تعریف:

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس نصاب سے کم مال ہو(اور ہر قسم کے نصاب کی تفصیل گزر چکی ہے) چنانچہ ایسے لوگ جن کے پاس نصاب سے کم مال ہو انہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے، اگرچہ وہ تندرست اور کمانے پر قادر ہوں لیکن انہیں خود زکوٰۃ کا سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) مسکین کی تعریف :

مسکین وہ شخص ہوتا ہے جس کی ملکیت میں کچھ بھی مال نہ ہو۔ فقیر اور مسکین میں یہ بات قدر مشترک ہوتی ہے کہ دونوں کے پاس بقدر نصاب مال نہیں ہوتا۔

(۳) اَلْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا کی تعریف :

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حکومتِ اسلامیہ کی طرف سے لوگوں سے زکوٰۃ اور عشر وصول کرنے پر مامور ہوں۔ ان لوگوں کو بھی ان کے کام کی بقدر زکوٰۃ میں سے اجرت دینا جائز ہے اگرچہ یہ لوگ مال دار ہی کیوں نہ ہوں۔

(۴) اَلْغَارِمِیْنَ (یعنی مقروض) کی تعریف :

اس سے مراد وہ شخص ہے جس پر اتنا قرضہ ہے کہ قرضہ ادا کرنے کے بعد اس کے پاس اتنا مال نہیں بچتا جو نصاب کی بقدر ہو۔ لہٰذا مقروض کا قرض ادا کرنے کیلئے مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے۔

(۵) فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کی تعریف :

فی سبیل اللہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے راستے میں دین کی سربلندی کیلئے نکلے ہوں، خواہ وہ جہاد میں نکلے ہوں یا تعلیم کے سلسلے میں مدرسے میں آئے ہوں، یا دعوت و تبلیغ کیلئے نکلے ہوں یا حج بیت اللہ کیلئے آئے ہوں۔

سفر کے دوران ان لوگوں کا مال و اسباب ختم ہو جائے اور یہ محتاج اور فقیر ہو جائیں تو انہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے اگرچہ یہ لوگ اپنے گھر اور وطن میں غنی اور مالدار ہی کیوں نہ ہوں۔

(۶) اِبْنِ السَّبِیْلِ (مسافر) کی تعریف :

اس سے مراد وہ مسافر ہے جو گھر اور وطن میں مالدار ہو مگر سفر کے دوران اسکا مال چوری ہو گیا یا کسی وجہ سے ضائع ہو گیا اب اسکے گھر پہنچنے کا خرچ بھی نہیں ہے اور فوری گھر سے منگوانے کی کوئی صورت نہیں ہے تو اسے بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

◉ اگر کسی شخص پر زکوٰۃ فرض ہے تو اس کیلئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ زکوٰۃ کی رقم ان تمام مصارف یا بعض

مصارف میں خرچ کردے اور یہ بھی جائز ہے کہ کسی ایک ہی مصرف کو ساری رقم دیدے۔

لیکن ایک ہی مصرف کو اتنی رقم دینا کہ وہ مصرف خود مالدار ہو جائے اور اس پر زکوٰۃ فرض ہو جائے مکروہ ہے اگرچہ ایسا کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔



اُن لوگوں کا بیان جنہیں زکوٰۃ دینا جائز نہیں

درج ذیل سطور میں ان افراد کو بیان کیا جاتا ہے جنہیں زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں ہے:

(۱) کافر کو زکوٰۃ دینا :

کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، اسی طرح کافر کو صدقۃ الفطر، عشر، نذر اور کفارات کی رقم دینا جائز نہیں ہے، ان کے علاوہ اور کوئی نفلی صدقہ دے سکتے ہیں۔

(۲) مالدار کو زکوٰۃ دینا :

مالدار کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور شریعتِ مطہرہ کی نظر میں ہر وہ شخص مالدار ہے جس کے پاس نصاب کی بقدر مال موجود ہو۔ (نصاب کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں)

(۳) مالدار کی نابالغ اولاد کو زکوٰۃ دینا :

یاد رہے کہ جیسے خود مالدار کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، ایسے ہی مالدار کی نابالغ اولاد کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ نابالغ اولاد اپنے مال و دولت اور فقر و غناء میں اپنے باپ کے تابع ہوتی ہے۔

البتہ (۱) مالدار شخص کی بالغ اولاد جو محتاج اور فقیر ہوں، یا (۲) مالدار آدمی کی بیوی کو جو فقیر ہو، یا (۳) اور مالدار شخص کے والدین اور دیگر تمام رشتے داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ مستحق زکوٰۃ ہوں

وجہ یہ ہے کہ شریعت میں ہر ایک کی ملکیت کا الگ الگ اعتبار ہے اور ان میں سے کوئی بھی دوسرے کے تابع نہیں ہے۔

(۴) اپنے اصول (آباء) کو زکوٰۃ دینا :

اپنے اصول کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ۔ ، اصول سے مراد وہ آباء واجداد ہیں جن سے یہ پیدا ہوا ہے۔ جیسے

باپ، دادا، نانا، نانی وغیرہ۔

(۵) اپنے فروع کو زکوٰۃ دینا :

اپنے فروع کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور فروع سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جو اس سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسے بیٹا، پوتا، نواسہ، نواسی وغیرہ۔

(٦) میاں بیوی کو زکوٰۃ دینا :

میاں کا اپنی بیوی کو اور بیوی کا اپنے شوہر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

نمبر۴، نمبر۵ نمبر٦ کی وجہ یہ ہے کہ یہ تین رشتے ایسے ہیں کہ عموماً آدمی ان کے مال سے استفادہ کرتا ہے، ان کے مالدار ہونے کا یا فقیر ہونے کا اثر اس آدمی پر ظاہر ہو جاتا ہے لہٰذا ان کو زکوٰۃ دینا خود اپنے آپ کو زکوٰۃ دینا ہے، گویا وہ زکوٰۃ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ منتقل کر دی گئی۔

ان کے علاوہ باقی جتنے رشتے دار ہیں جیسے بھائی، چچا، ماموں، بہن، خالہ وغیرہ ان میں چونکہ یہ بات نہیں پائی جاتی لہٰذا انہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

(۷) رفاہی اداروں میں زکوٰۃ دینا :

ہر ایسی جگہ زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا جائز نہیں ہے جہاں تملیک کی شرط نہ پائی جائے۔ جیسے مسجد یا مدرسے کی تعمیر کرنا، کسی لاوارث میّت کی تجہیز و تکفین کرنا، کنواں کھودنا، یا کسی بھی رفاہی کام میں خرچ کرنا۔

(۸) بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا :

سادات اور بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، ان سے مراد وہ حضرات ہیں جو حضرت عباس یا حضرت جعفر، یا حضرت عقیل، یا حضرت علی یا حضرت حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم اجمعین کی اولاد میں سے ہیں۔

اسی طرح وہ صدقہ جو زکوٰۃ کی طرح واجب ہو جیسے صدقۃ الفطر، نذر، کفارہ اور عشر بھی انہیں دینا درست نہیں ہے۔ حضراتِ سادات کی شرافت کا تقاضہ یہ ہے کہ انہیں یہ اموال نہ دیئے جائیں، البتہ صدقہ نافلہ، اور ہدیہ وغیرہ سے ان کی مدد کی جائے۔



عملی مشق

سوال نمبرا

صحیح اور غلط بیان کی اس نشان (✓) کے ذریعے نشاندہی کیجئے۔ صحیح/غلط

(۱) سونے چاندی اور مال تجارت کی طرح زکوٰۃ جانوروں اور زمین کی پیداوار پر بھی واجب ہے۔ ☐ ☐

(۲) زکوٰۃ کے فرض ہونے کے لئے کسی چیز پر ملکیت تامہ ہونا ضروری ہے۔ ☐ ☐

(۳) اگر کوئی چیز مالک ہونے کے ساتھ قبضہ میں بھی ہو تو اس سے ملکیت تامہ حاصل ہو جاتی ہے۔ ☐ ☐

(۴) زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے مال کا نصاب کی حد کو پہنچنا ضروری نہیں ہے۔ ☐ ☐

(۵) ہر وہ مال جو انسان کی ضروریاتِ زندگی میں شامل ہو اس کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔ ☐ ☐

(۶) اگر کسی شخص کا مال نصاب کی بقدر ہو مگر دین (قرض) سے فارغ نہ ہو تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔ ☐ ☐

(۷) سونا، چاندی اور رائج الوقت کرنسی (روپیہ، ڈالر) مال نامی کے زمرے میں آتے ہیں۔ ☐ ☐

(۸) حیلہ تملیک کے ذریعے زکوٰۃ کی رقم غیر مصرف میں استعمال کرنا جائز ہے۔ ☐ ☐

(۹) ہر قرض دَین ہوتا ہے، مگر ہر دَین کا قرض ہونا ضروری نہیں ہے۔ ☐ ☐

(۱۰) زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے ملک تام ہونا، نصاب ہونا، مال کا نامی ہونا شرط ہے، مگر حاجت اصلیہ سے زائد ہونا شرط نہیں ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر۲

ذیل میں چند فقہی اصطلاحات اور تعریفات ذکر کی گئی ہیں۔ان اصطلاحات میں سے مناسب اصطلاح کو چن کر مخصوص خانے میں لکھ دیں۔

{مال مستفاد......حاجت اصلیہ ......تملیک...... مال تجارت...... مال نامی

قرض......زکوۃ......دین قوی......دین متوسط......دین ضعیف}

(۱) زکوۃ کی رقم کسی بھی مستحق زکوۃ شخص کو ایسے طور پر دینا کہ وہ اس میں ہر طرح کے تصرف کرنے کا کا اختیار رکھتا ہو۔[..............................]

(۲) ہر وہ مال جو بڑھنے والا ہو، خواہ بڑھنا آنکھوں سے نظر آئے، یا تقدیراً بڑھتا ہو کہ جب چاہیں اسے بڑھا سکیں۔[..............................]

(۳) نصاب زکوۃ پر سال شروع ہونے کے بعد سال مکمل ہونے سے پہلے پہلے اسی جنس میں سے ملنے والا مال [..............................]

(۴) وہ مال جو آگے بیچنے کی نیت سے خرید ا جائے اور یہ نیت ابھی تک باقی ہو [..............]

(۵) انسانی زندگی کی وہ ضروریات جسے اگر پورا نہ کیا جائے تو اس کی ھلاکت میں پڑ جانے کا خطرہ ہو۔[..............................]

(٦) وہ چیز جس کی ادائیگی دوسرے کے ذمہ واجب ہو، خواہ وہ نقد رقم ہو یا کوئی دوسری چیز۔

[..............................]

(۷) کسی کو کوئی ایسی چیز ادھار بیچ دی جو مال تجارت نہ ہو (جیسے استعمال کی گاڑی) تو اس کے بدلے میں خریدار کے ذمہ واجب ہونے والی چیز [..............................]

(۸) مال تجارت کے بدلے اگر خریدار (مشتری) کے ذمہ کوئی چیز واجب ہو۔

[..............................]

(۹) اگر کسی کو سونا چاندی یا نقد رقم اس لئے دی جائے کہ کچھ مدت کے بعد پوری پوری مقدار اس سے وصول ہو۔[..............................]

(۱۰) کسی مستحق شخص کو مخصوص شرائط کے پائے جانے کی وجہ سے مال کے مخصوص حصہ کا مالک بنا دینا۔[..............................]

سوال نمبر۳

خالی جگہیں پر کریں:

(۱) زمین کی پیداوار پر ہونے والی زکوٰۃ کو ہمارے عرف میں.......... کہتے ہیں۔

(۲) سونے چاندی اور نقد رقم کے ساتھ.......... بھی اسی کی جنس میں شامل ہے۔

(۳) رہائشی مکان، سردی گرمی کے کپڑے، حفاظت کے لئے اسلحہ، آلات صنعت و حرفت، اور دینی کتابیں سب.......... میں شامل ہیں۔

(۴) .... کا حکم یہ ہے کہ اس کی زکوٰۃ اصل نصاب کے ساتھ شامل کر کے ادا کی جائے گی۔

(۵) زکوٰۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لئے درج ذیل اوقات میں نیت کرنا شرط ہے۔ (ا) .... (ب) .... (ج) ....

(۶) سونا چاندی میں اگر کھوٹ زیادہ ہو اور سونا چاندی کم تو وہ.......... کے حکم میں شامل ہے۔

(۷) درزی کی مشین، کاریگر کے اوزار، ملز کی مشینری، دفتر کے فرنیچر اور تاجر کی دکان پر زکوٰۃ.......... ہے۔

(۸) سونے میں زکوٰۃ کا نصاب تولہ کے حساب سے.......... اور گرام کے حساب سے.......... ہے۔

(۹) چاندی کا نصاب تولہ کے حساب سے.......... اور گرام کے حساب سے.......... ہے۔

(۱۰) مال تجارت کی قیمت یا نقد رقم.......... کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔

سوال نمبر ۴

ذیل میں کچھ مصارف ذکر کئے گئے ہیں، ان میں جس مصرف میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا جائز ہے اس کے خانے میں (✓) کا نشان اور جہاں خرچ کرنا نا جائز ہے۔ وہاں (×) کا نشان لگائیں۔

☐ ہر وہ شخص جس کی ملکیت میں نصابِ زکوٰۃ سے کم پیسے ہوں۔

☐ ہر وہ شخص جس کے پاس بطور امانت ایک لاکھ روپے ہوں، ملکیت میں کچھ بھی نہ ہو۔

☐ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا مجاہد جس کے پاس کچھ رقم نہ ہو اور ہزاروں روپے مالیت کی رائفل ہو۔

☐ ہر ایسا مسافر جو اپنے وطن میں مالدار ہو۔ مگر سفر میں زادِ راہ سے خالی ہو۔

مسجد و مدرسے کی تعمیر میں رقم خرچ کرنا۔

☐ مطالعہ کی غرض سے کتابیں زکوٰۃ کی رقم سے خرید کر مدرسہ کی لائبریری میں جمع کرا دینا۔

☐ اللہ کے راستے میں نکلنے والا طالب علم جس کے پاس دس ہزار روپے ہوں۔

☐ ایسا شخص جس کے پاس دو لاکھ روپے ہوں، مگر اس نے تین لاکھ قرض دینا ہے۔

☐ وہ شخص جس کے گھر میں قیمتی قسم کا ٹی وی ہو۔

☐ وہ فقیر جس کے گھر میں صرف فریزر یا واشنگ مشین ہو۔

☐ ایسے شخص کی مسکین بیوی کو زکوٰۃ دینا جس نے ٹی وی خرید کر گھر میں رکھا ہو۔

☐ ایسے فقیر عالم دین کو زکوٰۃ دینا جس کے ذاتی کتب خانہ میں ہزاروں کی کتب ہوں۔

☐ ایسے رفاہی (Welfare) ادارے میں زکوٰۃ دینا جو پیسہ ملک کی تعمیر و ترقی، شاہراہوں

☐ کی مرمت، ایمبولنس کی خریداری یا ہسپتالوں، کنوؤں وغیرہ کی تعمیر میں خرچ کرتا ہے۔

☐ ایسے ٹرسٹ کو رقم دینا جو راشن (اناج، گھی) اور کپڑے خرید کر غریبوں میں بانٹ دیتے ہوں۔

☐ ایسے رفاہی اداروں کو دینا جہاں غرباء و مساکین کے لئے کھانے کے لنگر چلتے ہوں۔ انہیں کھانا کھلایا جاتا ہو۔ لے جانے کی اجازت نہ ہو۔

☐ ایسا شخص جس کی ملکیت میں ایک لاکھ روپیہ ہے، مگر اس نے نوّے ہزار قرض دینا ہے۔

☐ مدارس کے ان سفیروں کو زکوٰۃ دینا جو لوگوں سے زکوٰۃ کی رقم وصول کرنے کے لئے ملک کا چپہ چپہ چھان مارتے ہوں۔

☐ سادات اور بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا۔

سوال نمبر ۵

ذیل میں دی گئی فہرست کو غور سے دیکھئے۔ مستحق زکوٰۃ ہونے کی صورت میں جن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ اس کو کالم نمبر ۱ میں اور جن کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہے ان کو کالم نمبر ۲ میں ذکر کریں:

{پوتا، ساس، بہو، سسر، ہم زلف، برادر نسبتی، بھانجا، بھتیجا، پھوپھی، خالہ، بہن، بہنوئی، باپ، ماں، نانا، نانی، دادا، چچا، چچازاد بھائی، خالہ زاد بہن، دیور، بھاوج، بھابھی، نند، نندوئی، سمدھی، استاذ، مالدار، کافر، شوہر، شیخ و مرشد، مہتمم، وزیر، مفتی، مالدار کا بیٹا، مسافر، نومسلم، حاجی، بیوی، سوکن، قاضی، پڑپوتا، ناظم تعلیمات، امام مسجد}

کالم نمبر ۱	کالم نمبر ۲

صدقۃ الفطر کے احکام

جیسا کہ آپ زکوٰۃ کے مسائل کے شروع میں پڑھ چکے ہیں کہ زکوٰۃ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) فرض زکوٰۃ۔ (۲) واجب زکوٰۃ۔

بحمداللہ تعالیٰ فرض زکوٰۃ کے احکام پڑھ چکے ہیں اب واجب زکوٰۃ کے احکام بیان کئے جاتے ہیں، واجب زکوٰۃ سے مراد صدقۃ الفطر ہے جسے "زکوٰۃ الرأس" بھی کہتے ہیں۔

عزیز طلباء کرام کی سہولت اور آسانی کے پیشِ نظر صدقۃ الفطر کے مسائل دلچسپ پیرائے میں زکوٰۃ کیساتھ تقابل کرتے ہوئے لکھے جاتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ

پہلے وہ احکام لکھے جاتے ہیں جو زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر میں مشترک ہیں، پھر وہ احکام لکھے جائیں گے جو زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر میں مختلف ہیں:

"زکوٰۃ" اور "صدقۃ الفطر" میں مشترک احکام:

- زکوٰۃ کے فرض ہونے کیلئے خود آدمی میں جو شرائط پائی جانی ضروری ہیں (جیسے مسلمان ہونا اور آزاد ہونا وغیرہ) بعینہ یہی شرائط صدقۃ الفطر کے واجب ہونے کیلئے ہیں۔
- اگر کسی پر زکوٰۃ فرض ہو جائے تو اس پر صدقۃ الفطر بھی واجب ہو جاتا ہے { تاھم جس پر صدقۃ الفطر واجب ہو ضروری نہیں ہے کہ اس پر زکوٰۃ بھی فرض ہو (اسکی مزید تفصیل "فرق کے بیان" میں ملاحظہ فرمائیے) }
- جس طرح مقروض پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، اسی طرح مقروض پر صدقۃ الفطر بھی واجب نہیں ہوتا۔
- جو شخص زکوٰۃ کا مستحق اور مصرف ہے وہی شخص صدقۃ الفطر کا مستحق اور مصرف ہے۔
- جس طرح زکوٰۃ ایسی جگہ صرف کرنا جائز نہیں ہے جہاں تملیک کی شرط نہ پائی جائے اسی طرح صدقۃ الفطر بھی ایسی جگہ صرف کرنا جائز نہیں ہے جہاں تملیک کی شرط نہ پائی جائے۔
- جس طرح زکوٰۃ کے فرض ہونے سے پہلے ادا کرنا جائز تھا اسی طرح صدقۃ الفطر بھی واجب ہونے سے پہلے ادا کرنا جائز ہے۔
- جس طرح زکوٰۃ کے باب میں خود وہی چیز دینا ضروری نہیں ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہوئی ہو بلکہ اسکی

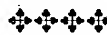
جگہ اتنی مالیت کی رقم، کپڑے جوتے، کھانا اور دیگر اشیاء دے سکتے ہیں، اسی طرح صدقۃ الفطر میں بھی گندم کی جگہ پیسے اور دیگر اشیاء دے سکتے ہیں۔



زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر میں فرق

(۱) زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔	(۱) صدقۃ الفطر واجب ہے کیونکہ سنّت سے ثابت ہے۔
(۲) اگر کسی کے پاس اتنا مال ہو کہ نصاب زکوٰۃ کو پہنچتا ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ نیز اگر کسی کے پاس ضروریات سے زائد اتنی چیزیں ہوں کہ اگر انکی قیمت لگائی جائے تو ساڑھے باون تولہ چاندی (612.35 گرام) کی قیمت کے برابر ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے خواہ وہ چیزیں کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں جب تک کہ وہ مالِ تجارت (عروض) میں داخل نہ ہو جائیں (مالِ تجارت کی تعریف کو پھر سے تازہ کرلیں)	(۲) اگر کسی کے پاس اتنا مال ہو جو کہ نصابِ زکوٰۃ کو پہنچتا ہے تو اس پر صدقۃ الفطر بھی واجب ہے۔ البتہ اگر کسی شخص کے پاس اپنی ضروریات سے زائد اتنی چیزیں ہوں کہ انکی بازاری قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی (612.35 گرام) کے برابر ہو جائے تو اس پر صدقۃ الفطر واجب ہے۔
(۳) زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب نصاب پر سال پورا ہو جائے۔	(۳) جبکہ صدقۃ الفطر عید الفطر کے دن فجر کے وقت واجب ہوتا ہے خواہ نصاب پر ایک دن بھی نہ گزرے۔
(۴) اگر کسی کے نصاب پر سال شروع ہو رہا ہو اور مزید مالِ مستفاد مل جائے تو زکوٰۃ کا حساب بھی بڑھ جائے گا مجموعہ پر زکوٰۃ ہوگی۔	(۴) جبکہ صدقۃ الفطر میں خواہ کتنا ہی مالِ مستفاد ملتا رہے اسکی مقدار متعین ہے مالِ مستفاد کے بڑھنے سے صدقۃ الفطر کی مقدار نہیں بڑھتی۔
(۵) اگر کوئی شخص صاحبِ نصاب ہو تو صرف اسکے اوپر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، کسی دوسرے کی طرف سے زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔	(۵) جبکہ صدقۃ الفطر واجب ہو جائے تو خود اپنے اوپر بھی واجب ہوتا ہے اور ہر اس شخص کی طرف سے اس پر صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے جن پر اسے سرپرستی حاصل ہے اور انکا خرچہ اسکے ذمہ ضروری ہوتا ہے۔ جیسے نابالغ

---------	اولاد، خدمت کے غلام وغیرہ۔
(۶) زکوٰۃ کل مال کے ڈھائی فیصد (چالیسویں حصے) کے اعتبار سے فرض ہوتی ہے جسکی مقدار مجموعی مال کے کم وبیش ہونے سے کم وبیش ہوتی رہتی ہے۔	(۶) جبکہ صدقۃ الفطر میں صدقہ کی مقدار تقریباً پونے دو سیر گندم متعین ہے یہ مقدار مال کے کم وبیش ہونے سے نہیں بدلتی بلکہ اگر اسکی زیرِ سرپرستی افراد کم وبیش ہوں تو یہ مقدار کم وبیش ہوتی رہتی ہے۔
(۷) اگر کسی شخص کے پاس اپنی ضروریات سے زائد اتنی چیزیں ہوں کہ قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی (612.35 گرام) کی بازاری قیمت کے برابر ہو تو اسے زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے ایسے شخص پر اگرچہ زکوٰۃ ادا کرنا فرض نہیں ہے تاھم زکوٰۃ لینا بھی جائز نہیں ہے۔	(۷) جبکہ کسی شخص کے پاس ضروریات سے زائد اس قدر چیزیں ہوں کہ جنکی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی (612.35 گرام) کے برابر ہو تو خود اس پر صدقۃ الفطر واجب ہوجاتا ہے۔
(۸) زکوٰۃ کا تعلق مال سے ہوتا ہے لہٰذا زکوٰۃ فرض ہوجانے کے بعد اگر مال ہلاک ہوجائے (چوری ہوجائے، جل جائے یا غرق ہوجائے) تو زکوٰۃ کی فرضیت ختم ہوجاتی ہے۔	(۸) جبکہ صدقۃ الفطر کا تعلق اس شخص سے ہوتا ہے جس پر یہ واجب ہے لہٰذا صدقۃ الفطر واجب ہوجانے کے بعد اگر مال ہلاک ہوجائے تو اسکا وجوب ختم نہیں ہوتا۔
(۹) زکوٰۃ فرض ہونے کیلئے مال کا نامی (بڑھنے والا ہونا) ضروری ہے۔	(۹) صدقۃ الفطر میں مال کا نامی ہونا ضروری نہیں ہے۔
(۱۰) زکوٰۃ فرض ہونے کیلئے عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے۔	(۱۰) جبکہ صدقۃ الفطر واجب ہونے کیلئے عاقل اور بالغ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ بچے اور مجنون پر بھی واجب ہوتا ہے۔



صدقۃ الفطر کی مقدار :

اگر کسی شخص پر صدقۃ الفطر واجب ہوجائے تو درجِ ذیل تفصیل کے مطابق صدقۃ الفطر نکالنا واجب ہوتا ہے:

- اگر گندم یا گندم سے بنی ہوئی کسی چیز جیسے گندم کا ستو، یا گندم کا آٹا وغیرہ سے صدقۃ الفطر دینا چاہے، تو

پونے دو سیر سے آدھی چھٹانک زیادہ دینا ضروری ہے، احتیاطاً پورا دو سیر کرلے۔

◉ اگر جَو یا جَو کا آٹا یا جَو کا ستو، کھجور یا کشمش دینا چاہے تو گندم سے دوگنی مقدار (ساڑھے تین سیر اور ایک چھٹانک) دینا ضروری ہے۔

◉ ان اجناس کے علاوہ اگر پیسوں کی شکل میں دینا چاہے تو ان کی بازاری قیمت لگا کر اتنے روپے دیدے۔

◉ اگر ان اجناس کے علاوہ دوسری جنس سے صدقۃ الفطر ادا کرنا چاہے (جیسے چنا، دالیں، چاول وغیرہ) تو ان اجناس (گندم، جَو، کھجور، کشمش) کی قیمت لگا کر اتنی قیمت میں جتنی یہ چیزیں (چنا، دالیں، چاول) آتی ہوں، دینا ضروری ہے۔



عملی مشق

سوال نمبر ۱

صحیح یا غلط مسائل کی نشاندھی کیجئے:

	صحیح/غلط
(۱) ہر وہ شخص جس پر زکوۃ فرض ہوتی ہے اس پر صدقۃ الفطر بھی واجب ہوتا ہے۔	☐ ☐
(۲) صدقۃ الفطر کی ادائیگی کے لئے سال گزرنا شرط ہے۔	☐ ☐
(۳) زکوۃ اور صدقۃ الفطر کے مصارف ایک ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں۔	☐ ☐
(۴) حاجاتِ اصلیہ سے زائد چیزیں اگر نصابِ زکوۃ میں سے کسی نصاب کی قیمت کے برابر ہوجاتی ہیں، تو صدقۃ الفطر بھی واجب ہوتا ہے، اور زکوۃ بھی۔	☐ ☐
(۵) عید الفطر کی طلوعِ فجر کے وقت مال مستفاد کے بڑھنے سے صدقۃ الفطر بھی بڑھ جاتا ہے۔	☐ ☐
(۶) عید الفطر سے پہلے اگر کوئی بچہ پیدا ہوجائے تو نومولود کا فطرانہ واجب نہیں ہے۔	☐ ☐

(۷) ہر اس شخص کی طرف سے بھی صاحب نصاب شخص پر صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے، جو اس کی سرپرستی میں شامل ہو اور ان کا خرچہ اس کے ذمہ ہو۔ ☐ ☐

(۸) اگر کوئی شخص صاحب نصاب ہو اور نصاب کی بقدر مقروض ہو تو صدقۃ الفطر بہر حال اس پر واجب ہے۔ ☐ ☐

(۹) صدقۃ الفطر کی مقدار متعین ہے، زکوٰۃ کی طرح کل مال کے حساب سے اڑھائی فیصد واجب نہیں ہے۔ ☐ ☐

(۱۰) زکوٰۃ مال کے بڑھنے سے بڑھ جاتی ہے، جبکہ صدقۃ الفطر افراد کے بڑھنے سے بڑھتا ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر ۲

صدقۃ الفطر کے باب کو اچھی طرح ذہن نشین کر کے ایک صفحہ پر وہ احکام لکھیں جو صدقۃ الفطر اور زکوٰۃ میں ملتے جلتے ہیں......اور دوسرے صفحہ پر وہ احکام لکھیں جن میں زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر میں فرق ہے۔

سوال نمبر ۳

درجِ ذیل مسائل میں غور کریں ذکر کردہ منتخبات میں سے جو صحیح ہو اس سے خالی جگہ پر کریں۔

(ا) صدقۃ الفطر کا ادا کرنا ہر عاقل و بالغ صاحب نصاب شخص پر............ہے۔

(فرض، واجب، سنت، مستحب)

(ب) گندم یا گندم کے آٹا وغیرہ سے صدقۃ الفطر ادا کرنے کی صورت میں............دینا واجب ہے۔

(پونے دو سیر، ایک سیر، چار سیر)

(ج) صدقۃ الفطر ہر صاحبِ نصاب شخص پر عید الفطر............کے وقت واجب ہوتا ہے۔

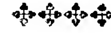
(طلوعِ شمس، طلوعِ فجر، رؤیت ہلال)

(د) صدقۃ الفطر کی رقوم..............کو دینا جائز ہے۔

(مستحق زکوٰۃ شخص، اپنی اولاد، مسجد)

(ہ) جَو یا اس کے ستو، کھجور یا کشمش کے حساب سے صدقۃ الفطر کی مقدار......واجب ہے۔

(ساڑھے تین سیر اور دو چھٹانک، پونے چار سیر، دو سیر، ہزار روپیہ)





عُشر کے احکام

عُشر کی تعریف :

زمین کی پیداوار پر جو زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اسے "عُشر" کہتے ہیں۔
یاد رہے کہ یہ لفظ "عُشر" "عشر (دسویں حصہ) اور نصف عُشر (بیسویں حصہ) دونوں پر بولا جاتا ہے۔
لیکن کہاں دسواں حصہ اور کہاں بیسواں حصہ واجب ہوتا ہے اسکی تفصیل آئندہ سطور میں آرہی ہے۔



عُشر کس پر فرض ہوتا ہے؟

عُشر فرض ہونے کی وہی شرطیں ہیں جو صدقۃ الفطر کے واجب ہونے کی شرائط ہیں۔ چنانچہ عُشر فرض ہونے کیلئے مسلمان اور آزاد ہونا ضروری ہے جیسا کہ صدقۃ الفطر میں ضروری ہے۔

اور عاقل اور بالغ ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ صدقۃ الفطر میں ضروری نہیں ہے، چنانچہ نابالغ اور مجنون کی زمین میں بھی عُشر فرض ہوتا ہے جیسا کہ ان پر صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے۔

عُشر فرض ہونے کیلئے حولان حول (سال گزرنا) شرط نہیں ہے بلکہ فصل کا ہونا شرط ہے چنانچہ اگر ایک سال میں زمین سے کئی فصلیں حاصل ہوں تب بھی سب پیداوار پر عشر واجب ہوتا ہے۔



عُشر میں نصاب شرط نہیں ہے :

ہمارے حضرت سیّدنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پیداوار کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے کہ جس میں عُشر واجب ہو بلکہ کم ہو یا زیادہ عُشر (دسواں یا بیسواں حصہ) بہر حال واجب ہے۔



کونسی پیداوار پر عُشر واجب ہے اور کونسی پیداوار پر عُشر واجب نہیں؟

اس کے بارے میں ضابطہ اور اصول یہ ہے کہ ہر وہ فصل اور پیداوار جسے زمین میں کاشت کرکے آمدنی اور نفع

حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے اس پر عُشر واجب ہے۔

اور ہر وہ پیداوار جسے زمین میں کاشت کر کے نفع اور آمدنی مقصود نہیں ہوتی اس پر عُشر واجب نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس قسم کی فصل کو بھی آمدنی اور نفع حاصل کرنے کی غرض سے کاشت کرلے تو اس پر بھی عُشر واجب ہوتا ہے۔

مثالوں سے وضاحت :

مندرجہ ذیل فصلیں کاشت کرنے سے چونکہ آمدنی اور خود وہ فصل مقصود ہوتی ہے لہٰذا ان پر عُشر واجب ہے:

(۱) ہر قسم کے اناج (گندم، جَو، چاول، مکئی، باجرہ، دالیں، ساگ، پالک، سبزیاں، پھل، اور میوہ جات وغیرہ)۔

(۲) السی اور تل کی فصل اور انکے بیج۔

(۳) کپاس۔

(۴) تمباکو اور افیون (پوست کی کاشت)

(۵) جانوروں کے چارے کیلئے اگائی جانے والی گھاس جیسے برسین، جوار وغیرہ۔

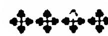
(۶) بید، چنار، صنوبر، چیڑ، بیار، اور وہ درخت جنہیں کاٹ کر بیچا جاتا ہے۔

(۷) وہ بیج جن کی پیداوار مقصود ہوتی ہے مثلاً سورج مکھی، سرسوں، سویا، السی وغیرہ۔

(۸) وہ پھول جنکی پیداوار سے آمدنی مطلوب ہو، صرف خوبصورتی کی غرض سے نہ لگائے گئے ہوں جیسے (گلاب، چنبیلی وغیرہ کی فصلیں)۔

(۹) خودرو گھاس جس کی آدمی اس غرض سے دیکھ بھال شروع کردے کہ اسے بیچ کر آمدنی حاصل کرے گا۔

(۱۰) پہاڑوں یا جنگلوں یا فارموں سے حاصل ہونیوالا شہد۔



مندرجہ ذیل فصلوں میں عُشر واجب نہیں:

(۱) بھوسہ اور سوکھی چری جس سے اناج حاصل کرلیا گیا البتہ اگر دانہ پڑنے سے پہلے ہی کاٹ لیا جائے تو عُشر واجب ہوتا ہے۔

(ب) وہ بیج جو زراعت میں خود مقصود نہیں ہوتے۔ جیسے تربوز، خربوزہ، کھیرا اور ککڑی کے بیج۔ کیونکہ ان میں پھل مقصود ہوتا ہے، بیج نہیں۔

(ج) ایندھن کی لکڑی (کپاس کی چنائی کے بعد چھڑیاں) گھاس جھاؤ اور کھجور کے پتے جبکہ انکی دیکھ بھال نہ کی جاتی ہو اور انکو فروخت نہ کیا جاتا ہو۔

(د) درختوں سے حاصل ہونے والی گوند اور رال۔



عُشر نکالتے وقت کون سے اخراجات منہا کئے جائیں گے؟

پیداوار پر آنیوالے اخراجات دو قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) بعض وہ اخراجات جو فصل حاصل ہونے تک آتے ہیں جیسے بیج کا خرچہ، پانی (نہری ہو یا ٹیوب ویل کا) کھاد، اسپرے، کٹائی، تھریشر وغیرہ کے اخراجات۔

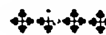
(۲) پیداوار حاصل ہونے کے بعد منڈی تک لے جانے کیلئے ٹرک وغیرہ کا کرایہ، گودام کا کرایہ، حفاظت کیلئے مامور چوکیدار وغیرہ کا خرچہ۔

عُشر (دسواں حصّہ یا بیسواں حصّہ) نکالتے وقت پہلی قسم کے اخراجات منہا نہیں کئے جائیں گے یعنی ان اخراجات کو نکالے بغیر مجموعی پیداوار سے عُشر نکالنا ضروری ہے۔

البتہ دوسری قسم کے اخراجات نکال کر باقی پیداوار کا عُشر نکالا جاسکتا ہے۔

عشر اور نصف عشر میں فرق:

ایسی زمین جو بارانی ہو کہ بارش کے پانی سے فصلیں اگتی ہوں۔ پانی خریدنے کی مشقت نہ ہو تو اس سے حاصل ہونے والی پیداوار میں عشر (دسواں حصہ) واجب ہے۔ لیکن ایسی زمین جس کی سیرابی کے لئے پانی خریدنا پڑتا ہو جیسے ٹیوب ویل اور نہر کا پانی تو اس سے حاصل ہونے والی پیداوار میں نصف عشر (بیسواں حصہ) واجب ہوگا۔





عملی مشق

سوال نمبر ۱

ذیل میں دی گئی فہرست میں غور کریں جس فصل اور پیداوار میں عشر واجب ہے اس کے خانے میں صحیح کا نشان (✓) اور جس میں عشر واجب نہیں ہے اس کے خانے میں غلط کا نشان (×) لگائیں۔ اور کتاب میں ذکر کردہ اصول کی روشنی میں وجہ لکھنا نہ بھولئے:

☐ گندم .... وجہ یہ ہے کہ ....

☐ سبزیاں .... وجہ یہ ہے کہ ....

☐ گھاس جاؤ .... وجہ یہ ہے کہ ....

☐ درختوں کی گونداور رال .... وجہ یہ ہے کہ ....

☐ فارمی شہد .... وجہ یہ ہے کہ ....

☐ تمباکو .... وجہ یہ ہے کہ ....

☐ پوست .... وجہ یہ ہے کہ ....

☐ خوبصورتی کے لئے پھول .... وجہ یہ ہے کہ ....

☐ بھوسہ .... وجہ یہ ہے کہ ....

☐ تربوز، خربوزہ کے بیج .... وجہ یہ ہے کہ ....

☐ سورج مکھی کے پھول .... وجہ یہ ہے کہ ....

سوال نمبر ۲

صحیح یا غلط مسائل کی نشاندھی کیجئے:

(۱) زمین سے حاصل ہونے والی ہر فصل پر عشر واجب ہے خواہ وہ مقدار میں تھوڑی ہو یا زیادہ۔ ☐ ☐

(۲) ایسی زمینوں کی فصل میں جہاں صرف بارش کے پانی سے فصل اگتی ہے کل پیداوار کا بیسواں حصہ دینا واجب ہے۔ ☐ ☐

(۳) عشر کی فصل یا اس کی بقدر رقم کسی بھی شخص کو دے سکتے ہیں کوئی شرط نہیں ہے۔ ☐ ☐

(۴) نہری پانی یا ٹیوب ویل کے پانی سے حاصل ہونے والی فصلوں میں بیسواں حصہ واجب ہے۔ ☐ ☐

(۵) زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کی طرح عشر میں بھی واجب ہونے والی حصہ کی بقدر نقد رقم یا اسکا سامان (کپڑے جوتے وغیرہ) دیا جا سکتا ہے۔ ☐ ☐

(٦) زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کے مصرف میں جو شرائط ہیں وہی شرائط عشر کے مصرف میں بھی ہیں۔ ☐ ☐

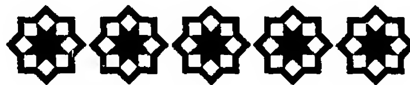
(۷) عشر کی رقم مسجد اور مدرسے کی تعمیر میں خرچ کی جا سکتی ہے۔ ☐ ☐

(۸) عشر ہر پیداوار میں ہوتا ہے، مگر ادا کرنا ایک سال بعد ضروری ہوتا ہے۔ ☐ ☐

(۹) اخراجات منہا کئے بغیر کل پیداوار سے عشر کا حساب کیا جاتا ہے۔ ☐ ☐

(۱۰) قربانی کے گوشت کی طرح عشر کی پیداوار خود بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ ☐ ☐





روزہ کے احکام

- روزہ کی اقسام
- رؤیتِ ہلال کے احکام
- روزہ کے مفسدات
- اعتکاف کے احکام

روزہ کے احکام

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: یَاۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ. (البقرۃ۔۱۸۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَحَجِّ الْبَیْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ.

(رواہ البخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے، اوّل اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، دوم نماز قائم کرنا، سوم زکوٰۃ ادا کرنا، چہارم بیت اللہ شریف کا حج کرنا، پنجم رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔



"روزہ" کا معنی:

روزہ کو عربی میں "صوم" کہتے ہیں، اور صوم کا لغت میں معنی ہے "الامساک" یعنی رک جانا۔ اور شریعت کی اصطلاح میں اسکا معنی ہے کہ:

"اَلْاِمْسَاکُ عَنِ الْمُفَطِّرَاتِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ مَعَ نِیَّۃِ الصَّوْمِ"

"طلوعِ فجر سے لیکر غروبِ آفتاب تک روزے کی نیّت سے مفطّرات ثلاثہ (کھانے پینے اور بیوی سے ازدواجی تعلق قائم کرنے) سے رک جانا" روزہ" کہلاتا ہے۔



کس شخص پر رمضان کے روزے فرض ہوتے ہیں؟

روزہ فرض ہونے کے لئے درجِ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، جس شخص میں یہ تمام شرائط پائی جائیں گی اس پر روزہ فرض ہوجاتا ہے:

(۱) مسلمان ہونا۔ لہٰذا کافر پر روزہ فرض نہیں ہے۔

(۲) بالغ ہونا۔ لہٰذا نابالغ پر روزہ فرض نہیں ہے۔

(۳) عاقل ہونا۔ لہٰذا مجنون پر روزہ فرض نہیں ہے۔

(۴) دارالاسلام ہونا۔ یا دارالحرب ہونے کی صورت میں روزے کی فرضیّت کا علم ہونا۔

دارالاسلام کی تعریف :

دارالاسلام سے مراد ایسا ملک ہے جہاں مسلمانوں کی حکومت ہو۔

وضاحت : فقہی اصطلاح میں دارالاسلام بننے کیلئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ مسلمانوں کی حکومت ہو خواہ عملاً قرآن وسنّت کا نفاذ ہو یا نہ ہو۔ جیسے پاکستان۔ تاہم قرآن وسنت کے نفاذ سے محرومی بڑی محرومی اور خسارے کی بات ہے۔

دارالحرب کی تعریف :

دارالحرب سے مراد ایسا ملک ہے جہاں کافروں کی حکومت ہو۔ خواہ وہاں مسلمانوں کی بڑی تعداد آباد ہو۔ جیسے ہندوستان۔



کس شخص پر رمضان کے روزے ادا کرنا فرض ہے:

اگر کسی شخص پر مندرجہ بالا شرائط کی روشنی میں روزہ فرض ہوجائے تو اسکا ادا کرنا اس وقت ضروری ہوتا ہے جب مندرجہ ذیل تمام شرائط موجود ہوں:

(۱) **پہلی شرط :** روزہ کا ادا کرنا اس شخص پر فرض ہے جو مقیم ہو لہٰذا اگر کوئی شخص شرعی مسافر (جسکا بیان کتاب الصلوٰۃ کے باب "مسافروں کے احکام" میں گزر چکا ہے) ہو تو اس پر روزہ ادا کرنا فرض نہیں ہوتا۔ سفر سے لوٹنے کے بعد اسکی قضاء کرنا ضروری ہے۔

ضروری وضاحت : عصرِ حاضر میں جدید سفری سہولیات (ہوائی جہاز، ٹرین، بس، کار وغیرہ) کی وجہ سے سفر اتنا پُر مشقت نہیں ہوتا تب بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ شریعت نے روزہ نہ رکھنے کی رخصت سفر کی وجہ سے دی ہے جو ان تمام تر سہولیات کے باوجود پایا جاتا ہے۔

تاہم اس رخصت کے باوجود اگر کوئی روزہ رکھ لے تو بہتر ہے تاکہ رمضان المبارک کی برکات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جاسکے۔

(۲) دوسری شرط : روزہ فرض ہونے کے بعد ادا کرنا اس شخص پر فرض ہے جو تندرست ہو، لہٰذا مریض پر روزہ رکھنا فرض نہیں ہے۔ چنانچہ جب صحت مند ہوجائے تو ان روزوں کی قضاء کرلے۔

(۳) تیسری شرط : عورت پر روزہ ادا کرنا اس وقت فرض ہے جب وہ حیض ونفاس سے پاک ہو۔ چنانچہ حائضہ اور نفاس والی عورت کو ناپاکی کے ایام میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ بعد میں قضاء کرلے۔

ضروری وضاحت : یاد رہے کہ یہ مسئلہ حَدَثِ اکبر کی تین اقسام میں سے حیض ونفاس کے ساتھ خاص ہے لیکن اگر جنابت لاحق ہوجائے، خواہ مرد کو یا عورت کو تو یہ روزے کے منافی نہیں ہے، جنابت کی حالت میں روزہ رکھنا بھی جائز ہے۔ اور روزہ کی حالت میں جنابت لاحق ہوجائے (یعنی احتلام ہوجائے) تو روزہ ٹوٹتا بھی نہیں ہے۔



روزہ صحیح ہونے کی شرائط :

اگر کوئی شخص روزہ فرض ہونے کے بعد روزہ رکھ لے تو اس روزے کے صحیح ہونے کے لئے درجِ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

پہلی شرط :

نیّت کرنا بشرطیکہ ایسے وقت میں ہو جس میں نیّت کرنا صحیح ہوتا ہے۔ (نیّت کے بارے میں تفصیل عنقریب آرہی ہے)

دوسری شرط :

عورت کا دن بھر حیض ونفاس سے پاک رہنا۔ اگر عورت شروع دن میں پاک تھی مگر روزہ شروع کرنے کے بعد دن کے کسی حصے میں ناپاک ہوگئی تو اسکا روزہ ٹوٹ جائیگا۔

تیسری شرط :

روزہ کا ان تمام باتوں سے خالی ہونا جو روزہ توڑ دیتی ہیں۔ جیسے کھانا، پینا، اور جماع کرنا۔ اور وہ اشیاء جو کھانے پینے اور جماع کے حکم میں ہیں۔ (ان اشیاء کی تفصیل بھی آگے آ رہی ہے)



روزے کی اقسام :

روزے کی چھ اقسام ہیں:

(۱) فرض روزہ۔

(۲) واجب روزہ۔

(۳) مسنون روزہ۔

(۴) مندوب (مستحب) روزہ۔

(۵) مکروہ روزہ۔

(۶) حرام روزہ۔

اب ان اقسام کی تفصیل ملاحظہ کیجئے:

(۱) فرض روزہ :

اگر کسی شخص میں روزہ فرض ہونے کی تمام شرائط پائی جائیں تو اس پر رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔

(۲) واجب روزہ :

درج ذیل روزے رکھنا واجب ہے:

(ا) اگر نفلی روزہ شروع کر کے توڑ دیا تو اس کی قضاء واجب ہے۔

○ شریعت مطہرہ کا یہ اصول اور ضابطہ ہے کہ کوئی بھی نفل اور مستحب کام کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ لیکن اگر نفل عبادت شروع کر دی جائے تو پھر اسکا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نفل نماز یا نفل روزہ توڑنے والے پر اس کی قضاء واجب ہے۔

(ب) نذر کے روزے۔

نذر کا مطلب : نذر کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کسی عبادت (مثلاً نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ) کی منّت مان لے۔

مثال : حسیب نے یہ منّت مان لی کہ اے اللہ! اگر میں سالانہ امتحان میں اوّل آ گیا تو میں دس روزے رکھوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ اوّل آ گیا تو اسے دس روزے رکھنا واجب ہے۔



نذر کی اقسام :

نذر کی دو قسمیں ہیں:

(۱) نذر معیّن

(۲) نذر غیر معین

نذر معیّن : نذر معیّن کا مطلب یہ ہے کہ کسی خاص دن کے روزے کی منّت مان لینا۔ نذر معیّن کی صورت میں اسی خاص دن میں روزے رکھنا واجب ہوتا ہے۔

مثال : جی ہاں! پچھلی مثال میں حسیب نے سالانہ امتحان میں اوّل آنے کی صورت میں خاص جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی۔ سالانہ امتحان میں خوش قسمتی سے اوّل آنے کی صورت میں حسیب پر جمعہ کے دن روزہ رکھنا واجب ہے۔

نذرِ غیر معیّن : نذر غیر معین کا مطلب یہ ہے کہ نذر مانتے ہوئے کسی خاص وقت کا تعیّن نہ کرے بلکہ مطلقاً (بغیر کسی قید و شرط کے) روزے کی نذر مان لے۔ نذر غیر معیّن ہونے کی صورت میں نذر کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے مگر غیر متعیّن ہونے کی وجہ سے جب بھی پورا کر لے اسکو اختیار ہے۔

مثال : سلمان نے نذر مان لی کہ اے اللہ! پچھلی کوتاہیوں کو معاف کر دیجئے۔ اب اگر میں پورے جامعہ میں اوّل آ گیا تو تیری رضا کیلئے دس روزے رکھوں گا۔

الحمد للہ رب کریم نے ٹوٹے ہوئے دل کی دعا کو آسمان سے اوپر اٹھا لیا۔ چنانچہ وہ یومِ مسعود آ گیا جب، بھرے مجمع میں یہ آواز کانوں میں رس گھولتی ہوئی سنائی دی:

"پورے جامعہ میں اوّل آنے والے طالب علم محمد سلمان ہیں" ناظم صاحب نے اعلان کیا۔

چونکہ نذر پوری ہوگئی ہے لہٰذا سلمان پر دس روزے رکھنا واجب ہے۔ چونکہ نذر غیر متعین تھی لہٰذا جب بھی دس روزے رکھ لے گا تو اسکی نذر پوری ہو جائیگی۔

(ج) کفّارے کے روزے۔

درجِ ذیل صورتوں میں کفّارے کے روزے رکھنا واجب ہوتا ہے:

(۱) رمضان المبارک میں بغیر عذر کے جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا تو کفّارے کے روزے رکھنا واجب ہے۔

(۲) رمضان المبارک میں دن کے وقت جماع کر لیا تو کفّارے کے روزے رکھنا واجب ہے۔

(۳) "ظہار" کی صورت میں کفّارے کے روزے رکھنا واجب ہے۔

(۴) قسم کھا کر توڑ دینے کی صورت میں "کفّارہ یمین" کے روزے رکھنا واجب ہے۔

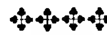
(۵) احرام کی حالت میں بعض ایسے ممنوعات ہیں جنکا ارتکاب کرنے کی صورت میں کفّارے کے روزے رکھنا واجب ہے۔

(۶) قتلِ خطا یا ہر اس قتل کی صورت میں جو قتلِ خطا کے حکم میں ہوتا ہے۔ کفّارے کے روزے رکھنا واجب ہے۔



(۳) مسنون روزہ:

یومِ عاشورہ (دسویں محرم) کو روزہ رکھنا۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ نویں یا گیارھویں محرّم کا روزہ بھی ہو۔



(۴) مستحب روزہ:

درجِ ذیل روزے رکھنا مستحب (مندوب) ہیں:

(ا) ہر مہینے میں تین روزے رکھنا، خواہ وہ کوئی سے بھی ایّام ہوں۔

(ب) ہر مہینے ایّامِ بیض میں روزے رکھنا۔ (ایّامِ بیض سے مراد تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ ہے۔ کیونکہ ان تاریخوں میں رات خوب روشن اور سفید ہوتی ہے)

(ج) ہر ہفتے میں پیر اور جمعرات کو روزے رکھنا۔

(د) شوال میں چھ روزے رکھنا۔

(ہ) غیر حاجی کیلئے یومِ عرفہ (نویں ذی الحجہ) کو روزہ رکھنا۔

(و) صومِ داؤدی رکھنا۔ یعنی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن نہ رکھنا۔



(۵) مکروہ روزہ :

درجِ ذیل صورتوں میں روزے رکھنا مکروہ ہے:

(ا) صرف یومِ عاشورہ (دسویں) کا روزہ رکھنا۔ نویں محرّم یا گیارھویں محرّم کو ساتھ نہ ملانا۔

(ب) صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنا۔ ساتھ کوئی اور دن نہ ملانا۔

(ج) "صومِ وصال" یعنی اس طرح مسلسل روزے رکھنا کہ غروبِ آفتاب کے بعد بالکل افطار نہ کرے اور اگلے دن کا روزہ بھی رکھ لے۔



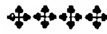
(۶) حرام روزہ :

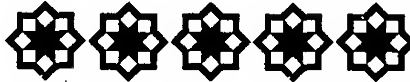
درجِ ذیل صورتوں میں روزہ رکھنا حرام ہے:

(ا) عیدالفطر کے دن روزہ رکھنا۔

(ب) عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا۔

(ج) ایامِ تشریق (یعنی ذی الحجہ کی گیارھویں، بارھویں، اور تیرھویں تاریخ کو روزہ رکھنا۔





مفطرّاتِ صوم یعنی روزہ کو توڑنے والی چیزوں کا بیان

روزے کے مسائل میں مفطرات (روزہ توڑنے والی چیزیں) کی بحث انتہائی اہم بحث ہے۔

مفطّرات (روزہ توڑنے والی چیزیں) کی بحث میں غوطہ زنی سے پہلے چند تمہیدی باتیں ذکر کی جاتی ہیں، جن کی روشنی میں اس فقہی بحث میں بصیرت پیدا ہونے میں بڑی مدد ملے گی، ان شاء اللہ۔

ان تمہیدی باتوں کے بعد حضرات فقہائے کرامؒ کی کتب سے بکھرے ہوئے موتی اصول اور ضوابط کی شکل میں ذکر کیے جائیں گے۔



مقدمہ اولیٰ : وہ عوارض اور حالتیں جو ایک انسان کو لاحق ہوتی ہیں، اور حضراتِ فقہائے کرامؒ ان کے متعلق یہ بحث کرتے ہیں کہ وہ آیا روزہ افطار ہونے سے رکاوٹ اور مانع بنتی ہیں یا نہیں، آٹھ ہیں:

(۱) نِسیان۔ (۲) غَلَبہ۔ (۳) اِکراہ۔ (۴) خطا۔ (۵) نوم۔ (۶) اِغماء۔
(۷) جنون۔ (۸) جہل۔

۱۔ نِسیان (بھول جانا): نسیان کی حقیقت یہ ہے کہ ضرورت کے موقع پر کسی چیز کا یاد نہ آنا۔
(البحر ۲/۲۷۱)

مثال : کوئی شخص روزے کی حالت میں کھانا پینا شروع کردے اور اسے یہ یاد نہ ہو کہ میرا روزہ ہے۔ اس بھول کو "نسیان" کہتے ہیں، کیونکہ اس موقع پر ضرورت ہے کہ اسے اپنا روزہ دار ہونا یاد ہو۔

نسیان کا حکم : نسیان (بھول جانا) مانع افطار ہے، لہٰذا اگر کسی شخص نے بھول کر کچھ کھالیا، پی لیا یا بیوی سے ازدواجی تعلق قائم کیا، تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۲۔ غَلَبة (غالب آجانا): کسی چیز کا ایسے طور پر ہونا کہ اس سے بچنا بہت مشکل اور غیر اختیاری ہو اس کو فقہی زبان میں کہتے ہیں کہ اس چیز کا اس شخص پر "غلبہ" ہے۔

مثال : جیسے غیر اختیاری طور پر کسی شخص کے حلق میں مکھی، راستے کا گرد وغبار، دھواں، آٹے کا غبار چلے جانا، اور نیند کی حالت میں احتلام وغیرہ اسے کہیں گے کہ ان تمام چیزوں کا روزہ دار پر غلبہ ہے، کیونکہ ان سے اپنے آپ

کو بچانا بہت مشکل ہے۔

مثال: اگر کسی جگہ بارش ہو رہی ہو یا برفانی علاقے میں برف پڑ رہی ہو اور وہ غیر اختیاری طور پر روزہ دار کے حلق میں اتر جائے تو اسے غلبہ میں داخل نہیں کریں گے، کیونکہ بارش اور برفباری سے روزہ دار اپنے آپ کو کسی محفوظ مکان یا چھت وغیرہ کے نیچے کھڑے ہو کر بچا سکتا ہے۔

مثال: غسل کرتے ہوئے کان میں پانی چلا جائے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ یہ پانی "غلبہ" میں داخل ہے نہاتے ہوئے کان کو اس سے بچانا اختیار سے باہر اور بہت مشکل ہے۔

غلبۃ کا حکم: غلبہ (غالب آجانا) مانع افطار ہے، لہٰذا اگر کسی شخص کے حلق میں گرد وغبار، دھواں یا مکھی، آٹے کا غبار چلا گیا، تو اسکا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۳۔ **اکراہ**: "اکراہ" کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو ہلاک کر ڈالنے کی دھمکی دے کر کسی کام پر مجبور کر دینا۔ اور یہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ ہلاکت سے شریعت میں جیسے جان سے مار ڈالنا داخل ہے اسی طرح کسی عضو کے کاٹنے یا ضائع کر دینے کی دھمکی بھی شامل ہے۔

مثال: کسی شخص نے روزہ دار پر کلاشنکوف تان لی، کہ یا تو کھانا کھالو یا پھر مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ ایسی حالت کو شریعت میں "اکراہ" کہتے ہیں۔

اکراہ کا حکم: اکراہ مانع افطار نہیں ہے، لہٰذا اگر کسی روزہ دار کو دھمکی دیکر کچھ کھلا پلا دیا گیا تو اسکا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۴۔ **خطأ (غلطی ہو جانا)**: خطا سے مراد یہ ہے کہ روزہ دار کو اپنا روزہ دار ہونا یاد ہو مگر غلطی سے پانی وغیرہ حلق میں اتر جائے، مگر پانی پینے کا ارادہ نہ ہو۔

مثال: جیسے روزہ دار کے حلق میں کلی کرتے ہوئے پانی اتر جائے اب اسے یہ تو معلوم ہے کہ میرا روزہ ہے مگر پانی کے حلق میں اتارنے کا کوئی ارادہ نہ تھا، اسے کہتے ہیں روزہ دار کے حلق میں پانی خطا سے اتر گیا ہے۔

◉ **خطا اور نسیان میں فرق**: خطا میں روزہ دار کو اپنا روزہ دار ہونا یاد ہوتا ہے اور فعل (پانی وغیرہ پینا) کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا، جبکہ نسیان اس کے برعکس ہے کہ وہاں روزہ دار کو اپنا روزہ دار ہونا یاد نہیں ہوتا۔ مگر فعل (پانی پینا وغیرہ) کا ارادہ ہوتا ہے۔

خطاً کا حکم : خطا (غلطی) مانع افطار نہیں ہے لہٰذا اگر کسی کے حلق میں روزہ یاد ہوتے ہوئے مفطرات میں سے کوئی چیز اتر گئی، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۵۔ نوم (نیند) : کسی سوتے ہوئے آدمی کے منہ میں پانی وغیرہ ڈال دیا جبکہ وہ روزہ دار تھا۔

نیند کا حکم : نیند افطار سے مانع نہیں ہوتی، لہٰذا نیند کی حالت میں اگر مفطرات میں سے کوئی چیز حلق میں اتر گئی تب بھی روزہ افطار ہو جائے گا۔ (کتاب "الأصل" لمحمد ۲/۲۴۴)

البتہ اس سے نیند کی حالت میں احتلام مستثنیٰ ہے، کیونکہ اس سے بچنا بہت مشکل ہے اس لئے فقہائے کرام نے اسے تیسرے نمبر "غلبہ" میں داخل کیا ہے۔

چنانچہ احتلام افطار سے مانع ہے۔ یعنی احتلام کی حالت میں روزہ افطار نہیں ہوتا۔

٦۔ اِغماء (بے ہوش ہو جانا) : یہ ایک قسم کا مرض ہوتا ہے جس سے انسان کے اعضاء معطل ہو جاتے ہیں اور کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں، مگر اس سے عقل ختم نہیں ہوتی، جبکہ جنون میں عقل ہی ختم ہو جاتی ہے۔

اِغماء کا حکم : اغماء (بے ہوش ہو جانا) کا حکم نیند کی طرح ہے، جس طرح سے نیند افطار سے مانع نہیں ہے اسی طرح اغماء (بے ہوشی) بھی افطار سے مانع نہیں ہے۔

لہٰذا اگر کسی بے ہوش روزہ دار شخص کے حلق میں پانی وغیرہ ڈالا گیا اور حلق میں اتر گیا تو اس سے اسکا روزہ افطار ہو جائیگا۔

۷۔ جنون (پاگل ہو جانا) : یہ ایسی حالت ہوتی ہے جس میں انسان کی عقل زائل ہو جاتی ہے، اگرچہ اعضاء اس کے اپنے کام سے معطل نہیں ہوتے۔

جنون کا حکم : جنون بھی افطار سے مانع نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی روزہ دار مجنون ہو گیا، اور اس کے حلق میں پانی یا دوا ڈالی گئی، تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۸۔ جہل (جہالت) : ان چیزوں سے جاہل ہونا، جو روزہ کی حالت میں کی جائیں تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مثال : کوئی شخص روزہ دار ہے اور اس نے ایک گھونٹ پانی پی لیا لیکن اسکو یہ معلوم نہیں ہے کہ روزہ کی حالت میں ایسا کرنا حرام ہے۔

جہل کا حکم : روزہ کو توڑنے والے احکام سے جہالت "دارالاسلام" میں کوئی عذر نہیں ہے، دارالاسلام میں ہوتے ہوئے احکام نہ سیکھنا اپنی کوتاہی ہے۔ لہٰذا دارالاسلام میں کوئی شخص جہالت میں روزہ توڑ دے، تو اسکی جہالت افطار سے مانع نہیں ہے، روزہ ٹوٹ جائے گا۔

البتہ دارالحرب میں جہالت عذر ہے لہٰذا کوئی شخص دارالحرب میں نیا مسلمان ہوا اور روزہ رکھا اور اسے مفطّرات (روزہ توڑنے والی اشیاء) کا علم نہیں تھا، اور اس نے جہالت کی وجہ سے روزہ توڑ دیا، تو اس کی جہالت افطار سے مانع ہے اور اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

خلاصۂ بحث : وہ عوارض جن کے متعلق حضراتِ فقہاء کرام یہ بحث کرتے ہیں، کہ یہ افطار سے مانع ہیں یا نہیں ہیں، آٹھ ہیں:

(۱) نسیان۔ (۲) غلَبہ۔ (۳) اِکراہ۔ (۴) خطا۔ (۵) نوم۔ (۶) اِغماء۔
(۷) جنون۔ (۸) جہل۔

حنفی فقہائے کرام کے ہاں ان میں تین عوارض مانع افطار ہیں جن کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا وہ یہ ہیں:

(۱) النسیان (بھول جانا)۔ (۲) غلَبہ (کسی چیز کا غالب آجانا)۔
(۳) دارالحرب میں احکام سے جہالت۔

البتہ نیند کی حالت میں احتلام بھی مانع افطار ہے۔ اور باقی تمام عوارض مانع افطار نہیں ہیں ان کے ہوتے ہوئے اگر مفطّرات (روزہ توڑنے والی چیزیں) میں سے کوئی چیز پائی گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔



مقدمہ ثانیہ (دوسری بحث) :

روزہ کے مفطّرات اور ان سے متعلق اصول وضوابط تحریر کرنے سے پہلے درجِ ذیل الفاظ کے معنی اور مطلب جاننا ضروری ہے تاکہ اصول سمجھنے میں دقّت نہ ہو۔

(۱) جَوف (۲) مَنفَذ (۳) مَسام

جَوف کی حقیقت :

جوف سے مراد انسانی جسم کے اندر موجود خلا ہیں۔ جیسے معدہ، حلق، آنتیں، پھیپڑے، مثانہ، دماغ، رحم وغیرہ۔

حضراتِ فقہائے کرام کے نزدیک روزہ کے افطار کے معاملہ میں ان میں سے چار جوف معتبر ہیں۔

(۱) معدہ۔ (۲) حلق۔ (۳) آنتیں۔ (۴) دماغ۔

ضروری وضاحت:

(ا) حلق کے حکم میں پھیپھڑے بھی داخل ہیں۔ سگریٹ وغیرہ کا دھواں حلق کے راستہ سے معدہ کی بجائے پھیپھڑوں میں جاتا ہے۔

(ب) اطبائے جدید کی تحقیق کے مطابق دماغ میں کوئی جوف نہیں۔ لہٰذا اس تحقیق کی روشنی میں حضرات فقہائے کرام نے جو دماغ کو جوف قرار دیا ہے اس سے مراد ناک کا وہ حصہ ہے جو نرم حصہ سے اوپر ہے۔ اور ناک کے نرم حصہ سے اوپر والے حصہ کا اندرونی رابطہ حلق کے ساتھ ہے۔

حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مرد کا مثانہ بھی شامل ہے، گویا کہ ان کے نزدیک پانچ جوف معتبر ہیں۔

جوف کے معتبر ہونے کا مطلب :

جوف کے معتبر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مفطّرات میں سے کوئی چیز انسانی جسم کے باہر سے کسی بھی معتبر جوف میں پہنچ گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔



مَنفَذ کی حقیقت :

مَنفَذ (نفوذ، گذرنے کی جگہ) سے مراد وہ راستہ ہے جس کے ذریعے سے مفطرات میں سے کوئی چیز جوف (معدہ، حلق، آنتیں، دماغ) تک پہنچ جائے۔

یہ مَنفَذ دو طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) قدرتی اور پیدائشی راستے جو اللہ تعالیٰ نے خلقۃً بنائے ہیں (جیسے منہ، ناک، کان، پاخانے کا مقام)۔

(۲) وہ راستے جو قدرتی اور پیدائشی نہیں ہیں، بعد میں کسی وجہ سے بن گئے ہیں (جیسے دماغ کا گہرا زخم، پیٹ کا زخم، جو معدہ تک پہنچتا ہو، پیٹ پر معدہ کے برابر سوراخ)۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک افطار کے معاملے میں ہر قسم کا مَنفَذ معتبر ہے۔ خواہ وہ خلقی اور پیدائشی ہو یا

پیدائشی نہ ہو۔

مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی راستے سے کوئی چیز جوف تک پہنچ گئی تو روزہ افطار ہو جائے گا۔

جبکہ حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک قدرتی مَنفذ کا تو اعتبار ہے لیکن غیر پیدائشی کا نہیں ہے۔

مطلب یہ کہ منہ وغیرہ کے راستے سے اگر کوئی چیز جوف تک پہنچی تو روزہ ٹوٹ جائیگا لیکن اگر زخم وغیرہ کے راستے سے جوف تک پہنچی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔



مسام کی حقیقت :

اللہ جلّ شانہٗ نے انسانی جلد میں بے شمار ایسے سوراخ پیدا کیے ہیں جو آنکھوں سے نظر نہیں آتے۔ مگر ان کے ذریعے جسم کے اندر سے پسینہ وغیرہ کا اخراج ہوتا ہے اور جسم پر کوئی چیز لگائی جائے جیسے تیل کریم اور کوئی دوا تو اس کا اثر اندر تک پہنچ جاتا ہے۔ ایسے غیر محسوس راستوں کو "مسام" کہتے ہیں۔

حضراتِ فقہائے کرام کے ہاں اگر کوئی چیز "مسامات" کے ذریعے جوف تک پہنچے تو اسکا کوئی اعتبار نہیں ہے اور اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مثال : یہی وجہ ہے کہ کسی قسم کا انجکشن (Injection) (خواہ وہ گوشت میں لگایا جائے یا شریان میں) اور ڈرپ (Drip) وغیرہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر چہ ان دوائیوں کا اثر جوف تک پہنچے کیونکہ اس صورت میں منفذ کا استعمال نہیں کیا گیا بلکہ مسامات کے ذریعے دوا جوف تک پہنچتی ہے۔



آنکھ کا حکم : آنکھ اگر چہ دیکھنے میں منفذ لگتا ہے مگر اس کا جوف سے اندرونی رابطہ اور راستہ اس قدر مخفی اور چھوٹا ہے کہ حضراتِ فقہاء نے اس کو مسامات میں شمار کیا ہے۔

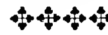
چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آنکھ میں سرمہ استعمال کرنے اور قطرے ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگر چہ سرمہ کا رنگ یا دوا کا ذائقہ حلق یا تھوک میں محسوس ہو۔



مفطّرات (روزہ توڑنے والی اشیاء) کون کون سی ہیں؟

ہر وہ چیز روزہ توڑ دیتی ہے جو باہر سے جوف (معدہ، حلق، پھیپھڑوں اور آنتوں) میں پہنچے، خواہ قدرتی

راستے (منہ، ناک) سے پہنچے یا مصنوعی اور غیر قدرتی راستے (پیٹ کا وہ زخم جو جوف میں کھلتا ہو) سے پہنچے، خواہ وہ پہنچنے والی چیز مائع اور بہنے والی (پانی، دودھ، سیال دوا) ہو یا بہنے والی نہ ہو بلکہ جامد (پھل، کھانا، ٹیبلیٹس (Teblets)، اور کیپسول وغیرہ) ہو خواہ وہ منہ میں رکھنے سے پگھل جاتی ہو (جیسے آئسکریم، ٹافی) یا منہ میں رکھنے سے وہ پگھلتی اور تحلیل نہ ہوتی ہو، جیسے روٹی، چاول وغیر) خواہ وہ چیز عموماً کھائی جاتی ہو (جیسے کھانا، پھل وغیرہ) یا عموماً نہ کھائی جاتی ہو (جیسے لوہے، یا پتھر، یا لکڑی کا ٹکڑا، کچے چاول اور کچا اناج وغیرہ) خواہ اس چیز کے کھانے سے بدن کو غذائیت یا دوا کی صورت میں فائدہ ہوتا ہو (جیسے عام کھانے کی چیزیں اور دوائیں، اور سگریٹ کے عادی کیلئے سگریٹ اور حقہ وغیرہ)۔ خواہ اس سے غذائیت اور دوا کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہو (جیسے پتھر، لکڑی یا لوہے کا ٹکڑا نگل جانا)۔



خوشبو وغیرہ کا حکم :

لیکن اس اصول سے ہوا (آکسیجن) مستثنیٰ ہے، ہوا سے کسی کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگرچہ یہ باہر سے داخل ہوتی ہے اور اس سے بدن کو غذائیت اور حیات حاصل ہوتی ہے۔

اس طرح ہوا کے حکم میں ہر وہ چیز داخل ہے جس کا کوئی خارجی جسم نہیں ہے اگرچہ اس سے بدن کو فائدہ اور غذائیت حاصل ہوتی ہو (جیسے خوشبو، سردیوں میں ہیٹر (Heater) یا آگ سے حرارت حاصل کرنا) اور گرمیوں میں ائیر کنڈیشنڈ وغیرہ سے ٹھنڈک حاصل کرنا۔ ہوا کی طرح ان چیزوں سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

ضابطہ اور اصول :

مذکورہ بالا تمام تفصیل کو ذہن میں رکھتے ہوئے سمجھئے! جس طرح روزہ ٹوٹنے کیلئے مفطرات میں سے کسی چیز کا جوف میں پہنچنا ضروری ہے۔ اسی طرح اس کا جوف میں پہنچ کر ٹھہر جانا اور غائب ہو جانا شرط ہے۔ صرف جوف میں پہنچ جانا ہی کافی نہیں ہے۔

مثال : کسی شخص نے گوشت کا ٹکڑا دھاگے سے باندھا اور پانی کے بغیر نگل گیا۔ اور پھر دھاگہ کھینچ لیا اور گوشت کا ٹکڑا باہر آ گیا اور گوشت کا کوئی ذرّہ بھی حلق میں نہیں ٹھہرا تو اسکا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

الحمد اللہ! اس اصول سے عصرِ حاضر کے بہت سارے مسائل حل ہو گئے:

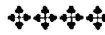
مثالیں ملاحظہ کیجئے:

مثال : عورت کے رحم (بچہ دانی) کی صفائی کیلئے لیڈی ڈاکٹر وغیرہ جو آلات استعمال کرتی ہیں، چونکہ

انہیں اندر داخل کرنے کے بعد نکال لیا جاتا ہے اور یہ چیز جوف میں پہنچ کر ہمیشہ کیلئے ٹھہر نہیں جاتی لہٰذا اس سے روزہ افطار نہیں ہوگا۔

مثال : انسانی بدن کے اندرونی معائنہ کیلئے جو مختلف آلات مثلاً برانکواسکوپ، گیسٹر واسکوپ، پیشاب کی نالی، معدہ صاف کرنے کی نالی (*Ryles Tube*) وغیرہ داخل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

تنبیہ : خالی ان خشک آلات کے جوف میں داخل کرنے سے مذکورہ اصول کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لیکن اگر ان آلات کیساتھ کوئی دوا استعمال کی گئی جیسا کہ عموماً ویزلین یا چکناہٹ وغیرہ استعمال کی جاتی ہیں تو ویزلین یا چکناہٹ کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔



ضابطہ اور اصول :

اصول یہ ہے کہ:

"الافِطَارُ مِمَّادَخَلَ، لَامِمَّاخَرَجَ"

روزہ ہر اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو بدن میں داخل ہوتی ہے، اس چیز سے نہیں ٹوٹتا جو بدن سے خارج ہوتی ہے۔

مثال : کسی نے گندا خون نکلوانے کیلئے پچھنے لگوائے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مثال : کسی کو خون کی بوتل دی، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مثال : بے اختیار قے ہوگئی، خواہ تھوڑی ہو یا منہ بھر کر اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مثال : غیر اختیاری طور پر، یا کسی عورت کو دیکھتے ہی انزال ہوگیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

چونکہ یہ تمام اشیاء بدن سے نکلنے والی ہیں لہٰذا ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔



ضابطہ اور اصول :

ہر ایسی چیز یا ہر ایسا فعل جو براہِ راست خود تو مفطرات میں سے نہیں ہے، لیکن وہ روزہ توڑنے کا سبب اور ذریعہ بن سکتا ہے، اسے بھی حضراتِ فقہاء کرامؒ نے مکروہ لکھا ہے۔

مثال : عورت کا کھانا چکھنا مکروہ ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کھانا چکھتے ہوئے کھانے کا کوئی ذرہ حلق میں اتر جائے اور روزہ ٹوٹ جائے۔

مثال : لیکن اگر کسی عورت کا شوہر غصیلی طبعیت کا ہو، کھانے میں نمک مرچ زیادہ ہونے پر آپے سے باہر ہوجاتا ہوتو ایسی عورت کیلئے زبان پر رکھ کر کھانا چکھ لینا مکروہ بھی نہیں ہے۔کھانا چکھ کر فوراً تھوک دے۔

مثال : روزہ دار کا اپنے منہ سے روٹی یا گوشت وغیرہ کا ٹکڑا چبا کر بچے کو کھلانا مکروہ ہے، کیونکہ کھانے کے کسی ذرّے کا حلق میں اتر جانے کا اندیشہ ہے۔

البتہ اگر مجبوری ہو اور بچہ بھوک کی وجہ سے بلک رہا ہو اور دودھ وغیرہ نہ ہو تو چبانا مکروہ نہیں ہے۔

مثال : روزے کی حالت میں اپنی بیوی کو بوسہ دینا مکروہ ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ بوسہ دینے کی وجہ سے شہوت سے مغلوب ہوکر جماع کر بیٹھے اور روزہ ٹوٹ جائے۔

مثال : روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ یا منجن کرنا بھی مکروہ ہے کیونکہ پیسٹ یا منجن کے کسی ذرّے کا حلق میں اتر جانے کا اندیشہ ہے۔

مثال : روزہ کی حالت میں نسوار رکھنا مکروہ ہے، کیونکہ نسوار کے کسی ذرّے کا حلق میں پہنچ جانے کا اندیشہ ہے۔

الغرض ہر وہ چیز جو روزہ توڑنے کا سبب بن سکتی ہے مکروہِ تنزیہی ہے۔



تمام اصول وضوابط کا لبّ لباب :

ہوا یا خوشبو وغیرہ کے علاوہ ہر وہ چیز جو معدہ، حلق، یا آنتوں تک پہنچ جائے یا ایسی جگہ پہنچ جائے جو معدہ یا حلق، یا آنتوں کا راستہ ہو، اور "مَنفَذ" کے راستے سے پہنچے خواہ منفذ خلقی ہو یا غیر خلقی (مسام اور آنکھ کے علاوہ) اور وہ چیز جوف میں پہنچ کر ٹھہر جائے اور غائب ہوجائے اور افطار سے رکاوٹ بننے والی کوئی چیز (نسیان، غلبہ، اور دار الحرب میں نومسلم کا احکام سے جاہل ہونا) نہ پائی جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔



روزہ کی قضاء اور کفّارے کا بیان

روزہ افطار ہو جانے کی بعض صورتیں وہ ہیں جن میں صرف روزہ قضاء کرنا ضروری ہے اور بعض صورتیں وہ ہیں جن میں قضاء کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی لازم ہوتا ہے (جن کا بیان آگے آرہا ہے)

روزہ توڑنے کا جرم اگر کامل درجے کا ہو تو قضاء کیساتھ ساتھ کفارہ بھی لازم ہوتا ہے اور روزہ توڑنے کا جرم اگر کامل درجے کا نہ ہو تو صرف قضاء لازم ہوتی ہے کفارہ نہیں آتا۔

ذیل میں ان تمام صورتوں کو نمبروار تقابلی انداز میں بیان کیا جاتا ہے تاکہ طلبہ گرامی قدر سہولت سے ذہن نشین کرسکیں:

(ا) اگر روزہ دار ایسی غذا کھالے جسکی طرف طبعیت کا میلان ہوتا ہے جو عموماً کھائی جاتی ہے اور اس کے کھانے سے پیٹ کی اشتہاء (کھانے کی چاہت) ختم ہو جاتی ہے تو روزے کی قضاء واجب ہوتی ہے اور کفارہ بھی۔

مثال: ہر قسم کے کھانے (چاول، روٹی، بریانی، نہاری، کباب وغیرہ) اور مشروبات پھل اور میوہ جات وغیرہ۔

مثال: گندم کے دانے منہ میں رکھ کر چبائے اور انکا گودا نگل گیا۔

مثال: گندم کا دانہ بغیر چبائے سالم نگل گیا۔

مثال: تِل وغیرہ نگل گیا۔

مثال: تھوڑا سا نمک کھالیا۔

مثال: مٹی کھانا جبکہ مٹی کھانے کی عادت ہو۔

مثال: سگریٹ یا حقہ وغیرہ پینا جبکہ اس کی عادت ہو یا کسی فائدہ کی غرض سے پئیں۔

لیکن! اگر ایسی چیز کھالے جس کی طرف طبعیت کا میلان نہیں ہوتا اور انہیں عموماً کھایا نہیں جاتا اور نہ ہی ان کے کھانے سے پیٹ کی اشتہا ختم ہوتی ہے تو ان چیزوں کے کھانے سے صرف قضاء لازم آتی ہے کفارہ نہیں۔

مثال: ایک ہی دفعہ میں بہت سارا نمک۔

مثال: روئی۔

مثال: کاغذ، گھٹلی، مٹی، (جبکہ اس کے کھانے کی عادت نہ ہو) لوہے کا ٹکڑا اور کنکری وغیرہ۔



(۲) کھانے پینے کی تمام چیزیں مروجہ طریقے کے مطابق کھائی جائیں تو قضاء کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی لازم ہوتا ہے۔

مثال: چاول پکا کر کھانا۔

مثال: بادام کا چھلکا اتار کر کھانا۔

مثال: آٹا گوندھ کر روٹی پکا کر کھانا۔

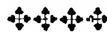
لیکن! اگر یہ اشیاء عام مروجہ طریقے کے خلاف استعمال کی جائیں تو صرف قضاء واجب ہوتی ہے کفارہ نہیں۔

مثال: کچا چاول کھانا۔

مثال: خشک آٹا کھانا۔

مثال: گوندھا ہوا آٹا روٹی پکائے بغیر کھانا۔

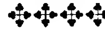
مثال: بادام چھلکے سمیت نگل جانا۔



(۳) کھانے پینے کی مندرجہ بالا اشیاء میں سے کوئی چیز (جن کی طرف طبعیت مائل ہوتی ہو، جن کے کھانے سے پیٹ کی اشتہاء ختم ہوتی ہو، جن کو عام مروجہ انداز سے استعمال کیا گیا ہو) اگر منفذ میں سے صرف منہ کے راستے جوف (معدہ) تک پہنچے تو قضاء کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی لازم ہوتا ہے۔

لیکن! اگر یہی اشیاء (مندرجہ بالا تمام شرائط کے ساتھ) منفذ میں سے منہ کے بجائے ناک یا کسی اور منفذ کے راستے جوف معدہ تک پہنچے تو صرف قضاء واجب ہوتی ہے کفارہ نہیں۔

مثال : ناک میں دوا کے قطرے ٹپکائے تو صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔



(۴) کوئی چیز مندرجہ بالا تمام شرائط کے ساتھ منافذ (راستے) میں سے منہ کے راستے سے صرف جوف (معدہ، حلق، آنتوں) میں پہنچے تو قضاء کیساتھ ساتھ کفارہ لازم آتا ہے۔

لیکن! اگر کسی بھی راستے سے جوف معتبر کے علاوہ کسی دوسرے جوف میں پہنچے تو صرف قضاء لازم آتی ہے کفارہ نہیں۔

مثال :(۱) لیڈی ڈاکٹر نے عورت کی شرمگاہ کے راستے سے اس کے رحم میں کوئی دوائی لگائی تو صرف قضاء واجب ہے کفارہ نہیں۔

(۲) پیٹ کے زخم میں دوا ڈالی جسے وہ جوف (معدہ) تک پہنچ گئی۔



(۵) روزہ دار کسی قسم کے کھانے والی دوا بغیر عذر شرعی استعمال کرے تو قضاء کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہے۔

لیکن! اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے کوئی دوا استعمال کرلی تو صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔ اسی طرح عذر شرعی کی وجہ سے کچھ کھا پی لے تو بھی قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔

مثال : (۱) کسی شخص نے روزہ رکھا اور پھر سفر شروع کر دیا اور اس وجہ سے روزہ توڑ دیا۔ تو قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔

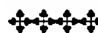
(۲) بیماری کی وجہ سے روزہ توڑ دیا تو قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔

(۳) عورت نے اپنے حمل کی حفاظت کی خاطر روزہ توڑ دیا تو قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔

(۴) ماں کی چھاتی خشک تھی، چنانچہ بچے کو دودھ پلانے کیلئے کچھ کھا پی لیا تو قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔

(۵) روزے کے دوران حیض ونفاس شروع ہوگیا، تو صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔

(۶) روزے کی حالت میں بے ہوش ہوگیا یا جنون لاحق ہوگیا تو روزہ فاسد ہوجاتا ہے، قضاء لازم ہوتی ہے کفارہ نہیں۔



(٦) وہ روزہ جس کے ٹوٹنے سے کفارہ لازم آتا ہے اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ رمضان المبارک کا ادا روزہ ہو۔

لیکن! اگر وہ سرے سے رمضان المبارک کا روزہ ہی نہ ہو کوئی اور روزہ ہو، یا رمضان المبارک کا قضاء روزہ ہو تو اس صورت میں کفارہ لازم نہیں آتا، صرف اس روزے کی قضاء واجب ہے۔



(٧) وہ تمام اشیاء جن کے کھانے سے کفارہ لازم آتا ہے اس کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ عمداً (جان بوجھ کر) کھائے۔ اگر بھول کر کھالے تو روزہ بھی نہیں ٹوٹتا اور کفارہ بھی لازم نہیں آتا۔



(٨) وہ تمام اشیاء جن کے کھانے سے کفارہ لازم آتا ہے اس کیلئے شرط یہ ہے کہ ان کے کھانے میں خطأ (غلطی) واقع نہ ہوئی ہو۔

لیکن! اگر اس نے وہ چیز غلطی سے (خطأ) استعمال کر لی، تو روزہ ٹوٹ جائے گا صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔

مثال :

(١) غرغرہ کرتے ہوئے پانی حلق میں اتر جائے تو صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔

(٢) کسی آدمی کا گمان یہ ہو کہ ابھی سحری کا وقت باقی ہو اور وہ کھانا کھاتا پیتا رہے جبکہ حقیقت میں سحری کا وقت ختم ہو چکا تھا، تو صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔

(٣) کوئی آدمی غلطی سے یہ سمجھتے ہوئے افطار کر لے کہ سورج غروب ہو گیا ہے جبکہ سورج ابھی غروب نہ ہوا ہو تو صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔



(٩) کھانے پینے پر اسے اکراہ نہ کیا گیا ہو یعنی دھمکی کے ذریعے نہ کھلایا گیا ہو تو اس پر قضاء کیساتھ ساتھ کفارہ بھی لازم ہے۔

لیکن! اگر اکراہ کے ذریعے کھانے پینے پر مجبور کیا گیا تو اس پر قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔



(۱۰) وہ چیزیں جن کے کھانے سے کفارہ لازم آتا ہے، اس میں وہ مضطرّ نہ ہو (مضطرّ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر نہیں کھائے پئے گا تو جان جانے کا خوف ہو)

لیکن! اگر وہ کھانے پینے میں مضطرّ (مجبور ولاچار) ہو گیا تو اس صورت میں قضاء لازم ہے، کفارہ نہیں۔



روزہ کی حالت میں کون سی باتیں مکروہ ہیں؟

روزہ دار کیلئے مندرجہ ذیل کام کرنا مکروہ ہیں اسے چاہئے کہ وہ ان تمام افعال سے اجتناب کرے تاکہ اس کے روزے میں کوئی نقص واقع نہ ہو:

(۱) کسی چیز کا چبانا یا چکھنا۔

(۲) تھوک کو منہ میں جمع کرنا اور پھر اسے نگل جانا۔

(۳) ہر ایسا کام کرنا جس سے جسمانی ضعف لاحق ہو سکتا ہے (جیسے پچھنے لگوانا یا خون دینا)۔



روزہ کی حالت میں کون سی باتیں مکروہ نہیں ہیں؟

روزہ کی حالت میں درجِ ذیل امور مکروہ نہیں ہیں:

(۱) داڑھی یا مونچھوں کو تیل (ویزلین آئل) لگانا۔

(۲) سرمہ لگانا۔

(۳) ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے غسل کرنا۔

(۴) ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے پانی سے تر کیا ہوا کپڑا لپیٹنا۔

(۵) وضو کے علاوہ کلّی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔

(۶) دن کے آخری حصّے میں مسواک کرنا۔ روزہ کی حالت میں جس طرح شروع میں مسواک کرنا سنّت ہے، اسی طرح دن کے آخری حصّے میں بھی سنت ہے۔ خواہ مسواک کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔ اور اسکا ذائقہ منہ میں باقی رہتا ہو۔



روزہ کی حالت میں کون سی باتیں مستحب ہیں؟

روزہ کی حالت میں مندرجہ ذیل باتیں مستحب ہیں:

(۱) سحری کھانا۔

(۲) سحری کو مؤخر کرنا۔ مناسب یہ ہے کہ طلوعِ فجر سے چند منٹ پہلے کھانا پینا چھوڑ دے تا کہ روزے میں کسی قسم کا شک واقع نہ ہو۔

(۳) غروبِ آفتاب کے بعد افطار میں جلدی کرنا۔

(۴) اگر جنابت لاحق ہو تو فجر کا وقت شروع ہونے سے پہلے پہلے غسل کر لینا۔ تا کہ روزہ کی عبادت ایسی حالت میں شروع ہو کہ یہ مکمّل طہارت کے ساتھ ہو۔

(۵) جھوٹ، غیبت، چغل خوری، گالم گلوچ سے اپنی زبان کی حفاظت کرے۔

(۶) رمضان المبارک کی ان مبارک ساعات کو غنیمت سمجھے اور زیادہ سے زیادہ وقت ذکر و تلاوت میں مشغول رہے۔

(۷) معمولی معمولی باتوں پر غضبناک نہ ہو۔

(۸) اپنے نفس کو شہوات ولذّات سے باز رکھے اگر چہ وہ لذّات حلال ہی کیوں نہ ہوں۔



روزہ چھوڑ دینا کب جائز ہے؟

اسلام ایسا دین ہے جو انسانی فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسان کو انہی احکام کا مکلّف بنایا ہے جن کا بجالانا اسکی قدرت اور طاقت سے باہر نہیں ہے۔ جہاں بھی مشقت اور ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ ہے وہاں احکام میں بڑی سہولت پیدا فرمادی ہے۔

درجِ ذیل صورتوں میں ایک مسلمان کو شریعت نے اجازت دی ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دے:

(۱) کسی بیمار آدمی کے بارے میں ماہر اور دیندار ڈاکٹر یہ کہہ دے کہ روزے کی وجہ سے اسے نقصان ہوسکتا ہے یا اسکی بیماری بڑھ سکتی ہے یا دیر سے اچھا ہوگا اور بیماری کی مدّت بڑھ سکتی ہے۔

(۲) ایسا شخص جو سفرِ شرعی (تقریباً 77 کلومیٹر) کا ارادہ رکھتا ہے۔

(۳) ایسا شخص جس کو اتنی سخت بھوک یا پیاس لگی کہ اس کا غالب گمان ہو کہ اگر اس نے روزہ افطار نہ کیا تو

اس کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۴) ایسی حالت کو شریعت میں "اضطرار" اور اس شخص کو "مضطرّ" کہتے ہیں۔

(۵) ایسی حاملہ عورت کہ روزے کی وجہ سے خود اسے یا اسکے حمل کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

(۶) حیض ونفاس والی عورت۔ بلکہ انہیں روزہ چھوڑنا واجب ہے۔

(۷) ایسا بوڑھا آدمی جو عمر کے ایسے حصّے میں پہنچ چکا ہو کہ اس میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو۔ ایسے بوڑھے کو فقہ کی زبان میں "شیخ فانی" کہتے ہیں۔ اس شخص پر روزوں کی قضاء بھی نہیں ہے بلکہ فدیہ ادا کرنا واجب ہے۔

(۸) کسی نے نفلی روزہ رکھا ہو تو اسے بغیر کسی عذر کے توڑ دینا جائز ہے، لیکن کسی دوسرے دن اسکی قضاء واجب ہے۔

(۹) ایسا مجاہد جو دشمنوں سے برسرِ پیکار ہو۔

- اگر کسی شخص کے ذمہ روزوں کی قضاء ہو تو جس قدر جلدی ہو قضاء کر لینا مستحب ہے۔ اگرچہ قضاء کو مؤخر کر دینا بھی جائز ہے۔

- اور قضاء روزے لگاتار رکھنا بھی جائز ہے اور متفرّق رکھنا بھی۔



کفّارہ کا بیان :

وہ صورتیں جن میں قضاء کیساتھ کفّارہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے وہ کفّارہ یہ ہے۔

(۱) کسی بھی غلام کو آزاد کرنا، خواہ وہ غلام مسلمان ہو یا نہ ہو۔

(۲) اگر غلام آزاد نہ کر سکتا ہو تو پھر دو مہینے اس طرح لگاتار روزے رکھے کہ درمیان میں عید کے دن آئیں نہ ایامِ تشریق (وہ ایام جن میں روزہ حرام ہے)۔

(۳) اگر روزے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلا دے۔

خوب یاد رہے کہ کھانا کھلانے کا نمبر اس وقت ہے جب روزہ کی طاقت بالکل نہ ہو اور اس بات کا فیصلہ کوئی ماہر دیندار ڈاکٹر کر سکتا ہے یا اپنا پہلے سے تجربہ ہو۔ محض سمجھ لینا کہ مجھ میں روزہ رکھنے کی طاقت کہاں ہے جیسا کہ عوام کرتے ہیں، یہ درست نہیں ہے۔

(۴) ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن تک صبح وشام کا کھانا کھلانا بھی جائز ہے۔

(۵) اگر کھانا کھلانا نہ چاہے تو ساٹھ مسکینوں کو صدقۃ الفطر کی مقدار (پونے دو سیر گندم، یا اسکا آٹا) دینا بھی جائز ہے۔

(٦) اسی طرح صدقۃ الفطر کی مقدار نقد رقم یا اتنی نقد رقم سے دیگر اشیاء (کپڑے، جوتے وغیرہ) خرید کر دینا بھی جائز ہے۔

(۵) یاد رہے کہ روزے رکھنے کی صورت میں لگاتار ہونا ضروری ہے۔ لیکن مسکینوں کو کھانا کھلانے کی صورت میں لگاتار ہونا ضروری نہیں ہے۔



عملی مشق

سوال نمبر ا

ذیل میں چند اصطلاحات کی تعریفات ذکر کی گئی ہیں۔ اور کالم نمبر ۲ میں متعلقہ اصطلاح کا نام لکھا گیا ہے۔ اگر یہ نام غلط ہے تو کالم نمبر ۳ میں اس کا صحیح نام قلمبند فرمائیں اور کالم نمبر ۴ میں اس فعل کے ارتکاب سے روزے کا جو حکم ہے وہ لکھیں:

تعریفات	اصطلاحی نام	صحیح نام	روزہ کا حکم
(ا) کسی چیز کا ایسے طور پر ہونا کہ اس سے بچنا مشکل اور غیر اختیاری ہو۔	جنون		
(۲) ایسی حالت میں جس کے طاری ہونے سے اعضاء انسانی معطل ہو کر رہ جائیں۔ اور کام چھوڑ دیں، مگر عقل ختم نہ ہو۔	جہل		

(۳) روزہ یاد ہوتے ہوئے بغیر ارادے کے ایسا کام ہو جانا جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔	غلبہ		
(۴) کسی شخص کو جان سے مار ڈالنے کی دھمکی سے کام پر مجبور کرنا۔	خطا		
(۵) روزہ یاد نہ ہوتے ہوئے جان بوجھ کر ایسا کام کرنا جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔	اکراہ		
(۶) ایسی حالت طاری ہونا جس سے عقل ختم ہو جائے مگر اعضاء جسمانی اپنا کام نہ چھوڑیں۔	نسیان		
(۷) روزہ کو توڑنے والی اشیاء سے ناواقف ہونا۔	اغماء		

سوال نمبر۲

خالی جگہیں پُر کریں:

(ا) انسانی جلد میں موجود وہ بے شمار سوراخ جو آنکھوں سے نظر نہیں آتے..........کہلاتے ہیں۔

(ب) انسانی بدن کے اندر پائے جانے والے خلا.........کہلاتے ہیں۔

(ج) وہ راستہ جس کے ذریعہ کوئی چیز بدن میں موجود جوف میں پہنچے.........کہلاتی ہے۔

سوال نمبر۳

اعضاء انسانی کی مندرجہ ذیل فہرست پڑھ کر مناسب کالم میں درج کریں:

{معدہ، ناک، کان، آنکھ، حلق، پاخانے کا مقام، دماغ، ران، پیٹ کا گہرا زخم، بازو، شریانیں، آنتیں، رحم، مثانہ، دماغ کا گہرا زخم}

جوف معتبر (روزہ توڑنے میں)	جوف غیر معتبر (روزہ توڑنے میں)	منفذ خلقی	منفذ غیر خلقی	مسام

سوال نمبر۴

ذکر کردہ اصول کو اچھی طرح ذہن نشین کر کے خالی جگہوں میں اس طرح مثالیں ذکر کریں کہ مسئلہ خوب واضح ہو جائے:

ہر وہ چیز جو باہر سے جوف (مثلاً..............، ....، ....) میں پہنچے خواہ قدرتی راستے (مثلاً........ ....) سے پہنچے یا مصنوعی اور غیر قدرتی راستے (مثلاً..............) سے پہنچے خواہ وہ پہنچنے والی چیز مائع اور بہنے والی (مثلاً..............، ....) یا جامد (مثلاً..............) ہو۔ خواہ وہ منہ میں رکھنے سے پگھلتی اور تحلیل نہ ہوتی ہو (جیسے..............) یا منہ میں رکھنے سے پگھل جاتی ہو (جیسے..............) خواہ وہ چیز عموماً کھائی جاتی ہو (جیسے ....) یا عموماً نہ کھائی جاتی ہو (جیسے..............) خواہ اس کے کھانے سے بدن کو غذائیت اور صحت کا فائدہ ہوتا ہو (جیسے..............، ....) یا غذائیت اور صحت کا فائدہ نہ ہوتا ہو (جیسے .... ، ....) اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر اس اصول سے ہر وہ چیز مستثنیٰ ہے جس کا خارج میں کوئی وجود یا جسم نہیں ہوتا۔ مگر بدن کو غذائیت اور فائدہ ہوتا ہے۔ (جیسے..............وغیرہ..............)۔

سوال نمبر۵

ذیل میں ذکر کردہ مسائل کو خوب یاد کرلیں اور زبانی پوچھنے پر بتلائیں کہ اس صورت میں روزہ کیوں نہیں ٹوٹتا۔

(۱) لیڈی ڈاکٹر کا رحم کی صفائی کے لئے ویزلین یا کوئی چکناہٹ لگائے بغیر آلات کا اندر داخل کرنا۔

(۲) انسانی بدن کے اندرونی معاینہ کے لئے برانکواسکوپ یا گیسٹر واسکوپ استعمال کرنا۔

(۳) کسی کو عطیہ کے طور پر خون کی بوتل دینا۔

(۴) بے اختیار منہ بھر کر قے آجانا۔

(۵) گوشت میں انجکشن لگانا۔

(۶) ڈرپ لگانا۔

(۷) آنکھ میں دوا کے قطرے ٹپکانا۔

(۸) خوشبو سونگھنا۔

(۹) دماغ کے گہرے زخم میں دوا ڈالنا۔

(۱۰) کان میں پانی تیل یا دوا ٹپکانا۔

سوال نمبر ۶

نمونہ کی مثال دیکھ کر مزید ایسی پانچ مثالیں ذکر کریں جن میں روزہ تو نہیں ٹوٹتا، مگر روزہ ٹوٹنے کا خطرہ ہونے کی وجہ سے ایسا کام کرنا مکروہ ہے۔

مثلاً عورت کا کھانا چکھنا، کیونکہ کھانے کے کسی ذرے کا حلق میں اتر جانے کا اندیشہ ہے۔

(۱) ....

(۲) ....

(۳) ....

(۴) ....

(۵) ....

سوال نمبر ۷

صحیح اور غلط جملوں کی نشاندھی کیجیے: صحیح/غلط

(۱) روزہ توڑنے کا جرم اگر کامل درجہ کا ہو تو قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوتا ہے۔ ☐ ☐

(۲) عادی شخص پر مٹی کھانے سے صرف قضا لازم آتی ہے کفارہ نہیں۔ ☐ ☐

(۳) عام مروجہ طریقے کے خلاف کوئی شخص چھلکا اتارے بغیر اخروٹ نگل جائے تو قضا کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی واجب ہوتا ہے۔ ☐ ☐

(۴) کھانے پینے کی اشیاء مروجہ طریقے کے مطابق اگر منہ کے راستے سے جوف میں پہنچیں تو قضا لازم آتی ہے کفارہ نہیں۔ ☐ ☐

(۵) لیڈی ڈاکٹر کے رحم میں دوائی لگانے سے صرف قضا لازم آتی ہے کفارہ نہیں۔ ☐ ☐

(۶) کوئی بھی دوا یا غذا خواہ کسی شرعی عذر سے استعمال کی جائے تو قضا وکفارہ دونوں لازم آتے ہیں۔ ☐ ☐

(۷) نذر کا واجب روزہ جان بوجھ کر توڑنے سے قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔ ☐ ☐

(۸) روزہ توڑنے والی اشیاء میں سے کوئی چیز اکراہ کے طور پر زبردستی کسی کو کھلا دی جائے تو صرف قضا واجب ہوتی ہے کفارہ نہیں۔ ☐ ☐

(۹) ماہر، دیندار ڈاکٹر کے بقول اگر روزے سے بیماری کا خطرہ ہو تو روزہ چھوڑ دینا جائز ہے۔ ☐ ☐

(۱۰) کفارہ میں روزے کی طاقت ہوتے ہوئے مساکین کو کھانا کھلایا جاسکتا ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر ۸

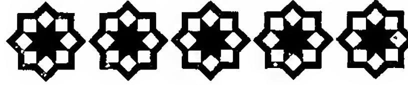
پہلے کتاب میں ذکر کردہ اصول تازہ کر لیجئے۔ پھر ان اصول کی روشنی میں نیچے دیئے گئے جدول کو پُر کیجئے۔ نمونے کی مثال دیکھئے:

صورت مسئلہ	قضا	کفارہ
(۱) مسافر آدمی کا جان بوجھ کر روزہ توڑ دینا۔		
(۲) جان بوجھ کر تھوڑا سا نمک چکھ لینا۔		

(۳) عادی شخص کا سگریٹ یا حقہ پی لینا۔		
(۴) خشک آٹا پھانک لینا۔		
(۵) بادام چھلکا اتار کر کھا لینا۔		
(۶) جان بوجھ کر دوا کے قطرے ناک میں ٹپکانا۔		
(۷) کان میں دوا یا تیل ڈالنا۔		
(۸) حمل کی حفاظت کے لئے بھول کر کھا پی لینا۔		
(۹) روزے کی حالت میں حیض ونفاس آجانا۔		
(۱۰) روزہ کی حالت میں احتلام ہو جانا۔		
(۱۱) غلطی سے غرغرہ کرتے ہوئے پانی حلق میں اتر جانا۔		
(۱۲) پیٹ میں درد کی وجہ سے گولی کھا لینا۔		
(۱۳) بغیر شرعی عذر کے جان بوجھ کر مروجہ طریقے کے مطابق چاول پکانا اور بھول کر کھا جانا۔		
(۱۴) جان بوجھ کر پیسٹ کرنا اور اس کے ذرات حلق میں اتر جانا۔		
(۱۵) فجر کے طلوع ہونے سے پہلے جان بوجھ کر دودھ پی لینا۔		
(۱۶) زبردستی کسی کو دوا پلا دینا۔		
(۱۷) جان بوجھ کر اپنی مرضی سے کھانسی کا شربت پی لینا۔		

(۱۸) بھوک کی شدت سے جان جانے کا خطرہ تھا کہ روٹی کھالی۔		
(۱۹) جان بوجھ کر رمضان کا روزہ چھوڑ دینا۔		
(۲۰) بھول کر نفلی یا واجب روزہ چھوڑ دینا۔		





رؤیت ہلال کے احکام

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"صُومُوا لِرُؤيَتِه، وَافْطِرُوا لِرُؤيَتِه، فَإنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلاثِيْنَ يَوْمًا" (رواہ البخاری)

ترجمہ: تم چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند کو دیکھ کر ہی روزہ چھوڑ دو، لیکن تم پر چاند کا معاملہ پوشیدہ رہے تو شعبان کے تیس دن پورے کرلو۔



رمضان المبارک کا آغاز :

رمضان المبارک کا مہینہ دو صورتوں میں شروع ہوتا ہے:

(۱) رمضان کا چاند نظر آجائے۔

(۲) چاند نظر نہ آنے کی صورت میں شعبان کے تیس (۳۰) دن پورے ہوجائیں۔

چاند کا ثبوت :

چاند کے ثبوت کے مسائل سمجھنے کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ چاند یا:

(۱) تو رمضان المبارک کا ہوگا۔

(۲) عید الفطر کا ہوگا۔

......ادھر آسمان کی دو حالتیں ہوتی ہیں:

(۱) مَطلع (آسمان کا وہ حصہ جہاں چاند طلوع ہوتا ہے) بالکل صاف ہو۔

(۲) مَطلع اَبر آلود ہو، کہ اس پر بادل، غبار یا دھواں چھایا ہوا ہو۔

پھر چاند کے بارے میں گواہی دینے والے لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) اکیلا آدمی گواہی دے۔

(۲) نصابِ شہادت پورا ہو یعنی دو آدمی یا ایک آدمی اور دو عورتیں گواہی دیں۔

(۳) مجمع عظیم ہو، یعنی اتنا بڑا مجمع گواہی دے کہ عقل فیصلہ کرے کہ سارے لوگ جھوٹ نہیں بول سکتے، اتنے لوگ ہوں کہ چاند ہونے کا غالب گمان ہو۔



لیجئے! اب تفصیل ملاحظہ فرمایئے:

◉ اگر چاند رمضان المبارک کا ہے اور مَطلع بالکل صاف ہو تو چاند کے ثبوت کیلئے ایک آدمی کی گواہی کافی نہیں ہے، نصابِ شہادت (دو مرد یا ایک مرد + دو عورتیں) بھی کافی نہیں بلکہ چاند کے ثبوت کیلئے جمع عظیم ضروری ہے۔

اس لئے کہ جب آسمان بالکل صاف ہے تو ایک دو آدمیوں کے دیکھنے کا کیا مطلب؟ کیونکہ عین ممکن ہے کہ کسی جہاز کو چاند سمجھ بیٹھے ہوں۔ لہٰذا لوگوں کی بڑی تعداد کا ہونا ضروری ہے۔

◉ اگر چاند رمضان المبارک کا ہے اور مطلع صاف نہیں ہے، بلکہ ابر آلود ہے تو ایک آدمی کی گواہی سے بھی چاند ثابت ہو جائیگا۔

اس لئے کہ عین ممکن ہو کہ اس کے سامنے بادل پھٹے ہوں اور وہاں اسے چاند نظر آ گیا ہو۔ اور جب دوسروں کی نظر پڑی ہو تو وہاں بادل مل گئے ہوں۔

اس صورت میں جب ایک کی گواہی معتبر ہے تو پھر نصاب شہادت اور مجمع عظیم کی کیوں قبول نہ ہوگی۔

◉ اور اگر عید کا چاند ہے اور مطلع بالکل صاف ہے تو رمضان کے چاند کی طرح یہاں بھی لوگوں کی بڑی تعداد کی گواہی ضروری ہے۔ اکیلے آدمی یا نصابِ شہادت کی گواہی معتبر نہیں ہے۔

اور اگر عید کا چاند ہے اور مطلع ابر آلود ہے تو اکیلے آدمی کی گواہی بھی معتبر نہیں ہے اگرچہ رمضان کے چاند میں معتبر تھی۔ کیونکہ وہاں مسئلہ روزہ شروع کرنے کا ہے جو اتنا زیادہ بھاری معاملہ نہیں ہے جبکہ یہاں فرض روزہ چھوڑنے کا معاملہ ہے جو زیادہ سنگین ہے۔ لہٰذا شریعت نے یہاں زیادہ احتیاط برتی ہے۔

اگر چاند دیکھنے والے دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ہوں، یعنی نصابِ شہادت پورا ہو۔ یا چاند دیکھنے والا عظیم مجمع ہو تو پھر عید کے چاند کی گواہی معتبر ہوگی۔

◉ جس آدمی نے بذات خود رمضان کا چاند دیکھا لیکن حاکم کی طرف سے اس کی رؤیت پر چاند کا فیصلہ نہیں ہوا، تب بھی اسے روزہ رکھنا ضروری ہے۔

◉ جس اکیلے آدمی نے عید کا چاند دیکھا لیکن اس کی گواہی تسلیم نہیں کی گئی۔ تو اسے اکیلے عید کرنے کی اجازت نہیں بلکہ روزہ رکھنا ضروری ہے۔



روزے میں نیّت کا حکم:

جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ روزے کے صحیح ہونے کیلئے نیّت ہونا شرط ہے۔ اور نیّت سے مراد یہ ہے کہ دل میں یہ ارادہ ہو کہ میں روزہ رکھتا ہوں لیکن زبان سے نیّت کے الفاظ کہنا کوئی ضروری نہیں ہے۔

زبان سے نیّت کے الفاظ کہنے کو حضراتِ فقہاء کرامؒ نے اس لئے پسند فرمایا ہے کہ اس کے ذریعے دل کی نیّت مستحضر ہو جاتی ہے اور دل بھی متوجہ ہو جاتا ہے۔

روزے میں نیّت کا وقت :

(۱) درج ذیل روزوں میں رات ہی کو نیّت کرنا ضروری ہے۔ اور رات سے مراد یہ ہے کہ طلوعِ فجر سے پہلے پہلے نیّت کرلے، کیونکہ فجر طلوع ہونے سے رات ختم ہو جاتی ہے اور دن شروع ہو جاتا ہے۔

(ا) رمضان المبارک کے قضاء روزوں کی صورت میں۔

(ب) کسی قسم کے کفّارے کے روزے رکھنا چاہتا ہو۔

(ج) نذرِ مطلق کی صورت میں۔

(۲) روزے کی درجِ ذیل اقسام میں رات کو نیّت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ نصف النہار (طلوع فجر سے لیکر غروب کے مجموعی وقت کا آدھا) سے پہلے پہلے نیّت کرنا ضروری ہے۔ اسکے بعد نیّت کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

مثال : اگر طلوعِ فجر پانچ بجے اور غروبِ آفتاب شام چھ بجے ہو تو یہ مجموعی وقت تیرہ گھنٹے بنتے ہیں۔ اور مجموعی وقت کا آدھا یعنی ساڑھے چھ گھنٹے ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان روزوں کی صورت میں ساڑھے گیارہ بجے سے پہلے پہلے نیّت کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہی وقت شریعت کی اصطلاح میں "نصف النہار" ہے۔

(ا) رمضان المبارک کے ادا روزے۔

(ب) نذر معین کا روزہ۔

(ج) نفلی روزہ۔ (اس میں مسنون اور مستحب تمام روزے داخل ہیں جن کی تفصیل گزر چکی ہے)



نیّت کس طرح کرسکتا ہے؟

پہلے یہ اصول سمجھ لیں کہ۔

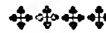
مطلق نیت سے مراد یہ ہے کہ روزے رکھتے ہوئے صرف روزے کی نیت ہو اس کے فرض، واجب، سنت، یا مستحب وغیرہ ہونے کی نیت نہ کی جائے۔

(۱) رمضان المبارک کے ادا روزے مطلق نیّت سے بھی صحیح ہو جاتے ہیں۔ اور اگر نفل کی نیت کرنے تب بھی رمضان کے فرض روزے ادا ہو جاتے ہیں۔

(۲) نذر معیّن کے روزے مطلق نیّت سے بھی ادا ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی نفل کی نیت کرلے تب بھی نذر معیّن کے روزے ادا ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں (خواہ رمضان کے ایام ہوں یا نذر معین کے ایام) یہ وقت صرف انہی روزوں کیلئے خاص ہو چکا ہے۔ خواہ ان میں سے کوئی سی بھی نیت کرلے۔

(۳) نفل روزے بھی مطلق نیّت سے ادا ہو جاتے ہیں اور نفل کی نیت کرنے سے بھی ادا ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ۔ روزے کی وہ اقسام جن میں رات کو نیّت کرنا ضروری نہیں، ان میں روزہ صحیح ہونے کیلئے صرف روزے کی نیّت کرلینا بھی کافی ہے۔



چاند دیکھنے کی گواہی کی شرائط :

(۱) گواہ مسلمان ہو، لہٰذا غیر مسلم کی گواہی رؤیت ھلال میں قبول نہیں۔

(۲) عاقل بالغ ہو۔ لہٰذا دیوانے اور نابالغ بچے کی گواہی قبول نہیں۔

(۳) گواہ عادل ہو یعنی احکامِ شریعت کا پابند ہو کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو۔

اس شرط کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی گواہی کو قبول کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا قاضی کے ذمہ واجب نہیں ہے، لیکن اگر قاضی یا رؤیت ھلال کمیٹی کو قرائن کے ذریعے معلوم ہو جائے کہ یہ گواہ جھوٹ نہیں بولتا اس بناء پر وہ فاسق کی گواہی کو قبول کر کے اس پر فیصلہ کردے تو یہ فیصلہ صحیح اور نافذ ہے البتہ فاسقوں میں سے ایسے کی گواہی کو قبول کریں جس میں دوسروں کی بنسبت نیکی زیادہ ہو اور برائی کم ہو مثلاً نماز روزے کا پابند ہو اور تمام شرعی احکام کا احترام کرتا ہو۔

(۵) لفظ شہادت کیساتھ گواہی دے اس کے بغیر گواہی قبول نہیں کی جاتی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ شہادت کے لفظ

میں حلف یعنی قسم کے معنی بھی ہیں اور واقعہ کے خود مشاہدہ کرنے کا اقرار بھی ہے اس لئے ہر گواہ پر لازم ہے کہ اپنا بیان پیش کرنے سے پہلے یہ کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے چاند دیکھا ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ میں حلفی بیان دیتا ہوں کہ چاند میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔

البتہ رمضان المبارک کے چاند کی گواہی دینے میں لفظ ''شہادت'' شرط نہیں ہے۔

(۶) جس واقعہ مثلاً چاند دیکھنے کی گواہی دے رہا ہو اس کو بچشم خود دیکھا ہو، محض سنی سنائی بات نہ ہو البتہ اگر کوئی شخص عذر کے سبب گواہی کیلئے خود حاضر نہیں ہو سکتا تو وہ اپنی گواہی پر دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں کو گواہ بنا کر قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی مجلس میں بھی بھیج سکتا ہے۔

مجلسِ قضاء میں ان لوگوں کی گواہی اس ایک ہی شخص کے قائم مقام سمجھی جائیگی دونوں گواہ قاضی کے سامنے یہ بیان دیں گے کہ فلاں شخص نے چاند کو خود دیکھا اور خود حاضری سے معذور ہونے کے سبب ہم دونوں کو اپنی شہادت پر گواہ بنا کر بھیجا ہے ہم اسکی شہادت پر شہادت دیتے ہیں۔

(۷) گواہ کیلئے ضروری ہے کہ قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی مجلس میں خود حاضر ہو کر گواہی دے پسِ پردہ یا دور سے بذریعہ خط یا ٹیلیفون یا دیگر جدید آلات کے ذریعے کوئی شخص شہادت دے تو وہ شہادت نہیں۔



عملی مشق

سوال نمبرا

مندرجہ ذیل مسائل میں خط کشیدہ الفاظ کو ذہن میں رکھتے ہوئے صحیح اور غلط کی متعلقہ خانہ میں نشاندہی کریں۔

☐ رمضان المبارک کا مہینہ تین صورتوں میں شروع ہوتا ہے۔ شعبان کے تیس دن پورے ہو جائیں، یا چاند نظر آ جائے۔

☐ چاند کے بارے میں گواہی دینے والے لوگ تین طرح کے ہو سکتے ہیں۔ ایک مسلمان گواہی دے ......کافر گواہی دے۔

☐ عید کے چاند میں اگر مطلع صاف ہے تو رمضان کے چاند کی طرح یہاں بھی صرف دو آدمیوں کی گواہی

کافی ہے۔

☐ چاند دیکھنے کی گواہی کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ گواہ عادل ہو اور اس نے چاند بذات خود دیکھا ہو یا کسی معتبر آدمی سے سنا ہو ۔

☐ جس آدمی نے بذات خود رمضان کا چاند دیکھا۔ لیکن اس کی رؤیت پر چاند کا فیصلہ نہیں ہوا۔ تب بھی اس کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے ۔

سوال نمبر۲

مناسب الفاظ سے خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) رمضان المبارک کے چاند میں مطلع صاف ہو تو چاند کے ثبوت کے لئے .... کی گواہی کافی ہے۔ (نصابِ شہادت، مجمع عظیم)

(۲) عید کے چاند میں اگر مطلع ابر آلود ہو تو ثبوت کے لئے .... کی گواہی کافی ہے۔ (نصابِ شہادت، ایک آدمی)

(۳) چاند کے ثبوت کے سلسلے میں فاسق کی گواہی قبول کرنا قاضی کے لئے .... نہیں ہے۔ (واجب، جائز)

(۴) بذات خود عید کا چاند دیکھنے والے کی اگر گواہی قبول نہ ہو تو اس کے لئے .... جائز نہیں ہے۔ (عید کرنا، روزہ رکھنا)

(۵) غیر مسلم کی گواہی رؤیت ہلال میں .... ۔ (قبول ہے، نہیں ہے)





اعتکاف کے احکام

بتوفیقہٖ تعالیٰ اعتکاف کے مسائل کے سلسلے میں درجِ ذیل موضوعات پر گفتگو کی جائے گی:

(۱) اعتکاف کی اقسام۔

(۲) اعتکاف کی مدّت اور جگہ (زمان ومکان)

(۳) اعتکاف کے مفسدات۔

(۴) وہ اعذار جن کی وجہ سے مسجد سے نکلنا جائز ہے۔

(۵) اعتکاف کے مباحات۔

(۶) اعتکاف کے آداب۔

(۷) اعتکاف کے مکروہات۔

(۸) اعتکاف توڑنا کب جائز ہے۔



اعتکاف کی اقسام :

اعتکاف کی تین اقسام ہیں:

(۱) واجب (۲) سنّتِ مؤکدہ (۳) مستحب

واجب : یہ وہ اعتکاف ہوتا ہے جس کی انسان نذر مان لے، اگر اپنی نذر میں کچھ مدّت یا خاص ایام کا تعیّن کرلے تو اتنی مدّت یا ان خاص ایام میں اعتکاف کرنا واجب ہوتا ہے۔

سنّتِ مؤکدہ : رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا "سنّت مؤکدہ علی الکفایہ" ہے۔ چنانچہ محلّے میں سے کوئی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب لوگ گناہگار ہونگے۔

مستحب : اعتکافِ منذور اور رمضان المبارک کے اخیر عشرے کے علاوہ باقی دنوں میں اعتکاف کرنا ۔خواہ وہ رمضان کے پہلے دو عشروں کے ایام ہی کیوں نہ ہوں۔



اعتکاف کی مدّت (زمان) اور جگہ (مکان) :

۱۔ مدّت (زمان) : اعتکاف کی اقسام بدلنے سے اسکی مدّت بھی بدل جاتی ہے۔

واجب اعتکاف کی مدّت تو وہی ہے جتنی اس نے نذر مانی ہو۔

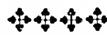
مسنون اعتکاف کی مدّت رمضان المبارک کے آخری دس دن ہیں۔۲۰ رمضان المبارک کے افطار سے پہلے مسجد میں چلا جائے اور عید الفطر کا چاند نظر آنے پر مسجد سے نکلے۔

مستحب اعتکاف کی مدّت کوئی متعیّن نہیں ہے اس کی مدت کم از کم ایک سیکنڈ بھی ہوسکتی ہے اور زیادہ سے زیادہ مدّت کی کوئی حد نہیں ہے۔لہٰذا جب بھی کوئی آدمی مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اعتکاف کی نیت کرلے وہ جتنی دیر مسجد میں گذارے گا اسے اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا۔

۲۔ جگہ (مکان) : اعتکاف ایسی مسجد میں صحیح ہوتا ہے جہاں نمازِ پنجگانہ کا اہتمام ہو اور وہاں امام اور نمازی متعیّن ہوں اور تمام نمازیں جماعت کیساتھ ادا کی جاتی ہوں۔

اور تمام مساجد میں اعتکاف کے لئے سب سے افضل مسجد حرام (زادہ اللہ شرفاً وکرامۃً) ہے۔اس کے بعد مسجدِ نبوی (علی صاحبہ الصلاۃ والسلام) ہے۔اس کے بعد مسجدِ اقصیٰ (أنقذہ اللہ من أیدی الیہود الغاصبین الظالمین) ہے۔اس کے بعد اپنے شہر کی جامع مسجد ہے (جہاں جمعہ ہوتا ہے)، اس کے بعد محلّے کی وہ مسجد ہے جہاں جمعہ نہیں ہوتا۔

جبکہ عورت کیلئے اعتکاف کی جگہ اس کے گھر کی مسجد ہے اس سے مراد وہ جگہ ہے، جس کو عورت اپنی نماز کیلئے متعیّن کرلے۔



اعتکاف کے مفسدات

درجِ ذیل باتوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے:

(۱) بغیر کسی عذر کے مسجد سے نکلنا۔

(۲) عورت کو حیض ونفاس آجانا۔

(۳) بیوی سے ازدواجی تعلق قائم کرنا (جماع)۔دواعی جماع (جماع کی طرف لے جانے والے کام

کرنا) یعنی شہوت کے ساتھ بوسہ دینا یا شہوت کے ساتھ چھونا۔



وہ اعذار جن کی وجہ سے مسجد سے نکلنا جائز ہے :

وہ اعذار اور مجبوریاں جن کی وجہ سے مسجد سے نکلنا جائز ہے تین ہیں:

۱۔ **اعذارِ طبعیہ** : جیسے پیشاب، پاخانہ اور جنابت کا غسل کرنا۔ لہٰذا معتکف کو غسل جنابت کرنے کیلئے اور بول و براز کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے مسجد سے نکلنا جائز ہے بشرطیکہ وہ مسجد سے اتنی دیر باہر رہے جتنی دیر میں یہ اپنی ضروریات سے فارغ ہوسکتا ہے۔ بلاضرورت دیر کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

۲۔ **اعذارِ شرعیہ** : جیسے جمعہ کی نماز پڑھنے کیلئے نکلنا بشرطیکہ اس مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو جہاں یہ اعتکاف کئے ہوئے ہے۔

۳۔ **اعذارِ ضروریہ** : یعنی کوئی مجبوری پیش آجائے جیسے مسجد میں رہتے ہوئے اپنی جان یا اپنے سامان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔

◉ یاد رہے کہ پہلی دو قسم کی مجبوریوں (طبعی ہوں یا شرعی) میں مسجد سے باہر نکل جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا جبکہ تیسری قسم کی مجبوری میں مسجد سے نکل جانے کی صورت میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

اعتکاف کے مباحات :

مسجد میں درجِ ذیل کام کرنا مُباح اور جائز ہے:

(۱) کھانا پینا۔

(۲) سونا۔

(۳) بال کٹوانا بشرطیکہ مسجد میں بال نہ گریں۔

(۴) ضرورت کی بات چیت کرنا۔

(۵) کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا، سر میں تیل لگانا، سرمہ لگانا۔

(۶) مسجد میں کسی مریض کا معائنہ کرنا اور نسخہ تجویز کرنا۔

(۷) قرآنِ کریم یا دینی علوم کی تعلیم دینا۔

(۸) برتن یا کپڑے دھونا بشرطیکہ خود مسجد میں رہے اور پانی مسجد سے باہر گرے۔

(۹) نکاح پڑھنا یا پڑھوانا۔

(۱۰) ضرورت کے وقت مسجد میں ریح خارج کرنا۔

(۱۱) ضروری خرید وفروخت کرنا بشرطیکہ سودا مسجد میں نہ لایا جائے۔ ضروری خرید وفروخت سے مراد یہ ہے کہ تجارتی نقطہ نظر سے خرید وفروخت نہ ہو بلکہ ضروریاتِ زندگی کیلئے ہو۔

مثال : فرحان اعتکاف میں بیٹھا ہوا ہے۔ اور گھر میں پکانے اور افطار کا سامان خریدنے کیلئے کوئی بھی نہیں ہے۔ مسجد کے سامنے سے پھل والا گذرا تو یہ افطار کیلئے یا سودا گھر بھیجنے کیلئے مسجد میں ہوتے ہوئے خرید سکتا ہے۔

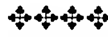


اعتکاف کے آداب :

(۱) لغو اور لایعنی بات چیت سے بچے اور صرف اچھی گفتگو کرے۔

(۲) اعتکاف کے مکروہات سے بچے۔

(۳) اپنے وقت کو تلاوتِ قرآن، ذکر وتسبیح، اور تعلیم وتعلّم میں خرچ کرے۔



اعتکاف کے مکروہات :

اعتکاف کی حالت میں درجِ ذیل باتیں مکروہ ہیں:

(۱) خاموشی کو عبادت سمجھ کر چُپ بیٹھے رہنا مکروہِ تحریمی ہے۔

(۲) تجارتی نقطہ نظر سے خرید وفروخت کرنا، چاہے سودا مسجد میں نہ بھی لائے۔

(۳) سودا مسجد میں لاکر بیچنا، خواہ اپنی یا اہل وعیال کی ضرورت کیلئے ہو۔

(۴) بلا ضرورت فضول باتیں کرنا۔

(۵) اعتکاف کیلئے مسجد میں اتنی جگہ پر قبضہ جمانا کہ دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہو۔

(۶) اجرت اور تنخواہ پر تعلیم دینا، کپڑے سینا یا کتابت کرنا وغیرہ وغیرہ۔



اعتکاف کب توڑنا جائز ہے؟

- اعتکاف کے دوران کوئی ایسی بیماری ہوگئی جس کا علاج مسجد سے باہر نکلے بغیر ممکن نہیں تو اعتکاف توڑنا جائز ہے۔
- کسی ڈوبتے یا جلتے ہوئے آدمی کو بچانا یا آگ بجھانے کیلئے۔
- ماں، باپ یا بیوی بچوں میں سے کسی کو سخت بیماری ہو جائے اور اسکی تیمارداری کی ضرورت ہو۔ کوئی اور دیکھ بھال کرنے والا نہ ہو۔
- کوئی جنازہ آجائے اور نماز پڑھنے والا کوئی نہ ہو۔



اگر اعتکاف ٹوٹ جائے......

اعتکاف غلطی سے ٹوٹ گیا ہو یا مجبوری سے توڑا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ جس دن اعتکاف ٹوٹا ہے صرف اس دن کی قضاء واجب ہے پورے دس دن کی قضاء واجب نہیں۔

اگر اعتکاف دن میں ٹوٹا ہو تو صرف دن کی قضاء واجب ہوگی۔ یعنی قضاء کیلئے صبح صادق سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ روزہ رکھے اور اسی دن شام کو غروبِ آفتاب کے بعد نکل آئے اور اگر اعتکاف رات کو ٹوٹا ہے تو رات اور دن دونوں کی قضاء کرے یعنی شام کو غروبِ آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ رات بھر وہاں رہے اور صبح روزہ رکھے اور اگلے دن غروبِ آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔

- اسی رمضان میں کسی دن قضاء کر سکتا ہے۔
- اعتکاف مسنون ٹوٹ جانے کے بعد مسجد سے باہر نکلنا ضروری نہیں بلکہ باقی ایام میں نفل کی نیت سے اعتکاف جاری رکھ سکتا ہے۔





عملی مشق

سوال نمبرا

مناسب الفاظ چن کر خالی جگہیں پُر کریں:

(واجب، سنت مؤکدہ، مستحب، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، فاسد، جائز)

(ا) معتکف کا مسجد میں سونا.............ہے۔

(ب) معتکف اگر بغیر عذر شرعی یا طبعی کے مسجد سے نکل جائے تو اعتکاف..........ہو جاتا ہے۔

(ج) خاموشی کو عبادت سمجھ کر چپ بیٹھے رہنا............ہے۔

(د) معتکف کے لئے بلا ضرورت فضول گفتگو کرنا............ہے۔

(ہ) رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف...........ہے۔

(و) اعتکاف اگر ٹوٹ جائے تو قضاء کرنا........ ...ہے۔

(ی) ....اعتکاف کی صورت میں اس کی کوئی مدت متعین نہیں ہے۔

سوال نمبر۲

صحیح اور غلط مسائل کی نشاندھی کیجئے:

(۱) رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف واجب علی الکفایہ ہے۔ ☐ ☐

(۲) ہر ایسی مسجد میں اعتکاف صحیح ہوتا ہے، جہاں نماز پنجگانہ کا با جماعت اہتمام کیا جاتا ہو۔ ☐ ☐

(۳) جامع مسجد میں اعتکاف کرنا سب سے افضل ہے۔ ☐ ☐

(۴) کسی بھی عذر سے مسجد سے نکلنے والے کا اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔ ☐ ☐

(۵) نماز جمعہ کیلئے صفائی کے طور پر غسل کے لئے مسجد سے نکلنا جائز ہے۔ ☐ ☐

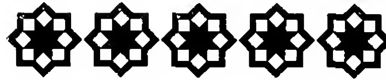
(۶) نماز جنازہ کے لئے نکلنے سے معتکف کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ ☐ ☐

(۷) زلزلہ آنے کی صورت میں اپنی جان بچانے کے لئے نکلنے والے معتکف کا اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔ ☐ ☐

(۸) معتکف کا مسجد میں خرید وفروخت کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ ☐ ☐

(۹) اگر مسنون اعتکاف ٹوٹ جائے تو دس دن کی قضا واجب ہے۔ ☐ ☐

(۱۰) والدین یا اہل وعیال کی تیمارداری کے لئے اعتکاف توڑنا جائز ہے مگر قضا واجب ہے۔ ☐ ☐



حج کے احکام

- میقات کے احکام
- احرام کے احکام
- حج کے احکام
- عمرہ کے احکام

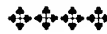
حج کے احکام

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ. (آل عمران۔۹۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ تعالیٰ کیلئے ان لوگوں کے ذمہ بیت اللہ شریف کا حج کرنا فرض ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے مستغنی ہیں۔

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ حَجَّ لِلّٰہِ فَلَمْ یَرْفُثْ ولم یفسُقْ رَجَعَ کیومٍ وَلَدَتْه اُمُّهُ. (رواہ البخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے حج کیا اور اس میں کوئی بے حیائی اور گناہ کا کام نہیں کیا تو وہ اس دن کی طرح (گناہوں سے پاک صاف) لوٹے گا جس دن اس کی ماں نے اسکو جنا تھا۔



حج کا معنیٰ:

لغت میں حج کا معنیٰ ہے کہ کسی بھی قابلِ احترام چیز کا ارادہ کرنا اور شریعت کی اصطلاح میں حج کا معنیٰ ہے "خاص خاص مقامات کی خاص اوقات میں خاص طریقے کے مطابق زیارت کرنا"۔



حج فرض ہونے کی شرائط:

اگر درجِ ذیل تمام شرائط پائی جائیں تو حج کرنا فرض ہوتا ہے۔ شرائط پائے جانے کی صورت میں حج زندگی میں صرف ایک مرتبہ کرنا فرض ہوتا ہے۔ خواہ یہ شرائط مرد میں پائی جائیں یا عورت میں:

(۱) مسلمان ہونا، لہٰذا کافر پر حج فرض نہیں ہوتا۔

(۲) بالغ ہونا، لہٰذا نابالغ پر حج فرض نہیں ہوتا۔

(۳) عقلمند ہونا، لہٰذا مجنون پر حج فرض نہیں ہوتا۔

(۴) آزاد ہونا، لہٰذا غلام پر حج فرض نہیں ہوتا۔

(۵) حج کی استطاعت ہونا، لہٰذا ہر وہ شخص جس میں حج کرنے کی استطاعت نہیں ہے اس پر حج کرنا فرض نہیں ہے۔

استطاعت کا مطلب

استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کے پاس اپنی "ضروریاتِ اصلیہ" سے زائد دو قسم کا خرچہ ہو:

(۱) اپنے وطن سے مکۃ المکرّمہ تک آنے جانے کا کرایہ، مکہ میں رہائش اور کھانے پینے کے اخراجات برداشت کر سکے۔

ملاحظہ: یہ بات یاد رہے کہ استطاعت میں مکۃ المکرّمۃ اور وہاں کے دیگر ضروری اخراجات کا ہونا ضروری ہے۔ مدینہ منورہ جانے کا خرچ استطاعت میں داخل نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص کے پاس مدینہ منورہ جانے کا اور وہاں کی رہائش کا خرچ نہ ہو تب بھی اس پر حج فرض ہوگا۔ باقی اگر کوئی شخص استطاعت کے باوجود مدینہ منورہ نہ جائے تو سخت محرومی کی بات ہے۔

(۲) پہلے نمبر میں ذکر کردہ اپنے سفر کے اخراجات کے علاوہ اہل وعیال کا خرچہ بھی دے سکے تاکہ وہ اسکے واپس آنے تک ان پیسوں سے اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔

"ضروریاتِ اصلیہ سے کیا مراد ہے؟ چند منٹ کیلئے زکوٰۃ کے باب میں چلتے ہیں تاکہ ضروریات کی تعریف پھر سے تازہ ہو جائے۔" (دیکھئے زکوٰۃ کے باب میں صفحہ نمبر 266)



جی ہاں! اگر مندرجہ بالا تمام شرائط کسی شخص میں پائی جائیں تو اس پر حج فرض تو ہو جاتا ہے لیکن ادا کرنا اس وقت ضروری ہوتا ہے جب مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں:

(۱) تندرست ہونا، لہٰذا جو شخص بیمار ہو، یا نابینا ہو، یا فالج زدہ ہو یا لنگڑا ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہوتا۔ اگرچہ حج کے فرض ہونے کی باقی شرائط پائی جاتی ہوں۔

حضرات علمائے کرام کی ایک بڑی تعداد نے کہا ہے کہ ایسے شخص پر حج ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ اگر خود کرنے کی ہمت ہو جائے تو سبحان اللہ کیا کہنے!

اگر خود حج پر جانے سے معذور ہے تو اس پر واجب ہے کہ "حج بدل" کی وصیّت کرے تا کہ کوئی دوسرا شخص اسکی طرف سے حج کرلے۔("حج بدل" کے متعلق تفصیلات اپنے موقع پر آ رہی ہیں)

(ب) قید کا نہ ہونا، یا حاکم کی طرف سے حج پر جانے سے کوئی رکاوٹ نہ ہونا۔

ہمارے ہاں اس کی صورت یہ ہے کہ ویزا مل جائے، یا ریگولر اسکیم کے تحت جانے والوں کی درخواست منظور ہوجائے یا ان کا قرعہ اندازی میں نام نکل آئے۔

(ج) راستے کا پُر امن ہونا، لہٰذا اگر راستہ پُر امن نہ ہو، اپنی جان یا مال کا خوف ہو تو حج ادا کرنا فرض نہیں ہے۔

عورت کیلئے مندرجہ بالا شرائط کیساتھ مزید دو شرطیں ہیں۔

(د) عورت کیلئے اپنے شوہر یا کسی محرم رشتے دار کا ساتھ ہونا۔ اگر محرم یا شوہر ساتھ نہ ہو تو حج پر جانا عورت کیلئے جائز نہیں ہے۔

اگر شوہر یا محرم اپنے خرچ پر جانے کیلئے تیار نہ ہو تو اس صورت میں انکا حج خرچ بھی عورت کے ذمہ ہے۔



محرم سے کون مراد ہے؟

محرم سے مراد ہر وہ رشتہ دار ہے جس سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حرام ہو، جیسے بیٹا، باپ، دادا، ماموں، چچا، بھانجا، بھتیجا وغیرہ۔

(ہ) عورت کا عدّت میں نہ ہونا، خواہ وہ عدّت طلاق کی ہو یا اپنے شوہر کی وفات کی۔

ضروری وضاحت:

اگر کسی شخص میں حج کے نفسِ وجوب کی تمام شرائط پائی جائیں تو اس پر حج فرض ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر وجوبِ ادا کی شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس شخص پر واجب ہے کہ اپنی زندگی میں کسی سے حج بدل کرائے یا یہ وصیت کرے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے ترکہ میں سے کوئی اس کی طرف سے حج کرے۔



حج کے صحیح ہونے کی شرائط :

کسی بھی شخص کے حج کی ادائیگی کے صحیح ہونے کیلئے درجِ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

طلبائے عزیز کو یاد ہونا چاہئے کہ وہ جو سبق کے شروع میں حج کی تعریف گزر چکی ہے، اس میں تینوں شرطیں بیان ہو چکی ہیں۔

وہ تعریف یہ تھی:

مخصوص طریقے پر، مخصوص اوقات میں، مخصوص مقامات کی زیارت کرنا۔

اب تعریف کی روشنی میں حج کے صحیح ہونے کی شرائط کی تفصیل ملاحظہ کیجئے:

(۱) مخصوص طریقہ (احرام کا ہونا) :

لہٰذا حج بغیر احرام کے صحیح نہیں ہوتا۔ احرام میں دو چیزیں پائی جانی ضروری ہیں:

(ا) سلے ہوئے کپڑے اتار کر بغیر سلے کپڑے پہننا، جس میں مستحب یہ ہے کہ دو سفید چادریں ہوں، ایک باندھ لے، دوسری اوڑھ لے۔

(ب) حج کی نیّت کے ساتھ تلبیہ پڑھنا۔

تلبیہ : تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکُ، لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ، لَبَّیْکُ

اِنَّ الْحَمْدَوَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکُ لَا شَرِیْکَ لَکَ ۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ :

لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ چادریں پہننے کا نام احرام ہے، حالانکہ احرام تو نیّت حج کے ساتھ تلبیہ پڑھنے کا نام ہے۔ اگر کوئی شخص چادریں پہنے رہے اور ہفتوں پہنے رہے مگر حج کی نیّت کے ساتھ تلبیہ نہ پڑھے تو احرام شروع نہیں ہوگا۔ یعنی وہ احرام جس کے بعد بہت سی پابندیاں لاگو ہو جاتی ہیں۔

(۲) وقتِ مخصوص ہونا :

وقتِ مخصوص سے مراد "اشہر حج" یعنی حج کے مہینے ہیں۔ وہ مہینے یہ ہیں:

(۱) شوال المکرّم (۲) ذوالقعدہ (۳) ذوالحجہ کے دس دن۔

لہٰذا ان مہینوں سے پہلے حج کرنا بھی صحیح نہیں ہے اور بعد میں بھی حج کرنا صحیح نہیں ہے۔ البتہ ان مہینوں کے آنے سے پہلے احرام باندھنا جائز تو ہے مگر مکروہ ہے۔

(۳) مخصوص مقامات کا ہونا :

مخصوص مقامات سے مراد یہ ہیں:

(۱) وقوف کیلئے میدانِ عرفات۔

(۲) طوافِ زیارت کیلئے مسجدِ حرام۔

لہٰذا اگر کسی نے وقوف کے وقت میں وقوف نہ کیا تو اسکا حج صحیح نہیں ہوگا۔ اسی طرح وقوف کے بعد طوافِ زیارت نہ کیا تب بھی حج صحیح نہیں ہوگا۔



میقات کے احکام

"میقات" کے احکام سمجھنے سے پہلے مقاماتِ مقدسہ اور وہاں کے رہنے والوں کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کی جاتی ہیں :

بیت اللہ شریف : وہ جگہ جس کے اردگرد طواف کرتے ہیں، یہاں ایک کمرہ بنا ہوا ہے۔ جسے "بیت اللہ شریف" یا "کعبۃ اللہ شریف" کے معزز ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

مسجدِ حرام : اسی کعبۃ اللہ شریف کے اردگرد چاروں طرف جو مسجد بنی ہوئی ہے اسے مسجدِ حرام کہتے ہیں۔

حَرَم : مسجدِ حرام کے اردگرد چاروں طرف کچھ علاقہ ایسا ہے جہاں کے خاص احکامات ہیں۔ اسے حرم کہتے ہیں۔ حدودِ حرم میں شہرِ مکہ بھی شامل ہے۔ اور بعض اطراف میں مکۃ المکرّمہ سے باہر کچھ دیہات بھی حدودِ حرم میں شامل ہیں۔ جہاں سے حرم کی حدود شروع ہوتی ہیں وہاں پہچان کیلئے سعودی حکومت نے نشانات لگائے ہیں۔ حرم کی حدود میں رہنے والے لوگوں کو "اہلِ حرم" کہتے ہیں۔

حرم کی حدود معلوم اور معروف ہیں۔ مدینے کی جانب تقریباً پانچ کلومیٹر تک حرم کی حد ہے۔ یمن کی جانب تقریباً گیارہ کلومیٹر، طائف کی سمت میں بھی تقریباً گیارہ کلومیٹر اور تقریباً اتنے ہی کلومیٹر عراق کی جانب بھی حرم کی حد

ہے۔اور جدہ کی جانب تقریباً سولہ کلومیٹر تک حرم کی حد ہے۔

میقات :

حدودِ حرم سے باہر وہ مقامات جہاں سے حاجی (یا عمرہ کرنے والے) کیلئے احرام سے بغیر گذرنا جائز نہیں ہے۔"میقات" کہلاتے ہیں۔

مختلف میقات : مختلف علاقوں اور ملکوں سے حج وعمرہ کے لئے آنے والے حضرات کیلئے اپنی اپنی طرف میں "میقات" مختلف ہیں جس کی تفصیل یہ ہے:

(۱) **یَلَمْلَم** : یمن، ہندوستان، پاکستان اور اس سمت میں بحری راستے سے آنے والے لوگوں کیلئے "**یَلَمْلَم**" میقات ہے اور یہ وادی تہامہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جو مکہ معظّمہ سے جنوبِ مشرق کی جانب تقریباً 92 کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

(۲) **جُحْفَہ** : مصر، شام، اردن، فلسطین، اور مغربی جانب سے آنے والے حُجّاج کیلئے "**جُحْفَہ**" میقات ہے۔اور یہ **جُحْفَہ** مکۃ المکرّمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک بستی کا نام ہے جو مقامِ "رابغ" کے قریب واقع ہے۔اور یہ مکہ معظّمہ سے مغرب کی جانب تقریباً 183 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

(۳) **ذاتِ عِرْق**: عراق اور حرمِ مبارک کے مشرقی علاقوں سے آنے والے حضرات کیلئے "**ذاتِ عرق**" میقات ہے۔ یہ مکہ سے دور ایک بستی کا نام ہے۔ جو مکہ معظّمہ سے شمال مشرق کی جانب تقریباً 94 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

(۴) **ذوالحُلَیفَہ** : مدینہ منورہ سے آنے والے حضرات کیلئے میقات "**ذوالحلیفہ**" ہے، جسے "**بیرِ علی**" بھی کہتے ہیں۔ جو مدینہ منورہ سے کچھ ہی دور تقریباً آٹھ نو کلومیٹر کے فاصلے پر شارعِ مکہ پر واقع ہے۔ سعودی حکومت نے زائرین کی سہولت کے لئے بڑی شاندار مسجد تعمیر کی ہے۔ جس میں غسل اور احرام کے لئے وسیع انتظامات کئے گئے ہیں۔

(۵) قَرْن : نجد کی طرف سے آنے والوں کیلئے میقات "**قَرْن**" ہے، جو میدانِ عرفات کے قریب پہاڑ کا نام ہے جو عرفات پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ یہ مکہ معظّمہ سے مشرق کی جانب تقریباً 75 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔



حِلّ : جو علاقہ میقات سے باہر اور حدودِ حرم کے درمیان ہے، اسے "**حِلّ**" کہتے ہیں۔ اور یہاں کے باشندوں کو "**اھلِ حِلّ**" کہتے ہیں۔

آفاق : جو علاقہ میقات سے باہر ہے اسے "**آفاق**" کہتے ہیں۔ اور یہاں کے رہنے والے "**آفاقی**" کہلاتے ہیں۔

جیسے ہم پاکستانی باشندے میقات سے باہر رہتے ہیں، لہٰذا حج کے مسائل میں ہم "**آفاقی**" ہیں۔



احرام باندھنے کی جگہ :

◉ اہلِ آفاق اگر مکہ مکرمہ جانا چاہتے ہوں تو ان کیلئے میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں۔ اگر کوئی آفاقی اپنے علاقے کی بجائے دوسرے کسی علاقے سے مکۃ المکرّمہ آنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس علاقے کی طرف سے جو "میقات" آتا ہو وہاں سے احرام کیساتھ گزرنا واجب ہے۔

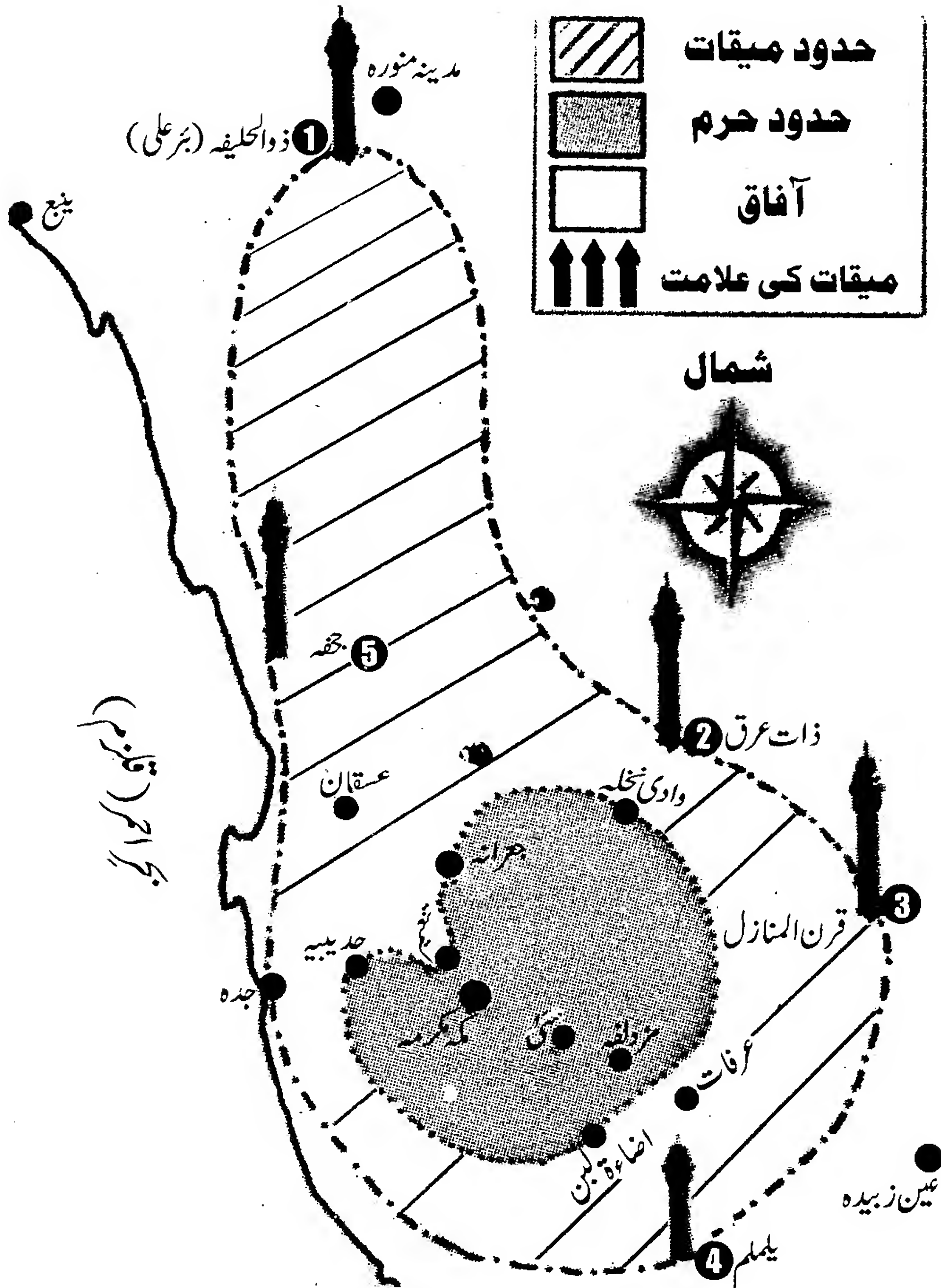
مثال : جنید حج کے ارادے سے یہاں سے روانہ ہوگیا، لیکن اس کا ارادہ یہ ہے کہ پہلے مدینہ طیبہ میں حاضری دے، اس کے بعد یہ حج کیلئے مکہ آئے۔ چونکہ جنید کا پاکستان سے سیدھا مکہ جانے کا ارادہ نہیں ہے لہٰذا اگر یہ احرام "**یَلَمْلَمْ**" سے پہلے نہ باندھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

لیکن جب مدینہ طیبہ سے مکہ کی طرف روانہ ہو تو اہلِ مدینہ کے میقات "ذوالحلیفہ" پر احرام باندھے۔ تاکہ میقاتِ مدینہ سے بغیر احرام کے نہ گزرے۔

◉ اھلِ حلّ کے لئے سارا حلّ میقات ہے، چاہے وہ اپنے گھر سے احرام باندھیں یا حلّ میں کسی دوسری جگہ سے۔

◉ اہلِ مکہ کو چھوڑ کر جو لوگ حرم میں رہتے ہیں ان کا میقات بھی "حلّ" ہے وہ حدودِ حرم سے باہر نکل کر

میقات اورحرم کی حدود نقشہ میں دیکھئے



"حلّ" کے کسی بھی مقام سے احرام باندھیں۔

البتہ اہلِ مکہ اگر حج کا ارادہ رکھتے ہوں تو حرم کی ساری زمین ان کیلئے میقات ہے چاہے جہاں سے احرام باندھیں۔

لیکن عمرہ کرنا چاہتے ہوں تو سارے "حلّ" کی ساری زمین میقات ہے۔ جہاں سے چاہیں احرام باندھیں ۔البتہ عمرہ کیلئے مقام "تنعیم" (مسجدِ عائشہؓ) سے احرام باندھنا افضل ہے۔

یہاں اہلِ مکہ سے مراد ہر وہ شخص جو مکہ میں مقیم ہو خواہ مکہ اسکا وطنِ اصلی ہو یا وطنِ اقامت۔



حج کے فرائض :

حج کے دو رکن ہیں، جن میں سے کوئی رکن چھوٹ جائے تو حج ادا ہی نہیں ہوتا۔

(۱) وقوفِ عرفہ۔ (۲) طوافِ زیارت۔

(۱) وقوفِ عرفہ : وقوفِ عرفہ کا مطلب یہ ہے کہ میدانِ عرفات میں (جو مکہ سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے) نوویں ذی الحجہ کے دن زوال کے بعد سے لیکر دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق تک ٹھہرنا۔

وقوفِ عرفہ کے ادا کرنے میں مختلف درجات اور مراتب ہیں جنہیں بالترتیب پیش کیا جاتا ہے۔

فرض مقدار : نوویں ذی الحجہ کو زوالِ آفتاب کے بعد دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق تک کسی بھی وقت ٹھہرنا، خواہ وہ ٹھہرنا (وقوف) ایک سیکنڈ اور ایک منٹ کیلئے کیوں نہ ہو، فرض ہے۔ اس وقت میں یہ وقوف خواہ پیدل ہو، یا سوار ہو کر، اپنی مرضی سے ہو یا زبردستی اکراہ کی صورت میں، جاگتے ہوئے ہو یا سوتے ہوئے، ہوش میں ہو یا بے ہوشی کی حالت میں، زمین پر ہو یا ہوائی جہاز پر سوار ہو کر گزر رہا ہو، ہر حالت میں وقوف کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص اس وقت میں لحہ بھر کیلئے کسی بھی طرح سے میدانِ عرفات میں نہیں آیا تو اس کا وقوف نہیں ہوگا۔

واجب مقدار : نوویں ذی الحجہ کو زوال سے غروبِ آفتاب وقوف کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص غروب سے پہلے عرفات کی حدود سے نکل جائے تو واجب چھوڑنے کی وجہ سے "دم" واجب ہوگا۔

مستحب مقدار : میدانِ عرفات میں کھڑے ہو کر وقوف کرنا اور دعا وغیرہ میں مشغول رہنا مستحب ہے۔

◉ جبلِ رحمت کے قریب وقوف کرنا مستحب ہے۔ مگر اس پر چڑھنا کوئی ثواب کی چیز نہیں ہے۔

(۲) طوافِ زیارت :

حج کا دوسرا فرض طوافِ زیارت ہے، جسے "طوافِ افاضہ" بھی کہتے ہیں۔

جائز وقت :

طوافِ زیارت کا وقت دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے لیکر بارھویں ذی الحجہ کے غروبِ آفتاب تک ہے۔اس دوارن کسی بھی وقت میں طواف کرنا جائز ہے۔

مسنون وقت :

دسویں ذی الحجہ کو رمی اور حجامت کے بعد طوافِ زیارت کرنا مسنون ہے۔

مکروہ وقت :

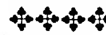
بارھویں ذی الحجہ کے غروبِ آفتاب کے بعد مؤخر کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو اس پر دم واجب ہوتا ہے۔



حج کا طریقہ

جو شخص حج کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ وہ حج کے مہینوں میں مکہ کی طرف جائے، پھر جب وہ میقات تک یا اس کے برابر (محاذات) تک پہنچ جائے، تو غسل کرے، یا وضو کرے، ، اور اپنے سلے ہوئے کپڑے اتار کر اور چادر (ازار) اور اوڑھنی (رداء) پہن لے، اور دو رکعت نماز پڑھے، اور حج کی نیت کرے اور تلبیہ پڑھے (لَبَّیکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیکَ، لَبَّیکَ لَاشَرِیکَ لَکَ، لَبَّیکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیکَ لَکَ) (میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بیشک تمام تعریفیں اور تمام نعمتیں اور تمام بادشاہتیں آپ کیلئے ہیں، آپ کا کوئی شریک نہیں) پھر جب اس نے تلبیہ پڑھ لیا تو محرم بن گیا، پھر وہ ممنوعاتِ حج میں سے ہر ممنوع سے بچے، اور نمازوں کے بعد جب بھی بلند جگہ چڑھے یا جب بھی نچلی جگہ اترے یا سواروں سے ملاقات کرے، یا نیند سے بیدار ہو تو تلبیہ کثرت سے پڑھے، پھر جب مکہ پہنچے تو مسجدِ

حرام سے شروع کرے، پھر جب بیت الحرام کو دیکھے تو تکبیر (اللہ اکبر) کہے اور تھلیل (لا الٰہ الا اللہ) کہے، پھر حجرِ اسود سے شروع کرے اس کی طرف تکبیر و تھلیل کہتے ہوئے رخ کرے، اور استلام کرے، اور بوسہ لے اگر اسکی طاقت ہو ورنہ اشارے کے ساتھ ہی استلام کرے، پھر حجرِ اسود کے دائیں طرف سے ہی شروع ہو، اور بیت اللہ کے سات چکر لگائے پہلے تین چکروں میں رمل کرے اور باقی چکروں میں آرام اور وقار کے ساتھ چلے، اور طواف کو حطیم کے پیچھے سے کرے، جب بھی حجرِ اسود کے پاس سے گزرے تو اسکو استلام کرے، اور استلام کیساتھ ہی طواف ختم کردے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور اس طواف کا نام طوافِ قدوم رکھا جاتا ہے اور یہ سنّت ہے۔ پھر صفا کی طرف جائے پھر اس پہ چڑھ جائے اور قبلہ کی طرف رخ کرے اور تکبیر و تھلیل کہے اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے، اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے پھر مروہ کی طرف رخ کرے اور مروہ پر چلا جائے اور وہاں وہی اعمال کرے جو صفا پر کئے تھے بس ایک چکر پورا ہوگیا پھر صفا کی طرف لوٹے اور اس سے مروہ کی طرف ایسے ہی سات چکر پورے کرے۔ دو سبز نشانوں کے درمیان سات چکروں میں سے ہر چکر میں چلنے سے رمل سے زیادہ تیزی کرے۔



آٹھویں ذی الحجہ کے احکام :

پھر جب ذی الحجہ کا آٹھواں دن ہو تو فجر مکہ میں پڑھے اور منیٰ کی طرف نکلے اور اس میں ٹھہرے، اور یہ رات اس میں گزارے۔

......نوویں ذی الحجہ کے احکام :

اور نویں دن جو کہ عرفہ کا دن ہے سورج طلوع ہونے کے بعد منیٰ سے عرفات کی طرف منتقل ہو جائے اور تکبیر و تھلیل اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے، اور دعا مانگتے ہوئے اس میں ٹھہرے، اور زوال کے بعد امام لوگوں کو ظہر کے وقت میں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز پڑھائے اور عرفات میں سورج غروب ہونے تک ٹھہرا رہے، پھر اسی راستے مکے کی طرف لوٹے اور مزدلفہ میں اترے، اور دسویں دن (قربانی کے دن) کی رات اس میں گذارے، اور امام لوگوں کو عشاء کے وقت میں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھائے۔

......دسویں ذی الحجہ کے احکام :

پھر جب دسویں دن کی فجر طلوع ہو جو کہ قربانی کا دن ہے، امام لوگوں کو فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھائے،

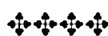
پھر لوگ امام کے ساتھ ہی ٹھہرے رہیں اور دعا مانگیں پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے منیٰ کی طرف لوٹیں، پھر جب "جمرہ عقبیٰ" کی طرف پہنچے تو سات کنکریوں کیساتھ اس کی رمی کرے اور تلبیہ پہلی کنکری مارنے کیساتھ ہی ختم کردے پھر ذبح کرے، جب چاہے پھر اپنے سر کو منڈوائے یا قصر کرے، پھر قربانی کے تینوں دن کے درمیان مکہ کی طرف جائے تاکہ طواف زیارت کرے، پھر منیٰ کی طرف لوٹے اور اس میں قیام کرے۔

......گیارھویں دن کے احکام :

پھر جب گیارھویں دن کا سورج ڈھل جائے تو تینوں جمروں کی رمی کرے پہلے اس جمرہ (جمرہ اولیٰ) سے شروع کرے جو کہ مسجدِ خیف سے ملا ہوا ہے پھر سات کنکریاں اس کو مارے ہر کنکری مارتے وقت تکبیر کہے پھر اس کے پاس ٹھہرے اور دعا مانگے پھر درمیانی جمرے (جمرہ وسطیٰ) کی رمی کرے اور اس کے پاس ٹھہرے پھر آخری جمرے (جمرہ عقبیٰ) کی رمی کرے، اور اس کے پاس نہ ٹھہرے۔

......بارھویں ذی الحجہ کے احکام :

پھر جب بارھویں دن کا سورج ڈھل جائے تو گزشتہ دنوں کی طرح تینوں جمروں کی رمی کرے، اور رمی کے دنوں میں منیٰ میں رات گذارے، پھر مکہ کی طرف چلے اور وادی محصب میں کچھ دیر ٹھہرے، پھر مکہ میں داخل ہو کر بیت اللہ کے گرد بغیر رمل اور سعی کے سات چکر لگائے، اس طواف کا نام "طوافِ وداع" ہے اور طوافِ صدر بھی نام رکھا جاتا ہے اور طواف کے بعد دو رکعت پڑھے پھر زمزم کے کنویں کے پاس آئے پھر اس کا پانی کھڑے ہو کر پیئے، پھر ملتزم کے پاس آئے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائے، اور جو چاہے دعا مانگے اور پھر جب اپنے گھر والوں کی طرف لوٹنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے مناسب ہے کہ بیت اللہ کی جدائی پر روتے ہوئے اور حسرت کے ساتھ لوٹے۔



حج کے واجبات:

حج میں بہت سی چیزیں واجب ہیں:

(۱) میقات سے پہلے احرام باندھنا۔

(۲) وقوفِ مزدلفہ۔

◉ مزدلفہ منیٰ سے متصل میدان کا نام ہے۔ جہاں میدانِ عرفات سے وقوف کرنے کے بعد دسویں ذی الحجہ کی رات گذاری جاتی ہے۔

◉ اور وقوفِ مزدلفہ کا وقت دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبحِ صادق سے لیکر طلوعِ آفتاب تک ہے۔

◉ اس وقت میں ایک لحظہ بھی وقوف کرنے سے واجب ادا ہو جاتا ہے۔

(۳) طوافِ زیارت ایاّمِ قربانی (دسویں، گیارھویں اور بارھویں ذی الحجہ) میں کرنا۔

(۴) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

(۵) سعی میں صفا سے ابتداء کرنا اور مروہ پر ختم کرنا۔

(٦) سعی کی مقدار سات چکر ہیں، جن میں صفا سے لیکر مروہ تک ایک چکر اور مروہ سے صفا تک دوسرا چکر ہے۔ اسی طرح سات چکر پورے کئے جائیں گے اور ساتواں چکر مروہ پر ختم ہوگا۔

(۷) اہلِ مکہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کیلئے "طوافِ صدر" کرنا۔ اسے "طوافِ وداع" بھی کہتے ہیں۔

(۸) یہ طواف مکہ سے اپنے گھر کو واپس لوٹنے سے پہلے الوداعی طور پر کیا جاتا ہے۔

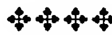
(۹) ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز ادا کرنا، قربانی کے تینوں دن (ایاّم النحر) میں جمرات کو کنکریاں مارنا۔

(۱۰) حرم کی زمین میں حلق یا قصر کرنا۔ حلق یا قصر کا ایاّم قربانی میں ہونا۔

(۱۱) طواف اور سعی کے دوران حَدَثِ اصغر اور حَدَثِ اکبر سے پاک ہونا۔

(۱۲) احرام کے تمام ممنوعات کا چھوڑ دینا واجب ہے۔ جیسے

☆ سلے ہوئے کپڑے پہننا۔ ☆ سر کو چھپانا۔ ☆ چہرے کو ڈھانپنا ☆ شکار کو قتل کرنا۔ ☆ گناہوں کو چھوڑ دینا۔ ☆ لڑائی جھگڑا گالم گلوچ کرنا۔ ☆ بیوی سے ازدواجی تعلق یا اس کے مقدمات (بوس وکنار، شہوت سے چھونا وغیرہ) ترک کر دینا۔



حج میں وہ افعال جو مسنون ہیں :

حج میں بہت سارے اعمال مسنون ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) احرام باندھنے سے پہلے غسل یا وضو کر لینا۔

(۲) احرام میں دو سفید اور نئی چادریں استعمال کرنا، اگر نئی چادریں میسر نہ ہوں تو دھلی ہوئی اور صاف

ستھری چادریں استعمال کرنا۔

(۳) احرام کی نیت کرنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا۔

(۴) کثرت سے "تلبیہ" پڑھنا۔

(۵) اہلِ مکہ کے علاوہ باقی حضرات کیلئے "طوافِ قدوم" کرنا۔

طوافِ قدوم کا مطلب : اہلِ مکہ کے علاوہ باقی حضرات مسجدِ حرام پہنچ کر بطورِ استقبال بیت اللہ شریف کے جو طواف کرتے ہیں "طواف قدوم" کہلاتا ہے۔

(٦) مکہ کے قیام کے دوران بکثرت طواف کرتے رہنا۔

(۷) طواف کے دوران اضطباع کرنا۔

اضطباع کا مطلب : "اضطباع" کا مطلب یہ ہے کہ طواف شروع کرنے سے پہلے اپنی چادر اس طرح اوڑھنا کہ دایاں کندھا ننگا ہو۔ اور چادر کا دوسرا کنارہ بائیں کندھے پر ڈالا ہوا ہو جس سے بایاں کندھا ڈھکا ہوا ہو۔

(۸) طواف کے دوران رمل کرنا۔

رمل کا مطلب : طواف میں اس طرح اکڑ اکڑ کر پہلوانوں کی طرح چلنا کہ اس کے کندھے حرکت کر رہے ہوں اور چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے چل رہا ہو۔

◉ یاد رہے کہ طواف میں سات چکر ہوتے ہیں مگر "رمل" ان میں سے پہلے تین چکروں میں مسنون ہے۔

(۹) صفا و مروہ کی سعی کے دوران جب دو سبز نشان آجائیں (آجکل سبز رنگ کی ٹیوب لائٹس کا انتظام ہے) تو ان نشانات کے درمیان قدرے دوڑ کر چلنا۔ اس کے علاوہ باقی سعی اپنی رفتار اور طبعی چال کے مطابق کرنا۔

یاد رہے کہ صفا اور مروہ کی سعی میں بھی سات چکر مسنون ہیں لہٰذا ہر چکر میں جب بھی سبز نشان آئے تو ایک نشان سے دوسرے نشان تک مردوں کے لئے تیز چلنا مسنون ہے۔

ان نشانات کو "اَلْمِیْلَیْنِ الْاَخْضَرَین" کہتے ہیں۔

(۱۰) طواف میں ہر چکر پورا ہونے پر "حجرِ اسود" کو بوسہ دینا، اگر بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو استلام کرنا مسنون ہے۔

بوسہ دینے کا طریقہ : بوسہ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ چاندی کے خول پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر اس طرح

بوسہ دے کہ ہونٹ حجرِ اسود پر رکھے ہوں، مگر بوسہ کی آواز پیدا نہ ہو۔

استلام کا طریقہ : بھیڑ اور رش کی وجہ سے بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو دور سے اپنے دونوں ہاتھوں سے حجرِ اسود کو چھوئے اور حجرِ اسود پر ہاتھ رکھ دے اور پھر اپنے ہاتھوں کو چوم لے اور اگر ہاتھ رکھنا بھی مشکل ہو تو بس دور سے حجرِ اسود کو اشارہ کر کے اپنے ہاتھوں کو بوسہ دیدے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ : خوب یاد رہے کہ حجرِ اسود کو بوسہ دینا سنّت ہے، بوسہ ممکن نہ ہو تو اس کا متبادل "استلام" کی صورت میں موجود ہے۔ مگر لوگوں کو تکلیف سے بچانا واجب ہے اور تکلیف پہنچانا حرام ہے۔

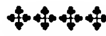
مگر افسوس! طواف میں بکثرت دیکھنے میں آتا ہے کہ حجرِ اسود کو بوسہ دینے کیلئے خوب دھکم پیل ہوتی ہے، دوسروں کو ایذاء دی جاتی ہے، ایک سنّت کی خاطر ناجائز اور حرام کی پرواہ نہیں کی جاتی ایسے لوگوں پر یہ کہاوت خوب صادق آتی ہے: **"حفظت شيئاً وغابت عنك أشياء"**

یعنی ایک چیز کا تو خیال کر لیا، مگر بے شمار ضروری چیزیں ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔

(۱۱) منیٰ میں جمرات کو کنکریاں مارنے کیلئے گیارھویں اور بارھویں ذی الحجہ کی راتیں منیٰ میں گذارنا۔

(۱۲) "حجِ افراد" کرنے والے کا قربانی کرنا۔

(۱۳) منیٰ سے واپسی پر کچھ دیر "وادیٔ مُحَصَّب" میں ٹھہرنا۔



احرام کے احکام ومسائل

احرام باندھنے کے بعد بعض چیزیں ممنوع ہو جاتی ہیں بعض مکروہ اور بعض جائز اس کی تفصیل "معلم الحجّاج" اور "عمدۃ المناسک" میں ہے یہاں بقدرِ ضرورت اس کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے۔

احرام میں ممنوع باتیں :

احرام کی حالت میں درجِ ذیل امور کا ارتکاب ممنوع ہے ان کے کرنے سے گناہ بھی ہوتا ہے اور جرمانہ بھی واجب ہوتا ہے چنانچہ بعض صورتوں میں دم واجب ہوتا ہے یعنی قربانی واجب ہوتی ہے اور بعض صورتوں میں صدقہ واجب ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں صرف گناہ ہوتا ہے دم وغیرہ واجب نہیں ہوتا، اگر ایسی غلطی ہو جائے تو معتبر اہلِ

فتویٰ علمائے کرام سے اسکا حکم دریافت کر کے عمل کریں یا معتبر کتابوں میں دیکھیں۔

یاد رہے کہ ان امور کا کرنا گناہ تو ہے ہی اس سے انسان کا حج وعمرہ بھی ناقص ہو جاتا ہے اس لئے ممنوعاتِ احرام سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔

- احرام کی حالت میں مرد حضرات کو سلے ہوئے کپڑے پہننا منع ہے، ایسا جوتا پہننا بھی منع ہے جس میں پیر کی پشت کی درمیانی ابھری ہوئی ہڈی چھپ جائے البتہ خواتین سلے ہوئے کپڑے پہنی رہیں اور انہیں ہر قسم کا جوتا استعمال کرنا بھی جائز ہے۔
- احرام کی حالت میں مرد حضرات کو سر اور چہرہ سے اور خواتین کو صرف چہرے سے کپڑا لگانا اور ان کو کپڑے سے ڈھانکنا منع ہے، سوتے جاگتے ہر وقت ان کو کھلا رکھیں۔
- احرام کی حالت میں جانگیہ پہننا جائز نہیں، البتہ ناف وغیرہ اترنے کے عذر کی وجہ سے لنگوٹ باندھنا جائز ہے، نیز سر اور چہرہ پر پٹی باندھنا بھی درست نہیں۔
- خوشبودار سرمہ لگانا منع ہے البتہ بغیر خوشبو کا سرمہ لگانا جائز ہے لیکن نہ لگانا اس سے بھی افضل ہے۔
- خوشبودار صابن استعمال کرنا منع ہے۔
- جسم یا کپڑوں پر کسی قسم کی خوشبو لگانا سر یا جسم پر خوشبودار تیل لگانا یا خالص زیتون یا تل کا تیل لگانا منع ہے البتہ ان تیلوں کے سوا بغیر خوشبو کے دیگر تیل لگانا جائز ہے۔
- سر یا جسم کے کسی حصّے کے بال کاٹنا یا کٹوانا اور ناخن کترنا منع ہے۔
- اپنے سر یا جسم یا اپنے کپڑوں کی جوئیں مارنا یا جوئیں مارنے کیلئے کپڑے کو دھوپ میں ڈالنا منع ہے۔
- بیوی سے ہمبستری کرنا یا ہمبستری کی باتیں کرنا یا شہوت سے بوس وکنار کرنا یا شہوت سے چھونا منع ہے۔
- احرام کی حالت میں ہر قسم کے گناہوں سے بطورِ خاص بچنا جیسے غیبت کرنا یا چغلی کرنا، فضول باتیں کرنا، بے فائدہ کلام کرنا، بے جا مذاق کرنا، کسی کو ناحق ذلیل ورسوا کرنا اور خاص کر خواتین کو بے پردہ رہنا یہ سب باتیں بغیر احرام کے بھی ناجائز ہیں اور احرام کی حالت میں خاص طور پر ناجائز اور گناہ ہیں۔
- حالتِ احرام میں لڑائی جھگڑا کرنا یا بیجا غصہ کرنا بڑا گناہ ہے اس سے بطورِ خاص بچنا چاہئے، بعض حجاج اس گناہ میں بہت مبتلاء نظر آتے ہیں۔

✣✣✣✣

احرام میں مکروہ باتیں :

احرام باندھنے کے بعد درج ذیل امور کا ارتکاب مکروہ اور گناہ ہے ان سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے اگر غلطی سے ارتکاب ہو جائے تو توبہ واستغفار کرنا چاہئے لیکن ان میں کوئی جرمانہ واجب نہیں۔

- لونگ، الائچی اور خوشبودار تمبا کو ڈال کر پان کھانا مکروہ ہے لیکن سادہ پان کھانا جائز ہے۔
- جسم سے میل دور کرنا اور جسم کو بغیر خوشبودار صابن سے دھونا مکروہ ہے۔
- سر اور داڑھی کے بالوں میں کنگھا کرنا بھی مکروہ ہے۔
- اگر بال ٹوٹنے اور اکھڑنے کا خطرہ ہو تو سر کھجلانا بھی مکروہ ہے ہاں آہستہ کھجلانا کہ بال اور جوئیں نہ گریں تو جائز ہے۔
- اگر احرام کی چادریں تبدیل کرنی ہوں یا خواتین کو کپڑے بدلنا ہوں تو ان میں کسی قسم کی خوشبو بسی ہوئی نہ ہونی چاہئے۔
- خوشبودار میوہ اور خوشبودار گھاس سونگھنا اور چھونا مکروہ ہے اور خوشبو کو چھونا اور سونگھنا بھی مکروہ ہے البتہ اگر بلا ارادہ ناک میں خوشبو آجائے تو کوئی حرج نہیں۔
- خوشبودار کھانا بغیر پکا ہوا مکروہ ہے البتہ پکا ہوا خوشبودار کھانا مکروہ نہیں۔
- خوشبودار پھول سونگھنا یا ان کا ہار گلے میں ڈالنا مکروہ اور منع ہے۔
- اوندھا ہو کر منہ کے بل لیٹ کر تکیہ پر پیشانی رکھنا مکروہ ہے البتہ سر یا رخسار تکیہ پر رکھنا مکروہ نہیں، جائز ہے۔
- کپڑے یا تولیہ سے منہ پونچھنا مکروہ ہے البتہ ہاتھ سے چہرہ صاف کریں کپڑا استعمال نہ کریں اسی طرح کعبہ کے پردے کے نیچے اس طرح کھڑے ہونا کہ پردہ منہ کو لگے مکروہ ہے اور اگر سر اور چہرہ کو پردہ نہ لگے تو جائز ہے۔
- احرام کے تہبند کے دونوں پلوں کو آگے سے سینا مکروہ ہے تاہم اگر کسی نے ستر کی حفاظت کیلئے ایسا کیا تو دم یا صدقہ واجب نہ ہوگا۔
- سر اور چہرہ کے سوا جسم کے دیگر اعضاء پر بلا عذر پٹی باندھنا، بلا عذر لنگوٹ باندھنا مکروہ ہے اور عذر میں مکروہ نہیں اور سر اور چہرہ پر پٹی وغیرہ باندھنا درست نہیں خواہ عذر ہو یا نہ ہو۔

❖❖❖❖❖

جائز باتیں :

احرام کی حالت میں درجِ ذیل امور بلا کراہت جائز ہیں:

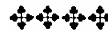
- ٹھنڈک حاصل کرنے یا تازگی حاصل کرنے یا گرد وغبار دور کرنے کیلئے خالص پانی سے خواہ وہ پانی ٹھنڈا ہو یا گرم غسل کرنا جائز ہے لیکن جسم سے میل دور نہ کریں۔
- انگوٹھی پہننا، چشمہ لگانا، چھتری استعمال کرنا، آئینہ دیکھنا، مسواک کرنا، دانت اکھاڑنا، ٹوٹے ہوئے ناخن کاٹنا درست ہے۔
- خواتین کے لئے دستانے پہننا جائز ہے مگر نہ پہننا اولیٰ ہے اسی طرح خواتین کو زیورات پہننا جائز ہے مگر نہ پہننا اچھا ہے۔
- بغیر خوشبو والا سرمہ لگانا اور زخمی اعضاء پر پٹی باندھنا جائز ہے لیکن زخمی سر اور چہرہ پر پٹی باندھنا درست نہیں لیکن دوا لگانا درست ہے۔
- سر یا رخسار تکیہ پر رکھنا۔
- اپنا ہاتھ یا دوسرے کا ہاتھ منہ یا ناک پر رکھنا۔
- بالٹی یا کین یا تسلہ وغیرہ سر پر اٹھانا۔
- زخم یا ورم پر بغیر خوشبو والا تیل لگانا۔
- موذی جانوروں کو مارنا چاہے وہ حرم ہی میں ہوں جیسے سانپ، بچھو، مچھر، بھڑ، تتیا اور کھٹمل وغیرہ۔
- سوڈا اور کوئی پانی کی بوتل یا شربت جس میں خوشبو ملی ہوئی نہ ہو پینا جائز ہے اور جس بوتل میں خوشبو ملی ہوئی ہو اگرچہ برائے نام ہو اس کو پینے سے بچنا چاہئے ورنہ صدقہ واجب ہوگا۔
- احرام کے تہبند میں روپیہ یا گھڑی وغیرہ رکھنے کیلئے جیب لگانا جائز ہے۔
- پیٹی یا ہمیانی لنگی کے اوپر یا نیچے باندھنا جائز ہے اور قطرہ یا ہرنیا کی بیماری میں لنگوٹ کس کر باندھنا جائز ہے لیکن جانگیہ پہننا جائز نہیں۔



عمرہ کے احکام

عمرہ کا حکم :

اگر کسی شخص میں وہ تمام شرائط پائی جائیں جو حج کے فرض ہونے کیلئے ضروری ہیں تو اس پر زندگی بھر میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا "سنّتِ مؤکدہ" ہے۔



عمرہ کرنا کب مکروہ ہے؟

آٹھویں ذی الحجہ سے لیکر بارھویں ذی الحجہ کی شام تک یہ پانچوں دن چونکہ حج کے دن ہیں، لہٰذا ان دنوں میں عمرہ کا احرام باندھنا مکروہ ہے۔ ان پانچ دنوں کے علاوہ سارا سال عمرہ کرنا جائز ہے۔



عمرہ کے فرائض :

عمرہ کے چار فرائض ہیں ان میں سے کوئی فرض بھی چھوٹ جائے تو عمرہ ادا نہیں ہوتا۔

(۱) میقات سے پہلے احرام باندھنا۔

(۲) طواف کرنا۔

(۳) طواف کے بعد صفا و مروہ کی سعی کرنا۔

(۴) حلق (سر منڈوانا) یا قصر (بال کٹوانا)



عمرہ کرنے کا طریقہ :

◉ اگر آفاقی عمرہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے میقات سے پہلے احرام باندھ لے۔ اگر وہ مکّی ہے (خواہ وہ مکہ کا رہائشی ہو یا مکہ میں مقیم ہو) تو وہ "حِل" سے احرام باندھے اور حلّ (حدودِ حرم سے باہر میقات تک علاقہ) میں سے تنعیم (مسجدِ عائشہ) سے احرام باندھنا افضل ہے۔

◉ پھر بیت اللہ شریف کا اس طرح طواف کرے کہ اس کے پہلے تین چکروں میں "رمل" اور تمام

چکروں میں "اضطباع" کرے۔

- طواف کے بعد "مقامِ ابراھیم" یا "مسجدِ حرام" میں کہیں بھی دو رکعت "طواف" ادا کرے۔
- اس کے بعد زم زم کے کنویں پر جا کر خوب سیر ہو کر زمزم پیئے بطورِ برکت اپنے اوپر ملے۔
- پھر صفا اور مروہ کی سعی کرے۔ سعی سے فارغ ہو کر حلق کروائے یا قصر۔ حلق یا قصر کے بعد اس کا احرام کھل جائیگا اور اسکا عمرہ مکمل ہو جائیگا۔



حج کی اقسام :

حج کی تین قسمیں ہیں:

(۱) حجِ افراد۔ (۲) حجِ تمتع۔ (۳) حجِ قران۔

(۱) حجِ اِفراد :

اگر حاجی میقات سے صرف حج کی نیت سے احرام باندھے تو اس کو "حجِ اِفراد" کہتے ہیں، اور ایسے حاجی کو "مفرد" کہتے ہیں۔

گذشتہ صفحات میں حج کرنے کا جو طریقہ ذکر کیا گیا ہے، اس کے مطابق "مفرد" حج کرے۔

(۲) حجِ تمتع :

اگر حاجی حج کے مہینوں (شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ) میں میقات سے صرف عمرہ کی نیت سے احرام باندھے اور عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور پھر ایامِ حج سے پہلے ۸/ذی الحجہ کو مکہ سے ہی حج کا احرام باندھ کر حج کرلے تو ایسے حج کو "حجِ تمتع" اور ایسے حاجی کو "متمتع" کہتے ہیں۔

اس حج کو تمتع اس لئے کہتے ہیں کہ تمتع کا معنیٰ ہے کہ فائدہ حاصل کرنا اور نفع اٹھانا، چونکہ یہ حاجی بھی ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ دونوں کا فائدہ اٹھاتا ہے اس لئے اسے "حجِ تمتع" کہتے ہیں۔

(۳) حجِ قران :

اگر حاجی حج کے مہینوں میں میقات سے عمرہ اور حج دونوں کی نیت سے احرام باندھے اور عمرہ کرنے کے بعد یہ حاجی احرام نہیں کھولتا بلکہ اسی طرح احرام کی حالت میں رہتا ہے، یہاں تک کہ ایامِ حج میں اسی احرام کیساتھ حج بھی کر لیتا ہے تو ایسے حج کو "حج قران" اور ایسے حاجی کو "قارن" کہتے ہیں۔

اس حج کو قران اس لئے کہتے ہیں کہ قران کا معنی ہے دو چیزوں کو ملانا اور جوڑنا، چونکہ حاجی بھی عمرہ اور حج کو اپنے احرام میں ملا دیتا ہے اس لئے اس کو "حجِ قران" کہتے ہیں۔



حجِ قِران، تمتّع اور اِفراد میں فرق

(ا) پہلا فرق :

◉ حجِ اِفراد میں احرام باندھتے وقت صرف حج کی نیّت ہوتی ہے اور اس موقع پر یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُرِیْدُالْحَجَّ فَیَسِّرہُ لِی وَتَقَبَّلْه مِنِّی"

◉ حجِ تمتّع میں احرام باندھتے ہوئے صرف عمرہ کی نیّت ہوتی ہے کیونکہ حج کا احرام دوبارہ ایامِ حج میں باندھا جائیگا۔لہٰذا اس موقع پر یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُرِیْدُ الْعُمْرۃَفَیَسِّرْھَالِی وَتَقَبَّلْھَامِنِّی"

◉ اور حجِ قِران کے موقع پر احرام باندھتے ہوئے عمرہ اور حج دونوں کی نیّت کی جاتی ہے۔لہٰذا اس موقع پر قارن کیلئے یہ دعا مسنون ہے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُرِیْدُالْحَجَّ وَالْعُمْرۃَفَیَسِّرْھمالی وتَقَبَّلْھُمَامِنِّی"

(۲) دوسرا فرق :

مفرد پہلے طوافِ قدوم کرے گا، جبکہ قارن اور متمتع سب سے پہلے عمرہ کا طواف کریں گے۔طوافِ قدوم سنّت ہے جبکہ طوافِ عمرہ رکن ہے۔

(۳) تیسرا فرق :

مفرد پر قربانی واجب نہیں ہے بلکہ مسنون ہے، جبکہ قارن اور متمتع پر قربانی واجب ہوتی ہے اور اگر ان میں قربانی کی طاقت نہ ہو تو وہ دس روزے رکھیں، جن میں سے تین روزے مکے میں ہی دس ذی الحج سے پہلے پہلے رکھنا واجب ہیں۔بقیہ سات روزے افعالِ حج سے فارغ ہو کر رکھے، خواہ مکہ ہی میں رکھے، یا گھر واپس آ کر رکھے۔

(۴) چوتھا فرق :

قارن اور متمتع پر واجب ہے کہ وہ درج ذیل ترتیب کا خیال رکھتے ہوئے افعالِ حج انجام دیں۔

(۱) پہلے رمی (جمرات کو کنکریاں مارنا) (۲) پھر ذبح (یعنی قربانی کرنا) (۳) پھر حلق یا قصر کروانا (سر منڈوانا)۔

جبکہ مفرد پر مندرجہ بالا ترتیب کا خیال رکھنا واجب نہیں ہے۔

(۵) پانچواں فرق :

فضیلت کے اعتبار سے حضرتِ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک حج قران سب سے افضل ہے۔ اور حج تمتع حج افراد سے افضل ہے۔



مرد اور عورت کے حج اور عمرہ کے افعال میں فرق :

مرد اور عورت کے افعالِ حج میں جو فرق ہے اسے نمبر وار ذکر کیا جاتا ہے۔ باقی تمام افعال میں عورت کیلئے وہی احکام ہیں، جو مرد کیلئے ہیں:

(۱) مردوں کو "تلبیہ" اونچی آواز سے پڑھنا چاہئے جبکہ خواتین آہستہ آواز سے تلبیہ پڑھیں، کیونکہ انکی آواز بھی پردہ میں شامل ہے۔

(۲) احرام کی حالت میں مردوں کو سلا ہوا کپڑا پہننا ممنوع ہے تاہم عورت احرام کی حالت میں بھی سلا ہوا کپڑا پہنے گی۔

(۳) مرد حضرات کو احرام کی حالت میں اپنا سر ننگا رکھنا ضروری ہے جبکہ عورت پر اپنا سر چھپانا ضروری ہے۔

(۴) مرد حضرات طواف کے پہلے تین چکروں میں "رمل" کرتے ہیں جبکہ عورت کیلئے "رمل" درست نہیں ہے۔

(۵) مرد حضرات کو طواف کی حالت میں اضطباع کرنا مسنون ہے، جبکہ عورت کیلئے اضطباع جائز نہیں ہے۔

(۶) سعی کے دوران مرد حضرات "میلین اخضرین" (دو سبز نشانوں) کے درمیان قدرے تیز دوڑتے ہیں، جبکہ عورت اپنی رفتار پر چلتی رہے اس کیلئے دوڑنا درست نہیں ہے۔

(۷) مرد حضرات حلق یا قصر میں سے جو چاہیں کریں، جبکہ عورتوں کیلئے صرف قصر متعین ہے انہیں چوتھائی سر کے بال انگلی کے پورے کے برابر کتروانا واجب ہے اور تمام سر کے بال کتروانے مسنون ہیں اور حلق جائز نہیں ہے۔

(۸) مرد حضرات کو موزے، دستانے، بوٹ وغیرہ (جس سے پاؤں کی ابھری ہوئی ہڈی چھپ جائے) پہننا جائز نہیں ہے، جبکہ خواتین کیلئے جائز ہیں۔

(۹) عورت کیلئے زیور پہننا بھی جائز ہے۔

(۱۰) عورت حیض ونفاس کی حالت میں وقوفِ عرفات تو کرسکتی ہے، البتہ طوافِ زیارت نہیں کرسکتی، کیونکہ طواف مسجدِ حرام میں ہوتا ہے اور حَدَثِ اکبر کی حالت میں مسجد میں جانا جائز نہیں ہے لہٰذا عورت پاک ہونے کے بعد طواف کرے۔

◉ عورت کے لئے اس غرض سے ممسک حیض (وقتی طور پر ماہواری روکنے والی) ادویہ استعمال کرنا جائز ہے کہ وہ تمام افعال حج پاکی کی حالت میں ادا کرسکے۔



جِنایات کا بیان

جِنایات کی تفصیل اور ان کے ارتکاب کی صورت میں شریعت کی طرف سے لازم آنے والی جزا (سزا) کے تفصیلی بیان کو چھیڑنے سے پہلے چند اصولی باتیں اور ضابطے ذکر کئے جاتے ہیں۔

پہلی بحث :

(۱) **جِنایت کی تعریف** : ممنوعاتِ احرام میں سے کسی بات کے ارتکاب کرنے اور حج کے دیگر احکام کی خلاف ورزی کرنے کو "جِنایت" کہتے ہیں۔

(۲) **جِنایت کی قسمیں** : جِنایت کی دو قسمیں ہیں:

(ا) ان ممنوعات میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرنا جو احرام کی وجہ سے زمانۂ احرام میں ممنوع ہیں۔ اس کو "جنایت علی الاحرام" (احرام کی جِنایت) کہتے ہیں۔ اسی طرح حج کے واجبات میں سے کسی واجب کو چھوڑ دینا، یا اس

کے ادا کرنے میں کوتاہی کرنا۔ اسے بھی "جنایت علی الاحرام" میں داخل کیا جاتا ہے کیونکہ یہ جنایت بھی زمانۂ احرام اور زمانۂ حج میں ہوتی ہے۔

(ب) حدودِ حرم میں رہتے ہوئے ایسے کام کرنا۔ جس سے شریعت نے منع کیا ہو، مثلاً حدودِ حرم میں شکار کرنا، یا کسی کی شکار کے بارے میں رہنمائی کرنا کہ فلاں جگہ شکار ہے، یا کسی شکار کی طرف اشارہ کرنا تا کہ شکاری اسے نشانے پر لے لے یا حدودِ حرم میں حرم کا درخت اکھاڑنا، گھاس کاٹنا وغیرہ۔ اس جنایت کو جنایت علی الحرم کہہ سکتے ہیں۔

جنایت کی دونوں قسموں میں فرق :

پہلی قسم کی جنایت اگر مُحرِم (احرام والا) کی طرف سے ہو، تو جزا لازم ہوگی، اگر محرِم کی طرف سے نہ ہو بلکہ ایسے شخص کی طرف سے ہو جس نے احرام نہ باندھا ہو، یا احرام کھول چکا ہو تو اس پر جزا لازم نہ ہوگی۔

جبکہ دوسری قسم کی جنایت کا تعلق حرم کی زمین سے ہے، لہٰذا کوئی شخص بھی ارتکاب کرے، خواہ مُحرِم ہو یا نہ ہو، بلکہ حلالی ہو، اس پر بھی جزا لازم آئے گی۔



دوسری بحث :

(ا) ممنوعاتِ احرام کا معاملہ عام عبادات سے مختلف ہے۔ عام عبادات (نماز، روزہ وغیرہ) میں خطا، نسیان اور عذر وغیرہ سے احکام بدل جاتے ہیں، مگر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب جس حالت میں بھی ہو جزا لازم ہوتی ہے۔ خواہ بھول کر ہو یا غلطی سے، عذر کی وجہ سے ہو یا بلا عذر ہو، ہوش کی حالت میں ہو یا بے ہوشی کی حالت میں ہو، جبر واکراہ کے ذریعے سے ہو یا اپنی خوشی سے، یا مجبوری سے، خود کرے یا کسی دوسرے شخص سے کرائے، سوتے ہوئے یا جاگتے ہوئے، خواہ مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے، الغرض ہر حالت میں جزا لازم آتی ہے۔

(ب) البتہ بھول چوک، غلطی، نیند، بے ہوشی، مجبوری یا عذر کی حالت میں اس جنایت کی وجہ سے صرف جزا لازم آتی ہے، گناہ نہیں ہوتا جس پر توبہ واستغفار ضروری ہو۔

(ج) بغیر عذر کے کسی ممنوع کام کا ارتکاب ہو جائے، تو وہی جزا متعین ہے، جو شریعت کی طرف سے اس صورت میں مقرر کی گئی ہے۔ عذر کی صورت میں جزاء تو ضرور واجب ہوتی ہے، مگر اس میں بہت سی سہولت رکھی گئی ہے (جس کا بیان آگے آرہا ہے)۔



تیسری بحث :

جنایات کے ارتکاب کی صورت میں جو جزا لازم ہوتی ہے، اسکا فوری ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ زندگی بھر میں جب بھی موقع ملے ادا کرسکتا ہے، تاہم جلدی ادا کرنا افضل ہے۔



چوتھی بحث :

جنایات کے باب میں جو اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں انکی تشریح ضروری ہے:

دم : دَم کا معنی "خون" ہے۔ اس سے مراد بکری، دنبہ یا گائے اور اونٹ وغیرہ کا ساتواں حصہ ہے، اور اس میں وہ تمام شرائط ضروری ہیں، جو قربانی کے جانور میں ضروری ہوتی ہیں۔

بُدْنَۃ : اس سے مراد کامل گائے (ساتوں حصے) اور کامل اونٹ ہے۔

صَدَقہ : جہاں صدقہ کا لفظ مطلق بغیر کسی قید اور تفصیل کے ذکر کیا جائے تو اس سے مراد صدقۃ الفطر کی مقدار ہوتی ہے (یعنی پونے دو سیر گندم یا اسکی قیمت وغیرہ)۔

کچھ صدقہ : اگر مطلق صدقہ کی بجائے کچھ صدقہ کہا جائے تو اس سے مراد یہ ہے کہ مٹھی بھر غلہ یا کھجوریں یا انکی قیمت یا باریک روٹی، یا ایک دو ریال نقد کافی ہیں۔

البتہ اگر جنایات کے باب میں کپڑے پہننے، خوشبو لگانے، ناخن کاٹنے، اور بال منڈانے کی جزا میں لفظ "صدقہ" کا آیا ہے۔ وہاں بعض صورتوں میں چھ مساکین کو صدقۃ الفطر کی مقدار دینا مراد ہے، بشرطیکہ وہ جنایات کامل بھی نہ ہو، اور عذر کی حالت بھی نہ ہو۔ (جسکی تشریح آگے آرہی ہے)



پانچویں بحث :

جنایات کی صورت میں عذر اور بلا عذر کا فرق :

جنایات کے باب میں عذر سے مراد بخار، سردی، درد، جوئیں، زخم اور پردہ داخل ہے، جسمیں مشقت اور تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہلاکت یا بیماری کے بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے کا خطرہ ہو۔ بس! صرف مشقت اور تکلیف میں زیادتی ہی عذر ہے، خطا، نسیان، بے ہوشی، نیند اور مفلسی عذر میں داخل نہیں ہے۔



چھٹی بحث :

شکار(صَید) کی تعریف : شکار سے مراد ہر وہ جانور ہے جس میں دو باتیں پائی جائیں۔

(ا) جو اپنی اصل خلقت (پیدائش) میں فطری طور پر وحشی ہو(یعنی لوگوں سے متنفر ہوتا اور بھاگتا ہو) خواہ بعد میں اسے مانوس کیا گیا ہو۔

(ب) جو اپنے پروں کے ذریعے اڑ کر یا پنجوں کے ذریعے اپنا دفاع کرتا ہو۔ جیسے فاختہ، کوّا، چڑیا، کبوتر (کبوتر چاہے گھریلو ہو، کیونکہ یہ اپنی اصل حقیقت میں متوحش ہے، اگر چہ بعد میں مانوس کرلیا جاتا ہے) ہرن اور نیل گائے وغیرہ۔

گھریلو مرغی، گائے بکری وغیرہ، چونکہ اپنی اصل خلقت میں وحشی نہیں ہیں لہٰذا یہ شکار میں داخل نہیں ہیں، اس لئے ان کا ذبح کرنا محرم کیلئے ممنوع نہیں ہے۔



الجِنایۃعلی الحرم : اگر کوئی شخص حرم میں جنایت کرے، خواہ جنایت کرنے والا محرم ہو یا حلال (محرم نہ) ہو۔ دونوں پر جزا ہے۔ اور حرم میں جنایت دو طرح سے ہوسکتی ہے۔

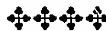
(ا) حرم کا شکار مار ڈالنا۔ (۲) حرم کے درخت یا گھاس وغیرہ کاٹنا۔

(ا) حرم کا شکار مار ڈالنا :

اگر کوئی شخص حرم کے شکار کو مار ڈالے یا حرم کے شکار کے متعلق کسی شکاری کی رہنمائی کرے، یا شکاری کو حرم کے شکار کے بارے میں اشارہ کرے۔ اور وہ شکاری شکار مار ڈالے یا ذبح کردے۔ تو اس پر اس شکار کی قیمت کے برابر رقم صدقہ کرنا واجب ہے۔

(۲) حرم کا درخت کاٹنا .

اگر کوئی شخص خواہ محرم ہو یا حلال، حرم کا درخت کاٹ ڈالے، یا گھاس کاٹ لے تو اس پر درخت اور گھاس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔



الجنایۃعلی الاحرام :

احرام پر جنایت کا مطلب یہ ہے کہ محرم آدمی اپنے احرام کی حالت میں ممنوعاتِ احرام میں سے کسی ممنوع کام کا ارتکاب کر لے، یا حج کے واجبات میں سے کسی واجب کو چھوڑ دے خواہ وہ محرم حدودِ حرم میں اس فعل کا ارتکاب کرے یا حدودِ حرم سے باہر ارتکاب کرے۔

جنایۃ علی الاحرام پر جزا کے اعتبار سے چھ قسمیں بنتی ہیں:

(۱) جس میں حج بالکل فاسد ہو جاتا ہے۔

(۲) جس میں بُدنہ (کامل گائے یا کامل اونٹ) واجب ہوتا ہے۔

(۳) جس میں دَم واجب ہوتا ہے۔

(۴) جس میں صدقہ (صدقۃ الفطر کی مقدار) واجب ہوتا ہے۔

(۵) جس میں کچھ صدقہ (صدقۃ الفطر سے کم مقدار) واجب ہوتا ہے۔

(۶) جس میں قیمت واجب ہوتی ہے۔



اب ہم جنایات سے متعلق تفصیلی باتیں ذکر کرتے ہیں:

پہلی قسم کی تشریح :

وہ جنایت جس کے ارتکاب کی وجہ سے حج فاسد ہو جاتا ہے، اور آئندہ سال اسکی قضاء واجب ہوتی ہے، اور اسکا فساد دَم سے ختم ہوسکتا ہے نہ روزے اور صدقے سے، وہ یہ ہے کہ وقوفِ عرفہ سے پہلے اپنی بیوی سے ہمبستری کرلے تو اس کا حج فاسد ہو جاتا ہے۔ اور آئندہ سال اس کی قضاء واجب ہوتی ہے اور بطورِ کفّارہ اس پر دَم بھی واجب ہوتا ہے، کیونکہ ابھی حج کے دونوں فرض (وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت) باقی ہیں، کہ اس نے جنایات کا ارتکاب کرلیا چنانچہ جنایت انتہائی سنگین ہونے کی وجہ سے سزا بھی سنگین مل گئی۔



دوسری قسم کی تشریح :

وہ جنایت جن کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے بُدنہ (کامل گائے، کامل اونٹ) واجب ہوتا ہے، یہ ہیں:

(۱) وقوفِ عرفہ کے بعد حلق کروانے سے پہلے اپنی بیوی سے ہمبستری کرنا۔

(۲) طوافِ زیارت حَدَثِ اکبر کی حالت میں کرنا۔

لہٰذا جس شخص نے جنابت کی حالت میں، یا عورت نے جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں طوافِ زیارت کرلیا تو اس پر بُدنہ واجب ہے، تاہم اس کا حج فاسد ہونے سے بچ جائے گا۔

چونکہ حج کا ایک رکن وقوفِ عرفہ بغیر جنابت کے ادا کرلیا اور ابھی ایک رکن ہی باقی تھا کہ اس نے جنایت کی لہٰذا اس کیلئے شریعت نے پہلے کی بہ نسبت ہلکی سزا تجویز کی۔



تیسری قسم کی تشریح :

ایسی جنایت کی جس کے ارتکاب کی وجہ سے دَم (بکری، دنبہ، گائے یا اونٹ کا ساتواں حصّہ) واجب ہوتا ہے، کی چند صورتیں ہیں:

(۱) ہمبستری تو نہ کرے، البتّہ ایسا کام کرے جو ہمبستری کا سبب بن سکتا ہو۔ مثلاً بیوی سے بوس وکنار اور شہوت سے اسے چھونا۔

(۲) مکمل ایک دن یا ایک رات تک بغیر کسی عذر کے سلے ہوئے کپڑے پہننا، کیونکہ ایک دن یا ایک رات مکمل کپڑے پہنے رکھنا کامل جنایت ہے، اس لئے کہ اس نے کامل طریقے سے بھرپور نفع اٹھایا ہے، لہٰذا جزا بھی کامل واجب ہوگی۔

(۳) محرم آدمی کا مکمل ایک دن تک اپنا چہرہ یا سر ڈھانپ کر رکھنا۔

(۴) اپنے سر اور داڑھی کو بغیر کسی عذر کے منڈوا دینا۔ چوتھائی سر یا چوتھائی داڑھی بھی ایک کامل عضو کے حکم میں ہے۔

(۵) محرم اپنے اعضاء میں سے ایک بڑے اور پورے عضو پر بغیر کسی عذر کے خوشبو لگالے اگرچہ لمحہ بھر کے لئے لگائی ہو۔ جیسے ران، پنڈلی، بازو، چہرہ، اور سر وغیرہ۔ اور خوشبو چاہے جس قسم کی ہو یہی حکم ہے۔

(٦) ایک ہاتھ کے مکمل یا ایک پاؤں کے مکمل ناخن کاٹ لئے۔ دونوں کاٹ لئے، تب بھی یہی حکم ہے۔

ان تمام صورتوں میں ارتفاق (یعنی ان اشیاء سے نفع حاصل کرنا) کامل طریق پر ہے، لہٰذا سزا بھی کامل ہے۔



چوتھی قسم کی تشریح :

ایسی جنایت کی جس کی وجہ سے صدقۃ الفطر کی مقدار واجب ہوتی ہے۔ چند صورتیں ہیں:

(۱) مُحرم آدمی جب اپنے سر کے چوتھائی یا داڑھی کے چوتھائی حصّے سے کم بال منڈوالے تو صدقہ واجب ہوتا ہے۔

(۲) ایک یا دو ناخن (مکمل ہاتھ سے کم کم) کاٹ لے، تو ہر ناخن کے بدلے میں ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔

(۳) کامل عضو سے کم حصّہ پر یا کسی چھوٹے عضو مثلاً ناک، کان، آنکھ، مونچھ اور انگلی وغیرہ پر خوشبو لگائے۔

(۴) جب سلا ہوا یا خوشبودار کپڑا ایک دن سے کم پہنا ہو۔

(۵) اپنے چہرہ یا سر کو ایک دن سے کم کم ڈھانپا ہو۔

(۶) طواف قدوم (استقبالیہ طواف) یا طواف صدر (الوداعی طواف) بے وضو کرنا۔

(۷) تینوں جمرات میں سے کسی ایک جمرہ کی رمی (کنکریاں مارنا) نہ کرنا۔

****

پانچویں قسم کی تشریح :

ایسی جنایت کی جس کے ارتکاب سے کچھ صدقہ واجب ہوتا ہے، جس کی مقدار صدقۃ الفطر سے کم ہوتی ہے، خواہ ایک مٹھی گندم یا کھجور یا کچھ ریال ہوں اسکی چند صورتیں ہیں۔

(۱) جب ایک جوں یا ایک ٹڈی مار ڈالے، تو جتنا چاہے صدقہ کرے۔

(۲) جب دو جوئیں یا دو ٹڈیاں مار ڈالے تو مٹھی بھر گندم صدقہ کرے۔

لیکن اگر تین جوئیں یا تین ٹڈیاں مار ڈالے تو پھر صدقۃ الفطر کی مقدار (چوتھی قسم کی طرح) واجب ہوتی ہے)۔

*****

چھٹی قسم کی تشریح :

ایسی جنایت جس کے ارتکاب کی وجہ سے قیمت واجب ہوتی ہے، وہ خشکی کے وحشی جانور کو مار ڈالنا ہے، خواہ وہ جانور ماکول اللحم ہو کہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہو (ہرن، نیل گائے وغیرہ) یا ماکول اللحم نہ ہو کہ اس کا گوشت نہ

کھایا جاتا ہو (لومڑی، گیدڑ وغیرہ) اسی طرح خود قتل کرنے کی بجائے اگر کسی شکاری کو اس جانور کا پتہ بتلا دیا، یا اسکی اشارہ کے ذریعے رہنمائی کردی تو تب بھی یہی حکم ہے۔

قیمت کا معیار :

اس جانور کی کتنی قیمت واجب ہوگی؟ اس میں تفصیل یہ ہے کہ جہاں وہ جانور شکار کیا گیا ہے وہاں اسکی جو قیمت ہو یا اس جگہ کے قریبی علاقے میں جو قیمت ہو اسکا اعتبار کیا جائیگا۔ اور وہاں کے دو عادل آدمی اسکی قیمت کا فیصلہ کریں گے۔ جس قدر وہ قیمت بتلا دیں، اس قدر رقم کا صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے۔

اگر اس جانور کی قیمت اس قدر لگے کہ وہ قربانی کے جانور کی قیمت کے برابر ہو جائے، تو اس شخص کو درج ذیل باتوں کا اختیار ہے، جو چاہے کر لے:

(۱) اگر چاہے تو اتنی قیمت کا قربانی کا کوئی جانور خرید کر حرم میں ذبح کر دے۔

(۲) اگر چاہے تو اتنی قیمت کی گندم خرید کر فقراء پر اس طرح صدقہ کر دے، کہ ہر فقیر کو ایک صدقۃ الفطر کی مقدار (پونے دو سیر) گندم دیدے۔

مثال : اتنی قیمت کی گندم خریدی، تو وہ اٹھائیس کلو گندم آئی، اور ہر مسکین کو اگر پونے دو سیر گندم دی، تو کُل سولہ فقیروں پر یہ گندم تقسیم ہو جائے گی۔

(۳) اتنی گندم کی جتنی مقدار بنتی ہے اس میں سے ہر صدقۃ الفطر کی مقدار (پونے دو سیر) کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔

مثال : اتنی قیمت کی گندم خریدی، تو اٹھائیس کلو گندم آئی، ہر ایک فقیر کو ایک صدقۃ الفطر کی مقدار دی جائے، گویا کُل سولہ صدقۃ الفطر ہیں۔

اب یہ شخص ہر صدقۃ الفطر کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔ گویا مجموعی طور پر یہ سولہ روزے رکھ سکتا ہے۔ اور اگر قیمت لگانے کی صورت میں وہ قیمت ایک (ھدی) قربانی کے برابر نہ پہنچے، بلکہ اس سے کم ہو تو اس کو درج ذیل باتوں کا اختیار ہے۔

(۱) اگر چاہے تو اس قیمت کی گندم وغیرہ خرید کر فقراء پر صدقہ کر دے۔

(۲) یا کُل مجموعی گندم کے ہر صدقۃ الفطر کے بدلے ایک دن کا روزہ رکھ لے۔

❖❖❖❖

جنایت کی وہ صورت جس میں کوئی جزا نہیں ہے :

مُحرم اگر ایسا جانور قتل کردے جو عام طور پر تکلیف پہنچانے میں حملہ کرنے میں پہل کرتے ہیں تو اس صورت میں کچھ لازم نہیں ہوتا۔

وہ جانور یہ ہیں:

(۱) سانپ (۲) بچھو (۳) چوہا (۴) کوا (۵) باؤلا کتا (۶) شیر (۷) چیتا (۸) گینڈا (۹) بھڑ (۱۰) مکھی (۱۱) چیونٹی وغیرہ

ان کے علاوہ موذی جانوروں کا بھی یہی حکم ہے۔



ھدی کے احکام

ھدی سے مراد :

"ھدی" سے مراد وہ قربانی کا جانور ہے جس کا تعلق حرم کے ساتھ ہو، خواہ وہ بطور نفل حرم میں ذبح کرنا چاہتا ہو، (جیسے مُفرد کا قربانی کرنا)، یا بطور وجوب اس پر حرم میں قربانی کرنا ضروری ہو۔

پھر وجوب دو وجہ سے ہوسکتا ہے :

(۱) شکر کے طور پر (۲) سزا کے طور پر۔

چنانچہ اگر حاجی حج تمتع یا حج قِران کرے تو اس پر بطور شکر قربانی کرنا واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی سفر میں دو عبادتوں کی توفیق عطا فرمادی، اور اگر حرم یا احرام کی حالت میں کوئی جِنایت ہوگئی جس پر دَم واجب ہوتا ہے تو یہ ھدی بطورِ سزا واجب ہے۔



ھدی کے گوشت کا حکم :

◉ درجِ ذیل صورتوں میں ھدی کا گوشت کھانا خود بھی جائز ہے اور اغنیاء کو کھلانا بھی جائز ہے۔

(۱) ھدی تطوّع (نفلی) (۲) ھدی تمتع۔ (۳) ھدی قِران۔

درج ذیل صورتوں میں ھدی کا گوشت خود کھانا جائز ہے نہ اغنیاء کو کھلانا، بلکہ فقراء و مساکین پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔

(۱) دمِ جنایت۔ (خواہ جنایت حرم میں ہو، یا احرام میں)

(۲) ھدی تطوع جب حرم پہنچنے سے پہلے راستے میں مرنے لگے اور اسے ذبح کر دیا جائے۔



ھدی کی شرائط: ھدی کا حرم میں ذبح کرنا ہی ضروری ہے۔

ھدی چونکہ قربانی ہی کا دوسرا نام ہے، لہٰذا جانوروں کی عمروں، اوصاف، قسموں میں جو شرائط قربانی کے جانور کیلئے ہیں وہی ھدی کیلئے ضروری ہیں۔



مناسکِ حج ایک نظر میں

۸/ذی الحجہ کے دن	۹/ذی الحجہ کے دن	۱۰/ذی الحجہ کے دن
مکہ سے منیٰ کو روانگی	فجر کی نماز منیٰ میں ادا کر کے عرفات کو روانگی	مزدلفہ میں فجر کی نماز کے بعد منیٰ کو روانگی
منیٰ میں آج کے دن	ظہر کی نماز عرفات میں پڑھنی ہے۔	جمرہ عقبہ کی رمی
ظہر	وقوفِ عرفات	قربانی کرنا
عصر	عصر کی نماز عرفات میں پڑھنی ہے۔	سر کے بال منڈوانا یا کتروانا

مغرب	مغرب کے وقت مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ کو روانگی	طوافِ زیارت کو مکہ جانا۔
عشاء پڑھنی ہے	مغرب اور عشاء کی نمازیں عشاء کے وقت مزدلفہ میں ادا کرنی ہیں۔	رات منیٰ میں قیام کرنا
رات منیٰ میں قیام کرنا	رات مزدلفہ میں قیام کرنا	--

۱۱/ذی الحجہ کے دن	۱۲/ذی الحجہ کے دن
منیٰ میں رمی کرنا زوال کے بعد سے صبح صادق تک	منیٰ میں رمی کرنا زوال کے بعد سے صبح سادق تک
چھوٹے جمرہ کی رمی کرنا	چھوٹے جمرہ کی رمی کرنا
درمیانے جمرہ کی رمی کرنا	درمیانے جمرہ کی رمی کرنا
بڑے جمرہ کی رمی کرنا	بڑے جمرہ کی رمی کرنا
طوافِ زیارت اگر کل نہیں کیا تھا تو آج کرلیں	طوافِ زیارت اگر نہیں کیا تھا تو آج مغرب سے پہلے ضرور کرلیں
رات منیٰ میں قیام کرنا	۱۳/ذی الحجہ کو اگر قیام کا ارادہ ہے تو کنکریاں زوال سے پہلے ماری جاسکتی ہیں مگر مکروہ ہے

حج بدل

حج بدل کا مطلب ہے اپنے بدلے اپنے مصارف پر دوسرے سے حج کرانا، ایک شخص پر حج تو فرض ہے لیکن وہ کسی بیماری، معذوری یا مجبوری کی وجہ سے خود حج نہیں کرسکتا، تو اس کے لئے یہ گنجائش ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کو اپنا قائم مقام بنا کر حج کے لئے بھیج دے اور وہ شخص اس کے بجائے حج کرلے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''یارسول اللہ! میرے والد بہت ہی بوڑھے ہو چکے ہیں، نہ وہ حج کر سکتے ہیں نہ عمرہ اور نہ ہی سواری پر بیٹھنے کی ان میں سکت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے والد کی طرف سے حج اور عمرہ ادا کرلو''

اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی بجائے بھی حج ادا کرنا صحیح ہے، اور جو شخص خود اپنا فرض حج ادا نہ کرسکتا ہو وہ دوسرے کو بھیج کر اپنا فریضہ ادا کرسکتا ہے، بلکہ ایسی صورت میں اپنا فریضہ ادا کرنا ہی چاہئے۔ یہ خدا کا قرض ہے اور جو شخص کسی کو بھیجنے کا موقع نہ پاسکے تو وہ وصیت کرجائے کہ اس کے بعد اس کے مال میں سے حجِ بدل کرادیا جائے۔

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کہا:

''یانبی اللہ! میرے والد کا انتقال ہوگیا اور وہ اپنی زندگی میں فریضۂ حج ادا نہ کرسکے تھے، تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارے والد پر کسی کا قرضہ ہوتا تو تم ادا کرتے؟ اس شخص نے کہا، جی ہاں ضرور ادا کرتا تو ارشاد فرمایا تو اللہ کا قرضہ ادا کرنا تو اور ضروری ہے۔

حج بدل صحیح ہونے کی شرطیں:

حج بدل صحیح ہونے کی سولہ شرطیں ہیں جن میں سے پہلی پانچ شرطوں کا تعلق توحجِ بدل کرانے والے کی ذات سے ہے اور گیارہ کا تعلق حجِ بدل کرنے والے شخص سے ہے۔

(۱) حج بدل کرانے والے پر شرعاً حج فرض ہو، اگر کوئی ایسا شخص حجِ بدل کرائے، جس پر حج فرض نہ ہو (یعنی وہ استطاعت نہ رکھتا ہو) تو اس حج بدل سے فرض ادا نہ ہوگا مثلاً اس حج بدل کے بعد وہ شخص صاحب استطاعت بن جائے تو اس کرائے ہوئے حجِ بدل سے اس کا فرض ادا نہ ہوگا بلکہ اس کو حجِ بدل کرانا پڑے گا۔

(۲) حجِ بدل کرانے کے لئے خود حج کرنے سے معذور ہو، اگر معذوری عارضی ہے۔ جس کے زائل

ہونے کی امید ہے، توحجِ بدل کرانے کے بعد جب وہ معذوری جاتی رہے اس کو پھر حج کرنا پڑے گا۔ اور اگر معذوری مستقل ہے اور اس کے دور ہونے کی کوئی توقع نہیں ہے مثلاً کوئی شخص بڑھاپے کی وجہ سے نہایت کمزور ہے نابینا ہے۔ تو اس معذوری کا آخر وقت رہنا شرط نہیں ہے اگر اللہ نے اپنے فضل سے یہ معذوری حج بدل کرانے کے بعد دور فرمادی تو اب دوبارہ حج کرنا فرض نہیں ہے، فرض ادا ہو گیا۔

(۳) معذوری حجِ بدل کرانے سے پہلے پائی جائے، اگر معذوری حج بدل کرانے کے بعد پیدا ہوئی ہے تو پہلے کرائے ہوئے حجِ بدل کا اعتبار نہ ہوگا اور معذوری کے بعد حج کرانا ضروری ہوگا۔

(۴) حج بدل کرنے والا خود کسی سے حج کے لئے کہے، اگر کوئی شخص از خود دوسرے کی طرف سے اس کے کہے بغیر حج کرلے تو فرض ساقط نہ ہوگا، مرتے وقت وصیت کرنا بھی کہنے کے حکم میں ہے، البتہ کسی کا وارث اگر اس کی وصیت کے بغیر بھی اس کی طرف سے حج بدل کردے یا کسی سے کرا دے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ فرض ادا ہو جائے گا۔

(۵) حج بدل کرانے والا ہی حج کے سارے مصارف خود برداشت کرے۔

(۶) حج بدل کرنے والا مسلمان ہو۔

(۷) حج بدل کرنے والا صاحبِ ہوش وخرد ہو، دیوانہ اور مجنون نہ ہو۔

(۸) حج بدل کرنے والا سمجھدار ہو، چاہے نابالغ ہی ہو، اگر کسی نا سمجھ سے حجِ بدل کرایا تو فرض ادا نہ ہوگا

(۹) حجِ بدل کرنے والا اِحرام باندھتے وقت اس شخص کی طرف سے حج کی نیت کرے، جو حج بدل کرا رہا ہے۔

(۱۰) وہی شخص حج کرے جس سے حجِ بدل کرانے والے نے کہا ہے، ہاں اگر یہ اجازت دی ہو کہ وہ دوسرے سے بھی حج بدل کرا سکتا ہے تو پھر دوسرے کے ذریعے حج بدل کرانا بھی صحیح ہوگا۔

(۱۱) حجِ بدل کرنے والا اس شخص کی منشا کے مطابق حج کرے جو حجِ بدل کرا رہا ہے، مثلاً حج کرنے والے نے حجِ قران کو کہا ہے تو حجِ قران کرے، تمتع کو کہا ہے تو حجِ تمتع کرے۔

(۱۲) حج بدل کرنے والا ایک ہی حج کا احرام باندھے اور ایک ہی شخص کی طرف سے باندھے، اگر اس نے حج بدل کرانے والے کی طرف سے بھی احرام باندھا اور ساتھ ہی اپنے حج کا بھی احرام باندھ لیا یا دو افراد کی طرف سے حج بدل کا احرام باندھ لیا تو فرض ادا نہ ہوگا۔

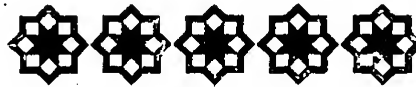
(۱۳) حجِ بدل کرنے والا سواری سے حج کے لئے جائے، پاپیادہ حج نہ کرے۔

(۱۴) حج بدل کرنے والا اسی مقام سے حج کا سفر کرے جہاں حج بدل کرنے والا رہتا ہو، البتہ میت کے تہائی مال میں سے حجِ بدل کرایا جارہا ہو تو پھر اس رقم میں جہاں سے حج کیا جاسکتا ہو، وہیں سے حج کے لئے سفر کیا جائے۔

(۱۵) حج بدل کرنے والا حج کو فاسد نہ کرے، اگر فاسد کرنے کے بعد اس کی قضا کرے گا تو اس حج سے حج بدل کرنے والے کا فرض ادا نہ ہوگا۔

(۱۶) حج بدل کرنے والے سے حج فوت نہ ہو جائے، اگر اس کا حج فوت ہو جائے اور وہ پھر اس حج کی قضا کرے تو اس قضا حج سے حج بدل کرنے والے کا فرض ادا نہ ہوگا۔ بعض کتابوں میں چند شرطیں اور بھی لکھی ہیں، لیکن وہ دراصل انہی شرائط میں سے کسی نہ کسی میں داخل ہیں، حنفیہ کے یہاں حجِ بدل کے لئے یہ بھی شرط نہیں ہے کہ جس سے حج کرایا جارہا ہے اس نے اپنا فریضۂ حج ادا کرلیا ہو۔ البتہ ایسا کرنا افضل ہے۔





مدینہ طیبہ میں حاضری کے آداب

مدینہ منورہ میں حاضری بلاشبہ حج کا کوئی رکن نہیں ہے، لیکن مدینے کی غیر معمولی عظمت وفضیلت، مسجد نبویؐ میں نماز کا بے پایاں اجر وثواب اور دربارِ نبویؐ میں حاضری کا شوق، مومن کو کشاں کشاں مدینہ پہنچا دیتا ہے، اور امت کا ہمیشہ سے یہی دستور بھی رہا ہے، آدمی دور دراز کا سفر کر کے بیت اللہ پہنچے اور دربار نبویؐ میں درود وسلام کا تحفہ پیش کئے بغیر واپس آئے، یہ زبردست محرومی ہے، ایسی محرومی کہ اس کے تصور ہی سے مومن کا دل دکھنے لگتا ہے۔

مدینہ طیبہ کی عظمت وفضیلت:

مدینہ طیبہ کی عظمت وفضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ یہاں محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے دس سال گزارے ہیں۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک ساتھیوں کے ساتھ نمازیں پڑھیں، یہیں پر وہ میدان ہے جہاں حق وباطل کی فیصلہ کن جنگ ہوئی، اور اسی پاک زمین میں میدانِ بدر کے وہ شہداء آرام کر رہے ہیں، جن سے نسبت پر امت کو بجا طور پر فخر ہے، یہیں پر وہ سعید روحیں آرام کر رہی ہیں جن کو نبی صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی ہی میں جنت کی بشارت دی، اور اسی سرزمینِ پاک میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔

ہجرت سے پہلے اس کا نام یثرب تھا، ہجرت کے بعد یہ مدینہ منورہ اور طیبہ کے نام سے مشہور ہوا اور خدا نے اس کا نام طابہ رکھا۔ طابہ، طیبہ اور طیّبہ کے معنی ہیں، پاکیزہ اور خوشگوار، اور یہ حقیقت ہے کہ مدینہ طیبہ کی پاک سرزمین واقعی خوشگوار ہے۔

ہجرت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت بلالؓ مدینے میں سخت بیمار ہو گئے۔ اس لئے یہاں کی آب وہوا انتہائی خراب تھی اور اکثر وبائی بیماریوں کے حملے ہوتے رہتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ

”پروردگار! ہمارے دلوں میں مدینے کی محبت پیدا فرما دے، جس طرح ہمارے دلوں میں مکے کی محبت ہے، یہاں کے بخار کو جحفہ کی جانب نکال دے اور یہاں کی آب وہوا کو خوش گوار بنا دے“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ سے غیر معمولی محبت تھی اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس آتے تو دور سے جونہی مدینے کی عمارتیں نظر آنے لگتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

فرطِ شوق میں اپنی سواری تیز کر دیتے اور فرماتے ''طابہ آ گیا'' اور اپنی چادر شانہ اقدس سے نیچے گرا کر فرماتے یہ طیبہ کی ہوائیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جو لوگ گرد و غبار سے بچنے کے لئے اپنے منہ پر کچھ رکھتے اور بند کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے روکتے اور فرماتے مدینے کی خاک میں شفا ہے۔

نیز خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، مدینے کی خاک میں ہر مرض کے لئے شفا ہے''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرا خیال ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

''اور جذام اور برص کے لئے بھی اس میں شفا ہے''

مدینے کی عظمت اور احترام کی تاکید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمائی:

''ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے مکہ کو ''حرم'' قرار دینے کا اعلان فرمایا تھا۔ اور میں مدینے کے حرم ہونے کا اعلان کرتا ہوں، مدینے کے دونوں درّوں کے درمیان کا پورا رقبہ ''حرم'' ہے، اس میں خونریزی نہ کی جائے، کسی پر ہتھیار نہ اٹھایا جائے اور درختوں کے پتے تک نہ جھاڑے جائیں، البتہ چارے کے لئے جھاڑے جاسکتے ہیں''

مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرنے اور وہاں کی تکلیفوں کو برداشت کرنے کی فضیلت بتاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میری امت کا جو شخص بھی مدینے کی سختی اور شدت کو برداشت کر کے وہاں سکونت پذیر رہے گا، قیامت کے روز میں اس کی شفاعت کروں گا''

نیز فرمایا:

''اپنی امت کے لوگوں میں سب سے پہلے مدینے والوں کی شفاعت کروں گا پھر اہل مکہ اور پھر طائف والوں کی''

حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے مکے کی سرزمین میں اپنی ذریت کو بساتے ہوئے دعا فرمائی تھی:

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ.

''لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کھانے کے لئے پھل عطا فرما تا کہ یہ تیرے شکر گزار بندے بن کر رہیں''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کا حوالہ دیتے ہوئے مدینے کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرمائی تھی:

''اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام، تیرے خاص بندے، تیرے دوست اور تیرے نبی تھے اور میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں، انہوں نے مکے کی خیر و برکت کے لئے تجھ سے دعا کی تھی اور میں مدینے کی خیر و برکت کے لئے تجھ سے دعا کرتا ہوں بلکہ اتنی ہی اور زیادہ''

مدینے کی پاکی اور دینی اہمیت بتاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک مدینہ اپنے اندر کے شر پسند عنصر کو اس طرح باہر نہ نکال پھینکے جس طرح لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے''

مدینے میں وفات پانے کی آرزو اور کوشش کی فضیلت بتاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص مدینے میں وفات پانے کی کوشش کر سکتا ہو اس کو ضرور کوشش کرنی چاہئے کہ مدینے ہی میں اس کو موت آئے، اس لئے کہ جو شخص مدینے میں وفات پائے گا۔ میں اس کی شفاعت کروں گا''۔

حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عوف بن مالک اشجعیؓ نے خواب دیکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے اس خواب کا ذکر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی حسرت سے کہا:

''بھلا مجھے شہادت کیونکر نصیب ہوگی! جب کہ میں جزیرۃ العرب میں رہ رہا ہوں، میں خود جہاد میں شریک نہیں ہوتا اور لوگ ہر وقت مجھے گھیرے رہتے ہیں، ہاں اگر خدا کو منظور ہوگا تو وہ انہی حالات میں مجھے شہادت کی سعادت سے نوازے گا''

اس کے بعد آپؓ نے یہ دعا کی:

اللّٰھم ارزقنی شھادۃً فی سبیلک واجعل موتی فی بلد رسولک

''اے اللہ مجھے اپنے راہ میں شہادت نصیب کر اور مجھے اپنے رسولؐ کی شہر میں موت دے''

مسجد نبوی شریف کی عظمت:

مسجد نبوی شریف کی عظمت اور فضیلت کے لئے یہی بات کیا کم ہے کہ اس کی تعمیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے فرمائی اور برسوں اس میں نماز پڑھی، اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی اور اس کو اپنی مسجد کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

''میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا دوسری مسجدوں میں ہزار نمازیں پڑھنے سے زیادہ افضل ہے، سوائے

مسجد حرام کے"

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص نے میری اس مسجد میں مسلسل چالیس وقت کی نمازیں اس طرح پڑھیں کہ درمیان میں کوئی نماز بھی فوت نہیں ہوئی تو اس کے لئے جہنم کی آگ اور ہر عذاب سے برأت لکھ دی جائے گی۔ اور اسی طرح نفاق سے برأت لکھ دی جائے گی"

نیز ارشاد فرمایا:

"میرے گھر اور میرے ممبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا ممبر حوضِ کوثر پر ہے"

روضۂ اقدس کی زیارت:

کتنے خوش نصیب تھے وہ مومنین جن کی آنکھیں دیدارِ رسولؐ سے روشن ہوئیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے، اور شب و روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے مستفیض ہوئے، یہ سعادت تو صرف صحابہ کرامؓ کے لئے مخصوص تھی۔ لیکن یہ موقع قیامت تک باقی ہے کہ مشتاقانِ دیدار روضۂ اقدس پر حاضری دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دہلیز پر کھڑے ہو کر درود وسلام کے تحفے پیش کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص نے حج کیا، اور میری وفات کے بعد اس نے میرے روضے کی زیارت کی تو وہ زیارت کی سعادت پانے میں اسی شخص کی طرح ہے، جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی"

نیز ارشاد فرمایا:

"جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی، اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی اور میری امت کا جو شخص میری زیارت کرنے کی وسعت اور طاقت رکھنے کے باوجود میری زیارت نہ کرے تو اس کا کوئی عذر، عذر نہیں ہے"

اور فرمایا:

"جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور اس کے سوا اس کو کوئی دوسرا کام نہ ہو تو اس کا مجھ پر حق یہ ہے کہ میں اس کی شفاعت کروں"

روضۂ اقدس کی زیارت کا حکم:

روضۂ اقدس کی زیارت واجب ہے۔ احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا، اس نے مجھ پر ظلم کیا''

اور ایک حدیث شریف میں ہے:

''جس نے استطاعت کے باوجود میری زیارت نہیں کی اس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں''

انہی احادیث کی روشنی میں علماء نے روضۂ اقدس کی زیارت کو واجب قرار دیا ہے۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ، تابعین اور دوسرے اسلاف روضۂ اقدس کی زیارت کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ جب بھی کسی سفر سے آتے، تو سب سے پہلے روضۂ اقدس پر حاضر ہوتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں درود وسلام پڑھتے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کو لے کر مدینے آئے اور مدینے پہنچ کر سب سے پہلے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور جناب رسالت میں درود وسلام پیش کیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تو شام سے خاص اس مقصد کے لئے اپنے قاصد کو مدینہ منورہ بھیجا کہ وہاں پہنچ کر دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کا سلام پہنچا دے۔

عملی مشق

سوال نمبر ا

صحیح، غلط کی نشاندھی کیجیے: صحیح/غلط

(ا) خاص مقامات کی مخصوص ایام میں زیارت کرنا حج کہلاتا ہے۔ ☐ ☐

(۲) عورت حج فرض ہونے کے بعد محرم کے بغیر بھی حج کا سفر کرسکتی ہے۔ ☐ ☐

(۳) جس شخص کے پاس اہل وعیال اور سفر حج کے اخراجات ہوں اس پر حج فرض ہوجاتا ہے۔ ☐ ☐

(۴) صرف دو چادریں اوڑھ لینا "احرام" کہلاتا ہے، اور اسی سے حج کی پابندیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ ☐ ☐

(۵) سال بھر میں جب چاہیں حج کر سکتے ہیں۔ ☐ ☐

(۶) حج کے ارکان ادا کرنے کے لئے مسجد حرام اور میدانِ عرفات مخصوص ہیں۔ ☐ ☐

(۷) طواف زیارت کا وقت دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے بارہویں ذی الحجہ کے غروب تک ہے۔ ☐ ☐

(۸) وقوف عرفہ کی فرض مقدار کی ادائیگی کیلئے زوال سے غروب تک عرفہ میں ٹھہرنا ضروری ہے۔ ☐ ☐

(۹) حج کے دوران ہر قسم کے طواف کے بعد سعی کرنا ضروری ہے۔ ☐ ☐

(۱۰) طواف کے دوران حجر اسود کو بوسہ دینا ضروری نہیں ہے، استلام ہی کافی ہے۔ ☐ ☐

سوال نمبر۲

مناسب الفاظ سے خالی جگہیں پُر کریں:

{آفاق، رمل، مَحرم، حِل، استلام، میقات، اضطباع، حج افراد}

(۱) وہ مقام جہاں سے حج یا عمرہ کرنے والے کا بغیر احرام گزرنا جائز نہیں..........کہلاتا ہے۔

(۲) میقات سے باہر تمام علاقہ..........کہلاتا ہے۔

(۳) طواف کے لئے اس طرح چادر اوڑھنا کہ دایاں کندھا ننگا ہو، بایاں ڈھکا ہوا..........کہلاتا ہے۔

(۴) حرم اور میقات کے درمیانی علاقے کو..........کہتے ہیں۔

(۵) طواف کے دوران پہلوانوں کی طرح اکڑ اکڑ کر چلنا..........کہلاتا ہے۔

(۶) میقات سے صرف حج کی نیت سے احرام باندھنا..........کہلاتا ہے۔

(۷) ہر وہ رشتہ دار جس سے نکاح ہمیشہ کیلئے حرام ہو..........کہلاتا ہے۔

(۸) حجر اسود کو بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو اس کا متبادل..........ہے۔

سوال نمبر۳

خوب سوچئے اور جواب دیجئے:

(۱) حج کے وہ رکن بتلایئے، جس کی ادائیگی کے لئے نہ طہارت شرط ہے اور نہ ہی جاگنا؟

(۲) حج کے وہ کون سے احکام ہیں جن میں ترتیب واجب ہے؟

(۳) وہ کام بتائیں جو حج میں جرم ہیں۔ مگر حج کے علاوہ مستحب؟

(۴) وہ کون سے لوگ ہیں جنہیں حج کرنے کے لئے میقات سے احرام باندھنا شرط نہیں؟

(۵) ایسی حالت بتلایئے کہ حاجی نے احرام کے کپڑے پہنے ہوں۔ مگر اس پر احرام کی پابندی نہ ہو؟

(۶) وہ جانور کون سے ہیں جن کو مارنے سے کوئی جزا واجب نہیں ہوتی؟

(۷) وہ جرم بتلایئے جس کے ارتکاب سے حج بالکل باطل ہوجاتا ہے؟

(۸) وہ کون سا حج ہے جس میں قربانی کرنا ضروری ہوجاتا ہے؟

(۹) وہ کون سی جگہ ہے جہاں حاجی مرد دوڑتے ہیں اور عورتیں آہستہ چلتی ہیں؟

(۱۰) وہ کون سا کام ہے جو حج کے علاوہ جرم ہے مگر حج میں عبادت ہے؟

سوال نمبر۴

کتاب الحج کا مطالعہ کیجئے اور مرد وعورت کے حج میں جو فرق ہے وہ اپنے استاد کو زبانی سنایئے۔

سوال نمبر۵

ذیل میں کچھ میقات لکھے گئے ہیں، ان میں غور کرکے بتلایئے کہ کن لوگوں کے لئے کون سا میقات ہے۔

(ذو الحلیفہ، ذات عرق، جحفہ، یلملم، قرن، حل، حرم)

حج کرنے والے حضرات	میقات
(۱) پاکستانی بذریعہ ہوائی جہاز۔	....
(۲) اہل مدینہ۔	....
(۳) اہل عراق۔	....

(۴) اہل شام۔	....
(۵) اہل نجد۔	....
(۶) اہل یمن۔	....
(۷) یمنی باشندہ براستہ مدینہ۔	....
(۸) پاکستانی براستہ عراق۔	....
(۹) شامی بذریعہ فلائٹ براستہ مدینہ۔	....
(۱۰) مکہ کے رہائشی سعودی باشندے۔	....
(۱۱) حدودِ حرم میں بسنے والے لوگ۔	....
(۱۲) پاکستانی مقیمینِ مکہ بسلسلہ معاش۔	....

سوال نمبر ۶

مندرجہ ذیل مقامات کے سامنے وہ افعال حج لکھیے، جو اس جگہ انجام پاتے ہیں:

مقامات	افعال حج جو ان مقامات پر ادا ہوتے ہیں
(۱) میدانِ عرفات	
(۲) صفا و مروہ	
(۳) حطیم	
(۴) مسجد حرام	
(۵) مزدلفہ	
(۶) منیٰ	
(۷) جبلِ رحمت	
(۸) بیت اللہ شریف	

(۹) بئرِ زم زم	
(۱۰) میلین اخضرین	
(۱۱) جمرہ عقبہ	
(۱۲) حجراسود	
(۱۳) رکن یمانی	
(۱۴) مقام ابراہیم	
(۱۵) مسجد عائشہ	
(۱۶) مواجہہ شریفہ	
(۱۷) ریاض الجنۃ	
(۱۸) اسواق الحرم	
(۱۹) ملتزم	
(۲۰) وادیٔ عرنہ	
(۲۱) بقیع شریف	

سوال نمبر ۷

ذیل میں کچھ جزائیں ذکر کی گئی ہیں ان کے سامنے وہ جنایات ذکر کریں۔جن کے ارتکاب سے متعلقہ جزاء واجب ہوتی ہے:

جزاء	جنایات
(۱) بدنہ	....
(۲) دم	....
(۳) دو "دم"	....

(۴) صدقہ (فطر لنکی مقدار)	....
(۵) کچھ صدقہ	....
(۶) کچھ بھی واجب نہیں	....

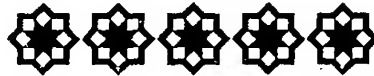
سوال نمبر ۸

ذیل میں کچھ جنایات ذکر کی گئی ہیں ان کے سامنے وہ جزاء لکھیں۔ جو ان جنایات کے ارتکاب کے نتیجے میں لاگو ہوتی ہے:

جنایات	جزا
(۱) احرام کی حالت میں چیونٹی مار ڈالنا (حرم سے باہر)	
(۲) احرام کی حالت میں حرم میں مکھی مار ڈالنا	
(۳) حرم میں اپنے بدن پر خوشبو لگانا	
(۴) احرام کی حالت میں مکمل ناخن کاٹ لینا	
(۵) حرم میں اپنے سر کا حلق کروانا	
(۶) احرام کی حالت میں داڑھی کھجانے سے کچھ بال کا ٹوٹ جانا	
(۷) حج کا کوئی واجب چھوڑ دینا	
(۸) محرم کا خوشبودار صابن سے غسل کر لینا	
(۹) حرم میں کوئی پھول توڑ لینا	
(۱۰) محرم کا بھول کر ٹوپی پہن لینا	
(۱۱) احرام کی حالت میں گاڑی چلاتے ہوئے کسی کو زخمی کر دینا۔	
(۱۲) احرام کی حالت میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنا	

(۱۳) قربانی کے بعد بیوی کو بوسہ دینا	
(۱۴) خواتین کا احرام کی حالت میں زیور پہننا	
(۱۵) احرام کی حالت میں حرم سے باہر ایک دو جوں کو مار ڈالنا	
(۱۶) احرام کی حالت میں عینک لگانا	
(۱۷) احرام کی حالت میں عینک لگانا	
(۱۸) کپڑے یا تولیہ سے منہ صاف کرنا	
(۱۹) یوم النحر میں قربانی سے پہلے حلق کرنا	
(۲۰) رمی سے پہلے قربانی کرنا	





﴿خاتمہ﴾

اس کتاب کی تالیف میں بنیادی طور پر جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) قرآن کریم (۲) صحاحِ ستہ ودیگر کتب احادیث (۳) المبسوط لسرخسی
(۴) بدائع الصنائع (۵) البحرالرائق (۶) نورالایضاح (۷) مراقی الفلاح (۸) الطحطاوی علی المراقی
(۹) فتاویٰ عالمگیریہ (۱۰) الفقہ المیسر (۱۱) مسائل بہشتی زیور (۱۲) فقہی مقالات (۱۳) امداد الفتاویٰ
(۱۴) امدادالاحکام (۱۵) احسن الفتاویٰ (۱۶) فتاویٰ محمودیہ (۱۸) آسان فقہ وغیرہ

ضروری وضاحت: ایک خاص مصلحت کے پیشِ نظر کتاب میں مفصل حوالہ جات اور مسائل کی تخریج کے کام کو مؤخر کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ نئے انداز اور مخصوص ترتیب کے ساتھ حوالہ جات کا تحقیقی کام بھی جلد شروع کیا جائے گا۔

طلباء کرام اور تمام قارئین سے مخلصانہ دعاؤں کی درخواست کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم امین

